ذکرِ خیر تائیدِ الٰہی در اشاعت کتابِ اسرارِ شریعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ مع التسلیم اما بعد کارخانۂ عالم
جملہ اجزائے خورد و بزرگ کو بنظرِ غور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خداتعالیٰ خالق السمٰوٰت والا
نے اس عالم کے ہر جزو کی ترقی و نشوونما و عروج و صلاح کے لئے اپنی مخلوق کے ایک گروہ کو درمیان میں
وسائط مقرر کرکے کام میں لگا رکھا ہے۔ جن کو عربی میں ملائکہ۔ فارسی میں فرشتگاں سنسکرت میں
کہتے ہیں۔ ان میں مدام اصلاح و انتظامِ عالم کا جوش بھرا رہتا ہے۔ اور ان کے اس جوش کا اثر ان اش
کے دلوں پر پڑتا ہے جن کی روحانیت کو ملائکہ سے مناسبت اور شیاطین سے بُعد ہوتا ہے یہی ج
رسل اور انکے خلفا و علماء ربانی پر اور پھر ارکان سلطنت پر ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک حسبِ مناسبت
اصلاح و انتظامِ عالم کے لئے حرکت کرتا ہے اور وہ گروہ جو اس اثر سے زیادہ تر متاثر ہوتا ہے وہ اصلاحِ عالم کے لئے ا
سائقہ اعوان و انصار ملا لیتا ہے اور جو گروہ اس کے برخلاف ہو اس پر ملائکہ الٰہی سے بجائے رحمت کے ل
کا اثر ہوتا ہے الغرض اس عالم کی جس جزو جسمانی و روحانی پر بنظرِ امعان دیکھو گے یہی پاؤ گے کہ اسکے سرانجام و اصلاح
لئے مخلوقِ الٰہی کا ایک بڑا گروہ مشغول و مصروف ہے لہٰذا اس طریقِ الٰہی کو جو کارخانۂ عالم میں بحکم ایزدی دائر
ہے ادنیٰ ترین خدامِ حاملانِ شریعت خاکسار مؤلف نے مدِ نظر رکھ کر کتاب اسرارِ شریعت کی تالیف میں خداتعالیٰ کے
قرآن کریم اور اسکے رسول پاک کی سنت و احادیث اور اسکے برگزیدہ انسانوں آئمہ عظام کو سنداً اور اس کی اشا
کے کام میں خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ کی امت کے گروہ کثیر کو تعاوناً اپنے ہمراہ کر لیا۔ کہ یہ طریق موجبِ
برکت و خیر و کامیابی ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ خوش نصیب ہیں وہ انسان جو اس امر خیر
میرے معاون ہیں۔ اس کتاب کی تالیف و اشاعت کے کام میں میں نے اپنے آپ کو مگسِ شہد کی
کمزور و ضعیف و ناچیز دیکھا مگر جس طرح اس کو گلہائے معطر و آبہائے مقطر سے شہد شیریں کا ذخیرہ جمع
لئے خاص خداتعالیٰ کی طرف سے راہنمائی ہوتی ہے اسی طرح اس پاکیزہ ذخیرہ حقائق و معارف کے شہد کو
ماخذوں سے اخذ کرنے میں خداتعالیٰ نے میری راہنمائی فرمائی۔ فللہ الحمد مضامین کے آخر فضل سے مراد خاک
اور باقی دیگر آئمہ عظام کے مختصر اسماء کے اشارات ہیں۔

خاکسار محمد فضل - [illegible]

فہرست مضامین

کتاب اسرار شریعت

جلد اوّل

جملہ اہل اسلام کو خوشخبری ہو کہ کتاب اسرار شریعت چھپ کر شائع ہو گئی ہے اور یہ اسکے مضامین کی مختصری
فہرست ہے اس فہرست کو ہرگز ضائع نہ کرو۔ پتہ ذیل پر ایک کارڈ لکھ کر بذریعہ وی پی پیکٹ اصل کتاب منگوالو اور اس کو کتاب
کے ساتھ شامل کر لو شریعت اسلام کے جس مسئلہ مندرجہ فہرست ہذا کی حقیقت و فلاسفی اور وجہ آپ کو معلوم کرنی ہو وہ انشاء اللہ اس کتاب سے معلوم
ہو سکیگی اسلام کے مخالف لوگ آریہ عیسائی۔ دہریہ وغیرہ عقلی پیرایہ میں اکثر احکام شریعت پر اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ اور ہر حکم الٰہی میں
عقلی دلائل سے جواب مانگتے ہیں۔ زمانہ سراسر معقولی رنگ پر چڑھ گیا ہے فلسفی مزاج تلامذہ مدارس اسلامیہ و سرکاری کالجوں کے
تعلیم یافتہ طلباء بھی وجوہات احکام و اسرار شریعت پوچھتے ہیں۔ لہٰذا بجواب مخالفین و تعلیم موافقین یہ کتاب اردو زبان میں لکھی گئی ہے جس میں ہر حکم
الٰہی کی وجہ و حکمت و فلاسفی بدلائل عقلیہ مع حوالہ قرآن و حدیث درج ہے جن مسائل احکام شریعت کی حقیقت و فلاسفی و وجہ بیان کرنے میں بڑے بڑے علماء و فضلاء قاصر
رہ جاتے ہیں ان سب کے اسرار و وجوہات اس کتاب میں درج ہیں۔ ہر مناظر و متکلم و فقیہ و مولوی و مدرس و واعظ و طالب علم کے پاس اس کتاب کا ہونا لازم
ہے اس ساری فہرست کو مطالعہ کرو گے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ کوئی اسلامی کتب خانہ اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہیئے۔ اور کوئی
خواندہ مسلمان اس کتاب کے خریدنے میں دریغ نہ کرے یہ کتاب جملہ اہل اسلام کے لئے آہنی لباس اور حصن حصین ہے۔ کہ جو اس کو
ایک بار فکر سے پڑھ لیں۔ ان پر کسی مخالف کا تیر کارگر نہ ہو گا۔ اور اسلام کے مخالفوں کے لئے ہادی و راہنما ہے۔ کہ جو اس کو
بنظر غور و انصاف ایک بار پڑھ لیں۔ مجھے قوی امید ہے کہ مسلمان ہوئے بغیر نہ رہینگے۔ الغرض اسلامی تائید کے لئے اپنی
نوع میں پہلی جامع و بے نظیر کتاب ہے جو اردو زبان میں شائع ہوئی ہے۔ اہل توفیق اس کتاب کی بہت بہت جلدیں خرید
کر لوگوں میں شائع کر کے خدا تعالےٰ کی رضامندی حاصل کریں۔ جلد اول کی ضخامت ۳۰۰ صفحہ لمبائی و چوڑائی اس
فہرست کے برابر۔ کاغذ عمدہ لگایا گیا ہے۔ کتاب کی خریداری کی درخواست میں اپنا اور اپنے گاؤں و ڈاک خانہ و
ضلع کا نام صحیح و صاف لکھو۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) محصول ڈاک ۳/

ہمیشہ

کتاب اسرار شریعت کے لئے پتہ ذیل پر درخواست کرو

مولوی محمد فضل خان مقام و ڈاکخانہ چنگا بنگیال تحصیل گوجر خان

ضلع راولپنڈی

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الْعَلِیْمِ الْحَکِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَخُلَفَائِہٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ صَحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہِ الَّذِیْنَ فَازُوْا مِنْہُ بِحَظٍّ جَسِیْمٍ اَمَّا بَعْد

شریعت کا خطاب عقل پر ہے

واضح ہو چونکہ شریعت کا خطاب عقل پر ہے اسلئے بالضرور ماننا پڑتا ہے کہ اسلام کا کوئی مسئلہ عقل کے برخلاف نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم واحادیث نبویہ میں عقل اور اہل عقل کی تعریف آئی ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَاٰیَاتٍ لِقَوْمٍ یَعْقِلُوْنَ - پ۱ ترجمہ - یعنے عقلمندوں کے لئے اسمیں بلاشبہ نشانات ہیں۔ اور اہل دوزخ سے حکایۃً فرمایا ہے - لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِیْ اَصْحَابِ السَّعِیْرِ - پ۲۹ - ترجمہ یعنے اگر ہم خدا تعالیٰ کا کلام سنتے یا اسکو سوچتے سمجھتے تو ہم دوزخیوں میں شمار نہ ہوتے۔ تمام مذہبی کتابوں سے قرآن شریف کے افضل وممتاز ہونیکی منجملہ اور وجہات کے یہ وجہ بھی ہے کہ وہ عقائد واحکام کے بارے میں عقل کو مخاطب کرتا ہے اور خلاف وعناد کی صورتوں میں اُسی کو حَکَم قرار دیتا ہے۔ اُس نے جس عقیدہ و حکم کو ثابت کیا ہے یا جسکی تردید کی ہے دلیل عقلی سے کی ہے۔ غالباً کسی امر و نہی کو نہ پاؤ گے جسکی دلیل قرآن کریم نے نہ بتائی ہو۔ قرآن کی کوئی سورت اس قسم کے اقوال سے خالی نہ دیکھو گے لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ - تَتَفَکَّرُوْنَ - یَا اُوْلِی الْاَلْبَابِ - لِاُوْلِی النُّھٰی - لِذِیْ حِجْرٍ - ترجمہ - یعنے شاید تم عقل سے کام لو۔ سوچو۔ اے اہل عقل۔ اہل دانش۔ عقلمند کے لئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں دِیْنُ الْمَرْءِ عَقْلُہٗ مَنْ لَا عَقْلَ لَہٗ لَا دِیْنَ لَہٗ - ترجمہ یعنے آدمی کا دین اُسکی عقل ہے جسکو عقل نہیں ہے اُسکا کوئی دین نہیں ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں مذکور ہے اَفْلَحَ مَنْ رُزِقَ لُبًّا - ترجمہ

یعنے جسکو عقل دیگئی وہ کامیاب ہوگیا۔ پس جبکہ یہ امر ثابت و مسلم ہو چکا کہ شریعت کا خطاب عقل پر ہے تو پھر بالضرور ماننا پڑا کہ احکامِ شریعت بھی معقول صورتوں میں وارد ہوئے ہیں غیر معقول نہیں ہیں۔

انسان کو دقیق امور کے سمجھانے میں طریق الٰہی

انسان ضعیف البنیان ہے وہ نادیدہ اشیاء کو مثالوں و معقولات و مشاہدات کے بغیر سمجھ نہیں سمجھتا۔ اسلئے خدا تعالےٰ نے اسکو قرآن کریم میں دقیق باتوں کے سمجھانیکے لئے معقولات و مشاہدات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں وہ بعثت انبیاء و وحی اور قیام قیامت وغیرہ دقیق مسائل کا ذکر قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے تو ساتھ ہی سمجھانے کے لیے مشاہدات و معقولات کی طرف توجہ دلاتا ہے تاکہ اُنکو بنی آدم سمجھ جائیں۔ علیٰ ہذا القیاس ایسے بیشمار مسائل ہیں جنکو خدا تعالےٰ نے بنی آدم کی عقلوں کے نزدیک کرنے اور سمجھانے کے لئے مثالوں و استعارات و مجازات کے رنگ میں بیان کر کے آگاہ فرمایا ہے۔

فوائد اسرار شریعت

جبکہ قرآن و حدیث کا خطاب ہی عقل پر ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت معقولات اور اسرارِ شریعت کا علم سب علوم سے افضل و اعلیٰ و اقدس ہے جسمیں تمام احکام دین کی حکمتیں اور اسرار و نکات بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) ایمان لانے کے بعد اس علم سے دل اطمینان بڑھ جاتا ہے جیساکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ۔ ترجمہ۔ یعنے تاکہ میرا دل انکشاف اسرار سے مطمئن ہو جائے (۲) جب دلائل باہم ایک دوسرے کے مؤید ہوتے ہیں اور کوئی بات مختلف معقول طریقوں سے ثابت ہو جاتی ہے تو اس سے سینہ میں ایک قسم کی راحت پیدا ہو کر اضطراب دور ہو جاتا ہے (۳) خدا تعالےٰ کی عبادت کرنیوالا جب خدا کی عبادت کرتا ہے اور عبادتکے مشروع ہونیکی وجہ سے واقف ہوتا ہے اور عبادت کے ارواح و انوار کی حفاظت کرتا ہے تو اسکو تھوڑی عبادت بھی نفع دیتی ہے (۴) اسلامی مسائل و احکام کے اسرار و وجوہات کا علم ہونے سے اسلام کے مخالفین و معترضین کو معقول جواب دیکر شہداء و انبیاء کا ثواب حاصل ہوتا ہے (۵) کسی اسلامی مسئلہ کے متعلق کسی شخص کا ایمان متذبذب و متزلزل ہو تو اُسکو اُس مسئلہ کی معقولیت ذہن نشین کرنیوالے کے لئے یہ امر باعث رفع درجات و عفو خطیات ہے۔

زمانہ سراسر معقولیت کے رنگ پر چڑھ گیا اور ایمان کا عالمگیر قحط پڑ گیا ہے۔ ہر ہر بات میں عقلی دلائل اور احکام شریعت کے وجوہات و اسرار طلب کئے جاتے ہیں۔ بہت نئی روشنی کے دلدادہ لوگ نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ احکام شریعت حقہ کو اپنے فاسد و ناقص عقلوں میں غیر معقول جانکر ترک کر چکے ہیں۔ تمام ممالک ہند و مصر میں یہ بلا سرایت کر چکی ہے۔ ملک ہند میں ہمارے پیارے نبی معصوم کی امت کے ننھے ننھے بچے جو بیشتر سرکاری مدارس و کالجوں میں داخل ہوتے جاتے ہیں اور انکو اسلامی مسائل سے معقولی طور پر آگاہ ہی نہیں کیا جاتا بلاشبہ انکو بھی یہی ٹھوکر پیش آجائے تو تعجب نہیں ہے۔ اگرچہ اب بعض اسلامی مدارس بھی بعض شہروں میں جاری ہو گئے ہیں مگر محض الفاظ مفید نہیں ہوتے جب تک انکی حقیقت سے بھی طلباء کو آگاہ نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کماحقہ مستطیع و عامل نہیں ہوتے۔ میں نے بچشم خود ہند کے بعض اسلامی مدارس کے تعلیم یافتہ گریجویٹوں و معلمین کو احکام شریعت میں بہت سست پایا۔ اور بعض کو دیکھا کہ وہ احکام شریعت کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اسکی وجہ ظاہر ہے کہ حقیقت اسلام سے انکو آگاہ نہیں کیا گیا۔ ؎

کس طرح نپٹیں کوئی تدبیر کچھ بنتی نہیں
بے طرح پھیلے ہیں یہ آفات ہر سو بر کنار

ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ بچا رے ناخدا
آ گیا اس قوم پر وقت خزاں اندر بہار

لوٹے دل جاتا رہا اور عقل موٹی ہو گئی
اپنی کج رائے پہ ہر دل کر رہا ہے اعتبار

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

واعظین و مشائخ طریقت و معلمین مدارس و اہل دولت و عام اہل اسلام سے التماس

میں اسلامی مدارس کے مہربان معلمین اور مشائخ طریقت و واعظین اور عام علماء و وکلائے اسلام کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے طلباء و مریدین و معتقدین و متوسلین میں اس کتاب کی اشاعت بکثرت کریں اور تبلیغ اسلام کا ثواب حاصل کریں۔

ہمارے آئمہ مساجد و علمائے مدارس حق رکھتے ہیں کہ معقولات کے رنگ میں اسلامی مسائل و حقیقت اسلام سے آگاہ ہوں اور جب کوئی اُن سے کسی اسلامی مسئلہ کی فلاسفی و حقیقت کا سوال کرے اور اسکا انکشاف چاہے تو اسکو معقولیت کے رنگ میں سمجھا دیں تاکہ سائل کا اطمینان ہو

اور اسلام کی محبت و اطاعت احکام الٰہی اسکے لئے غذائے دل و جان و باعث تقویت ایمان ہو اور نیز ترقی اسلام و کشت حق کی سرسبزی کے لئے یہ امر آبپاشی کا کام دیگا۔ اسلام کے بیرونی مخالفین کے اعتراضات و حملات و اندرونی عالمگیر موجودہ غفلت و حالت سوزناک دیکھکر یونہی درگذر کرنیکا مقام نہیں ہے۔ اہل قلم و اہل زبان عالمان اسلام کے لئے یہ وقت خاموش بیٹھے رہنے کا نہیں ہے اور متمول امرا و رؤسائے اسلام کے لئے لازم ہے کہ اشاعت جوابات مخالفین و تعلیم موافقین کے لئے نقد روپیہ سے اسلام کی امداد کریں۔ ناصر دین بنجاؤ تو خدا تعالے تمہاری نصرت کریگا۔ خدا تعالے فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ۔ ترجمہ اگر تم خدا تعالے کے اسلام کی امداد کروگے تو خدا تعالے تمہاری امداد کریگا اور تمکو مخالفین پر فتح دیگا اور زمین میں تمہارے قدم جمادیگا۔ اور اگر اس امر سے غفلت کروگے تو اسکا نتیجہ برعکس ہوگا۔ عام اہل اسلام بھی امداد اسلام کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور خرچ کریں کہ یہ خرچ انکی ترقی حالت و بہبودی کا ہے

دین حق را گردش آمد صعبناک و سہمگیں
سخت شورے اوفتاد اندر جہاں از کفر و کیں

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

تا توانی جہد کن از بہر دین با جان و مال
تا ز رب العرش یابی خلعت صد آفریں

اے برادر دل منہ بر دولت دنیائے دوں
زہر خونریز است در ہر قطرۂ این انگبیں

صد ہزاراں ابلہاں از دین برون بردند رخت
صد ہزاراں جاہلاں گشتند صید الماکریں

بر مسلماناں ہمہ ادبار زین رہ اوفتاد
کز پئے دیں ہمت شاں نیست با غیرت قریں

گر بگیرد عالمے از راہ دین مصطفےٰ
از رہ غیرت نمی جنبند ہمچل جنبیں

فکر ایشاں غرق ہر دم در رہ دنیائے دوں
مال ایشاں غارت اندر رہ نسوان ہمیں

پیش چشماں شما اسلام در خاک اوفتاد
چیست عذرے پیش حق اے مجمع المتنعمیں

چونکہ یہ کتاب جوابات مخالفین و تعلیم موافقین کے لئے لکھی ہے جن صاحبوں کو خدا تعالے نے مالی توفیق عطا کی ہے وہ اس کتاب کی اشاعت کے لئے مجھے مالی امداد کریں اور اس کتاب کے بہت بہت نسخے خرید کر مفت شایع کریں اور خدا تعالے کی رضامندی حاصل کریں۔

امیدِ دیں روا گرداں امیدِ تو روا گردد	ز صد نو میدی و یاس و الم رحمت شود پیدا
اگر دستِ عطا در نصرتِ اسلام بکشائید	ہم از بہرِ شما ناگہ یدِ قدرت شود پیدا
ز بذلِ مال در راہش کسے مفلس نمیگردد	خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا
درِ انصارِ نبی بنگر کہ چوں شد کار تا دانی	کہ از تائیدِ دیں سر چشمۂ دولت شود پیدا
بمفت ایں اجرِ نصرت را دہند اے اخی ورنہ	قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا
بجنبید از پئے کوشش کہ از درگاہِ ربانی	ز بہرِ ناصرانِ دینِ حق نصرت شود پیدا

اگر یاراں کنوں بر غربتِ اسلام رحم آرید
باصحابِ نبی نزدِ خدا نسبت شود پیدا

نبی علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ترجمہ۔ تم میں سے کوئی ایماندار نہ ہوگا جبتک اپنی اولاد و ماں باپ اور ساری مخلوقات سے زیادہ تر مجھے محبوب نہ رکھے۔ لہذا اس معیارِ صداقت شعار سے ہر ایک مسلمان اپنے ایمان کی پرکھ کر سکتا ہے کہ آیا اسکو اپنے متعلقین کی امداد زیادہ محبوب ہے یا خدا تعالےٰ کے رسول اور اسلام کی امداد و تائید زیادہ تر مطلوب ہے۔ اور اس امر میں اسکا عملی نمونہ کیا ہے۔ اگر اسکے دل میں اپنے متعلقین کی امداد و غور و پرداخت و نصرت و حمایت کا زیادہ میلان و رغبت ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسلام کی امداد و نصرت و تائید کے لئے وقتِ ضرورتِ امداد دل میں جوش نہیں رکھتا اور نہ امدادِ اسلام کے لئے وہ شخص کوئی عملی نمونہ دکھاتا ہے تو اسکو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیئے۔ اگر کسی شخص کے والدین و اقربا پر خواہ کوئی سچے اعتراضات کرے اور الزام لگائے تو انکی حمایت و امداد کے لئے ان سے ان اعتراضوں و الزاموں کو دور کرنیکے لئے جھٹ کمربستہ ہو جاتا ہے اور اپنی طرف سے وکیلوں اور بیرسٹروں کو مال کثیر اور بڑی بڑی رقمیں دیکر الزام اُتارنے کی کوشش کرتا ہے اور الزام لگانے والوں کو پھنسانے کے لئے چارہ جوئیاں سرکاری عدالتوں میں کرتا پھرتا ہے اور ازالۂ حیثیت عرفی کے دعوے دائر کرنیکی تجویزیں کرتا ہے۔ خواہ الزام سچا ہی ہو مگر آجکل اس زمانہ میں قرآن کریم و دینِ اسلام و بانیِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کفار و اشرار لوگ علانیہ طور پر ایسے جھوٹے اعتراضات کرتے و الزام لگاتے ہیں جنکی کوئی بنیاد نہیں ہے اور جنسے قرآن کریم و دینِ اسلام و بانیِ اسلام پاک و بری ہیں اور

آن الناموس واعتراضوں کے جوابات شائع کرنیکے لئے بہت تھوڑے مسلمانوں کے دلوں میں بینے جوش دیکھا ہے۔ ع

بیکسے شد دین احمدؐ ہیچ خویش ویار نیست	ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمدؐ کار نیست
ہر طرف سیل ضلالت صد ہزاراں تن ربود	حیف بر چشمے کہ اکنون نیز ہم ہشیار نیست
ابلہان و ناداں لغمت اینچنیں غفلت چرا است	بے خود از خواب ید یا خود بخت دیں بیدار نیست
آتش افتاد است در خشتِ شہ سیدے یلاں	دیدنش از دور کارِ مردم ونیدار نیست
ہر کسے غمخوار نے اہل و اقارب میکند	اے دریغ ایں بیکسے را ہیچکس غمخوار نیست

حیرتم آید چو بینم بذل شاں در کار نفس

کاں ہمہ جود و سخاوت در رہِ دادار نیست

خوب یاد رکھو کہ اگر اسلام پر مخالفین اعتراض کریں اور کسی مسلمان کے دل میں اُنکے جوابات شائع کرنیکی امداد کا جوش و اضطراب پیدا نہ ہو تو حسب فرمودہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکا ایمان و دعوے اسلام خدا تعالے کے نزدیک کوئی وقعت وعزت نہیں رکھتا۔

یک وہ زمانہ تھا کہ اسلام کی تائید وحمایت کے لئے صحابہ کرام نے اپنی جانیں قربان کردی تھیں۔ اسلام کی امداد میں ہزارہا صحابہ کے خون بہائے گئے تھے اور وہ دل سے چاہتے تھے کہ ناشید امداد اسلام میں انکی جانیں قربان ہوں چنانچہ خدا تعالے قرآن کریم میں اُنکے اس عمل واخلاص کی گواہی بالفاظ ذیل ادا فرماتا اور اُنپر اپنی خوشنودی کا اظہار کرتا ہے۔ مِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ

ترجمہ۔ یعنے بعض صحابہ تو اسلام کی امداد کرنے میں اپنی جانوں کی قربانی دے چکے ہیں اور جو باقی انمیں سے ہیں وہ امداد اسلام کے لئے اپنی جانوں کی قربانی دینے کے منتظر ہیں اور موقعہ دیکھتے ہیں کہ جب اسلام کو امداد کی ضرورت پڑے تو وہ اسمیں اپنی جانوں کی قربانی دیدیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کے زمانہ میں کفار واشرار کے حملات کو روکنے و دفع کرنیکے لئے جہاد میں امداد اسلام کے لئے جانوں کی قربانی کی ضرورت تھی اُسکی وجہ یہ تھی کہ شریر کفار مسلمانوں کو دعوتِ اسلام و نماز و آذان سے مانع تھے اور مسلمانوں کو ناحق دکھ دیتے اور اُنکی بیخکنی کے لئے مدام اُنپر حملہ آور ہوتے رہتے تھے اسلئے مسلمانوں نے کفار واشرار کے حملات کو روکنے و دفع کرنیکے لئے تلوار اُٹھائی تھی

اور نہی ہی دفاعی جنگوں وجہاد کا ذکر قرآن کریم میں ہے ورنہ قرآن کریم سیفی جہاد سے بزور و جبر کسیکو مسلمان کرنیکا حکم نہیں دیتا۔ اگر بزور شمشیر و تلوار اسلام میں لانیکا حکم ہوتا تو قرآن کریم میں مندرجہ ذیل آیات جو جبر و اکراہ سے مسلمان کرنیکی مانع ہیں ہرگز قرآن میں نازل نہ ہوتیں۔ لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ
ترجمہ۔ یعنے اسلام میں کسیکو بزور و جبر داخل کرنا اسلامی اصول میں سے نہیں ہے وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى یَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْلَمُوْنَ
ترجمہ۔ یعنے اگر کوئی مشرک تجھسے پناہ مانگے تو اسکو پناہ دے تاکہ وہ خداتعالے کا کلام سن لے پھر اسکو ایسی جگہ پہونچا دے جہاں اسکو امن ہو اور وہ بیدار ہو کر حق و باطل کی تمیز کریں فکر کرے اور سوچے۔ اسلیئے کہ مشرک لوگ اسلام کی حقیقت کا علم نہیں رکھتے اسلیئے وہ انکار کرتے ہیں۔ اگرچہ موجودہ حکومت اسلامی نہیں ہے مگر یہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے خرچ کرکے مسجد ونکے بنانے میں امداد دیتی اور آذان ونماز وغیرہ شعائر اسلام میں اسنے مسلمانوں کو اسلام کیطرح پوری آزادی عطا کی ہوئی ہے۔ اور یہ محض خداتعالے کا فضل ہے کہ اس نے ایسی حکومت کے تحت میں مسلمانوں کو رکھا ہے ورنہ اگر کسی اور ظالم قوم سکھوں وغیرہ کی حکومت اس ملک میں ابتک ہوتی تو اس ملک سے کب کا اسلام نابود ہو چکا ہوتا۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کی بدقسمتی سے آریوں وعیسائیوں و دہریوں کے گروہ اسلام کے مقابلہ پر قلم سے حملہ آور ہو رہے ہیں اور قرآن نے قلم کا جواب بھی قلم سے دینے کی ہدایت کی ہے پس آج یہ قلمی جہاد کا زمانہ ہے۔ خدا نے اسلام کی تیغ قلم کو شمشیر و سنان سے ہزاروں درجہ بڑھکر قوت بخشی ہے اس تیغ قلم سے کام لو اور اس شمشیر قلم کی سیاہی کی اشاعت روپیہ سے ہو سکتی ہے۔ حتی المقدور اپنے مالوں سے قلمی جہاد کی اشاعت کے لیئے امداد کرو یہ جہاد تیر و تفنگ شمشیر و سنان سے افضل ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ ترجمہ۔ یعنے کسی ظالم سلطان کے پاس انصاف وسچائی کی بات پہونچا دینا سب جہادوں سے افضل ہے۔ پس آج وہ جو ظالم طبع انسان اسلام کے مخالف غلط فہمی وناسمجھی سے ناحق اسلام کی تکذیب وتوہین کرتے اور اسپر اعتراض کرتے ہیں اُنکے جوابات لکھنا اور اُنکو اسلام کی سچائی قلم کے ذریعہ سے پہونچا دینا سب جہادوں سے افضل جہاد ہے مگر قلمی جہاد میں مخالفین کے اعتراضات کے جوابات شائع کرنے میں مال کی ضرورت ہے۔ اس کتاب کی چار جلدیں مخالفین کے اعتراضات کے جوابات میں لکھی گئی ہیں

اور انکے اخراجات اشاعت کا صد ہا روپیہ کا بار جو ہمپر ہے اسمیں بھی روپیہ کی ضرورت ہے اس راہ میں مال خرچ کرو خدا تعالےٰ ایسے مالونکو اسی دنیا میں بڑہا کر تمکو دینے کا وعدہ کرتا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۔ **ترجمہ مع تشریح** ۔ مثال اُن لوگوں کی جو اپنے مال خدا تعالےٰ کے اسلام کی امداد کرنیکی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن لوگونکے مالونکی مثال اُس ایک دانہ کی ہے جو زمین میں بویا جاتا ہے اور جب وہ اُگتا ہے تو اسکو سات بالیں لگتی ہیں اور اسکی ہر بالی میں سو سو دانہ ہوتا ہے اسیطرح خدا تعالیٰ اسلام کی امداد کرنیوالونکے مالونکو بڑہاتا رہتا ہے ایک ایک روپیہ امداد اسلام میں خرچ کرنیکے بدلہ میں سو سو روپیہ دیتا ہے جو کوئی امداد اسلام میں تہوڑا یا بہت کچھ بھی خرچ کرے خدا تعالےٰ اسکا حساب رکھتا ہے کیونکہ وہ بڑے کشادہ علم والا ہے ۔ اور امداد اسلام سے دل چرانے والے کنجوسی کرنیوالوں ولاپرواہوں کے حق میں خدا تعالیٰ کمی اموال اور انکے ہلاک و نیست و نابود ہونیکی خبر قرآن کریم میں دیتا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۔ **ترجمہ مع تشریح** ۔ یعنے امداد اسلام میں مال خرچ کرو اور موقعہ ضرورت امداد کیوقت خدا کے اسلام کی امداد کرنیسے منہ مت موڑو ورنہ تم اپنے ہاتہوں کو تباہی میں ڈالو گے یعنی عدم امداد اسلام سے ہلاک نیست و نابود ہو جاؤ گے ۔

باعث تالیف کتاب ہذا اسلام کے مخالفین آریہ و عیسائیوں نے ایک مذہبی جلسہ میں ایک مدرسہ کے چند طلباء و معلمین ان کے اعتراضات کے جوابات کے لئے مجھے بلایا گئے مجھ احکام شریعت پر انکے اعتراضات سنکر اور اکثر موفقین اہل اسلام کی ناسمجھی دیکھکر دل میں جوش پیدا ہوا کہ اسرار و وجہات احکام شریعت کے متعلق اردو زبان میں کوئی ایسی جامع کتاب ضرور ہونی چاہیے جسمیں نہ اختصار اور نہ طوالت ہو اور وہ خاص و عام کے لئے بچوں تک بیان سر شریعت میں مفید و کافل ہو اور جس حکم شریعت کی وجہ کسی کو معلوم کرنی و دیکھنی مطلوب ہو وہ اس کتاب میں اسکو ملجائے بہت مدت سے یہ آرزو میرے دل میں شکن تہی اور میں منتظر تہا کہ کوئی صاحب ہمت اس کام کو پورا کر دیگا مگر چونکہ یہ ایک عظیم الشان کام تھا اسلئے مجھے یہ باور نہ تھا کہ اتنے بڑے کام کا میں اہتمام کر سکونگا سال رواں ماہ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ کے ابتدائی ایام میں ایک دن بعد ادائے نماز ظہر یکایک میرے دل میں ڈالا گیا کہ اسیوقت کتاب سر شریعت کا لکھنا شروع کروں لہذا میں نے اس تحریک کو امر الٰہی سمجھکر اسیوقت یہ کتاب لکھنی شروع کی اور قریباً چھ ماہ کے عرصہ میں بتوفیق الٰہی اسرار شریعت کی چاروں جلدیں لکھکر ختم کرلیں پہلی تین جلدیں علم شریعت کے اسرار میں ہیں اور چوتھی جلد اعتقادی مورات کی حکمتوں میں ہے ۔

بیان اسرار شریعت میں ہمارا طریق استدلال وماخذ کتاب ہذا

مینے یہ کتاب لکھنے سے پہلے قرآن کریم واحادیث نبویہ کو حتی الوسع بغور پڑھا۔ پھر صحابہ کرام کے آثار و اقوال اور اہل عرب کے امثال جو زبان زد خواص وعوام قدیم سے چلے آتے ہیں اور کتب فقہ وعلم تعبیرات واہل تصوف کے نکات کو اسرار شریعت کے اندراج سے پہلے ملاحظہ کیا اور اُن سے اقتباس کیا۔ چونکہ بعض احکام شریعت کا تعلق طب سے بھی ہے۔ اسلئے مینے محض بدیں غرض طبی کتب کا بھی مکرر تدارس کیا۔ پھر مشاہیر متقدمین ربانی ائمۂ کبار و اقطاب اسلام وفقہائے عظام وعلمائے کرام کی بعض کتابوں کو دیکھکر اُن سے اخذ کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وشکر اللہ سعیہم۔

اگرچہ قبل ازیں ہمارے واجب التکریم متقدمین علمائے اسلام و اقطاب ملت حنفیہ نے اسرار شریعت اسلام کے متعلق کئی کتابیں لکھی ہیں مگر وہ اکثر عربی زبان میں ہیں یا وہ عام طور پر بترتیب مضامین شائع نہیں ہوئے ہیں۔ لہٰذا میں نے اُن تمام کتب مطولہ متفرقہ سے مضامین متفرقہ کا اردو میں ترجمہ کرکے بترتیب مضامین فقہ چار جلدوں میں جمع کردیا تاکہ مسائل کے ڈھونڈنے والوں کو سہولت ہو۔

ائمہ اربعہ میں سے زیادہ ترحق حنفی مذہب میں ہے

ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے زیادہ تر موافقت قرآن واحادیث سے مذہب حنفی کی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس مذہب کے اصحاب وعلمانے ضعیف سے ضعیف حدیث بھی پاکر اپنے قیاس ورائے کو اُسکے مقابلہ میں پیش نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس مذہب کی ابتدا ہی سے تمام اسلامی دنیا میں کثرت سے اشاعت ہوگئی ہے اور یہ امر خدا تعالےٰ کی رضا پر دال ہے۔ لہٰذا اس کتاب کے لکھنے کے وقت اس مذہب کی بھی کتب فقہ میرے تحت نظر رہی ہیں اور اُن سے اقتباس کیا ہے۔ ہر ایک مسئلہ کی حقیقت وتوجیہ جو مینے دوسری کتابوں سے لی یا اُسکو قرآن کریم واحادیث نبویہ سے استنباط کرکے درج کیا۔ جہانتک ہم سے ہوسکا اُسکے استدلال کو قرآن واحادیث سے باہر نہیں جانے دیا کیونکہ محض انسانی عقلیں جنکی سوافقت نور الٰہی قرآن کریم واحادیث نبویہ کے ساتھ نہ ہوسکے وہ دینی معاملات کے سمجھنے میں نقص وفساد سے خالی نہیں ہوتیں کیونکہ محض انسانی

عقلیں جنکی موافقت نور آلہی قرآن کریم و احادیث نبویہ کے ساتھ نہ ہو سکے وہ دینی معاملات کے سمجھنے میں نقص و فساد سے خالی نہیں ہوتیں۔ اگر محض انسانی عقلیں بجز امداد و اقتباس نور نبوت درست و صحیح ہوتیں تو دنیا کے صدہا مذاہب باطلہ کے پیرو جو کہ اپنے خیالات و عندیات کو موافق عقل سمجھے بیٹھے ہیں انکو درست کہنا پڑتا۔ لہذا اس امر میں ہمیں یہی ہدایت ملی ہے کہ خالق عقول یعنے عقلوں کے پیدا کرنے والے اور اسرار و حقائق اشیا کے سمجھنے میں ذہنوں کے کم و بیش مراتب رکھنے والے کے کلام اور اسکے پرتو نور سے رنگین کئے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے باہر نہ نکلیں تاکہ میزانِ عدالت میں ہماری عقل کا پلڑا جہک کر افراط و تفریط کا موجب نہ ہو ؎

بارہا شد بر تو ثابت کایں عقول	مبتلا ہستند در سہو و ذہول
بارہا دیدی بہ عقل خود فساد	بارہا زیں عقل ماندی بے مراد
باز نخوت میکنی بر عقل خویش	وز دلیری میروی نادیدہ پیش
تو بہ عقل خویش در کبر شدید	ما فدائے آنکہ او عقل آفرید
در قیاسات تہی جانت اسیر	جانِ ما قربان علم آں بصیر

عقل طفل است اینکہ گرید زار و زار
شیر جز مادر نیابد زینہار

اس کتاب میں بخوف طوالت و تعصب بے جا اکثر مقامات میں حذف اسناد کر کے اختصار ملحوظ رہا ہے۔
ہاں میں اسبات کا معترف ہوں کہ انسان سے سہو و خطا کا سرزد ہونا ممکن ہے لہذا اگر کوئی صاحب اس کتاب میں کسی جگہ انسانی لغزش و سہو کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں تو اپنے دل میں پوشیدہ نہ رکھیں بلکہ براہ راست بپاس ہمدردی و خیر خواہی اسلام خاکسار مؤلف کو بحوالہ آیت و حدیث نبوی مطلع فرمائیں کہ فلاں مسئلہ کی حقیقت و فلاسفیت قرآن و حدیث کے موافق نہیں ہے تاکہ آئندہ اشاعت میں اسکی اصلاح ہو سکے۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ط

بیان اسرار شریعت بطریق قرآن کریم و احادیث نبویہ

خدا تعالے نے قرآن کریم میں یہ قاعدہ رکھا ہے کہ اس نے احکام شریعت کے فوائد و اسرار اور امور ممنوعہ و محرمہ کے نقصانات و مضار کو مثالوں و نظائر میں بیان کر کے انسانی عقول و افہام کے سمجھنے کے لئے سہل و

آسان کر دیا ہے تاکہ انسان ضعیف البنیان کی عقل اُنکا ادراک و احساس کر کے سمجھ سکے اور خدا تعالیٰ پر انسان کو تکلیف مالا یطاق کا بوجھ اُٹھوانے کا الزام نہ آئے چنانچہ وہ فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۔ ترجمہ یعنے خدا تعالیٰ کسی جی پر اُسکی طاقت اور وسعت و حوصلہ و فہم و عقل سے بالاتر بوجھ رکھکر مکلف نہیں کرتا ۔

امثال و نظائر سے دقیق و باریک اسرار کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم و احادیث نبویہ میں متماثل و متشابہ امور کی برابری مثال سے سمجھائی گئی ہے اور ایک نظیر کو دوسری نظیر سے مثال کے ذریعہ ملحق کیا گیا ہے اور ایک چیز کا اعتبار دوسری اسی قسم کی چیز کے ساتھہ مثال سے بتایا ہے اور دو متخالف اور ضدین کو بھی مثال میں لاکر الگ الگ کر کے دکھایا ہے ۔ خدا تعالیٰ کی شریعت اس امر سے پاک و بری ہے کہ جب وہ کسی چیز کو کسی فساد و بگاڑ کے سببسے حرام کر دے اور پھر کسی ایسی چیز کو مباح و حلال ٹھہرا دے جسمیں وہی فساد و بگاڑ و ضرر یا اُسکی مثل یا اُس سے زیادہ موجود ہو ۔ خدا تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں یہ راز مرکوز فرمایا ہے کہ وہ ایک حکم کی نظیر سے دوسرے حکم کی نظیر اور ایک چیز کے حکم سے دوسرے حکم کی مثل کو سمجھہ لیتا ہے اور پھر اُسکی عقل میں یہ بات سمائی ہے کہ دو یکسان و متشابہ امور کا انکار کرنا اور دو مختلف و متضاد باتوں کو یکساں سمجھنا عقل و میزان عدالت و شریعت و قانون الٰہی کے مخالف ہے یہی وجہ ہے کہ اعمال نیک و بد کی جزا و سزا اعمال کے موافق ہوتی ہے ۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ کَسَبُوا السَّیِّاٰتِ جَزَآءُ سَیِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ترجمہ اور جنہوں نے کمائیں برائیاں اُنکو بدلہ برائی کا اُسکے برابر ملیگا ۔ ایسا ہی احادیث نبویہ میں مذکور ہے ۔ مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ وَمَنْ یَسَّرَ عَلٰی مُعْسِرٍ یَسَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ کُرْبَةً مِنْ کُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ کُرْبَةً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَمَنْ ضَارَّ مُسْلِمًا ضَارَّ اللّٰهُ بِهٖ مَنْ عَفَا عَنْ حَقِّهٖ عَفَا اللّٰهُ عَنْ حَقِّهٖ ۔ ترجمہ یعنے جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے خدا تعالیٰ اُسکی پردہ پوشی کرتا ہے ۔ جو شخص کسی تنگدست پر آسانی کرے خدا تعالیٰ اُسکو دنیا و آخرت میں آسانی دیتا ہے جو شخص کسی مومن سے دنیا کی کوئی تنگدستی و سختی دفع کرے خدا تعالیٰ اُسے دنیا و آخرت میں آسانی دیتا ہے جو شخص کسی مسلمان کو ضرر دیگا خدا تعالیٰ اُسکو ضرر دیگا ۔ جو شخص کسی کے حق سے درگذر کریگا خدا تعالیٰ اُس سے درگذر کرے گا ۔ خدا تعالیٰ کی شرع اور اُسکی میزان عدالت اور وحی و ثواب و عذاب کا سب سلسلہ اس اصل پر قائم ہے کہ ایک نظیر کو اُسکی نظیر سے اور ایک مثل کو اُسکی مثل سے ملحق کیا گیا ہے ۔

احکام کے اوصاف مؤثرہ انکی حرمت و حلت کے باعث ہوتی ہیں

قرآن کریم و احادیث نبویہ میں احکام کی حلت و حرمت کے اسباب اور وجوہات اُن احکام کے اوصاف مؤثرہ کو قرار دیا گیا ہے تاکہ وہ اوصاف مؤثرہ اُن احکام کے ارتباط پر دلالت کریں۔ چنانچہ شیرۂ خرما کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثَمَرَۃٌ طَیِّبَۃٌ وَّمَاءٌ طَھُوْرٌ ۔ ترجمہ۔ یعنے خرما پاک ہے اسلئے اسکا پانی بھی پاک و پاک کنندہ ہے۔ اور پردہ دار گھر میں آنیکے لئے اذن کے متعلق فرمایا اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِیْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ ۔ ترجمہ۔ یعنے اذن طلب کرنا نظر کے لئے ٹھہرایا گیا ہے یعنے جب کوئی شخص پردہ دار گھر میں آنا چاہے تو پہلے اذن طلب کرلے اور اطلاع دے تاکہ مستورات پردہ میں ہو جائیں اور نہ مرد کی نظر اُنپر پڑے اور نہ مستورات کی نظر مرد پر پڑے۔ اور اسی طرح ایک اور امر کے متعلق فرمایا اِنَّمَا نَھَیْتُکُمْ مِنْ اَجْلِ الرَّأْفَۃِ بِکُمْ ۔ ترجمہ۔ یعنے میں نے تم پر رحم کرکے اس کام سے تمکو منع کردیا۔ اور احرام حج میں مرنیوالے کے منہ کو نہ ڈھانپنے کی وجہ کے متعلق فرمایا اِنَّہٗ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مُلَبِّیًا ۔ ترجمہ یعنے احرام حج میں فوت ہونیوالے کا منہ نہ ڈھانپو کیونکہ وہ قیامت کو لبیک کہتا ہوا اٹھیگا۔ اور اپنی عورت کی زندگی میں اسکی پھوپھی۔ خالہ سے وجہ حرمت نکاح کے متعلق فرمایا اِنَّکُمْ اِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِکَ قَطَعْتُمْ اَرْحَامَکُمْ ۔ ترجمہ یعنے اگر تم اپنی عورت کی زندگی میں اُسکی پھوپھی یا خالہ سے نکاح کروگے تو تمہارا یہ فعل قطع صلہ رحمیوں کا باعث ہوگا۔ اسلئے ایسا نکاح حرام ہوا۔ ایسا ہی ایک ایسی عورت سے نکاح حرام ہے جبتک کہ اُس عورت کی پھوپھی یا خالہ کسی شخص کے نکاح میں اُس عورت سے پہلے زندہ موجود ہو۔ اور حیض میں حرمت جماع کا سبب خدا تعالے یوں بیان فرماتا ہے۔ یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ ھُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ ترجمہ۔ یعنے تجھسے حیض میں حرمت جماع کا سبب پوچھتے ہیں تو کہو حیض میں جماع اس لئے منع کیا گیا کہ حیض نجاست ہے جو حیض میں جماع کریگا وہ ظاہری و باطنی نجاست میں آلودہ ہوگا لہذا حالت حیض میں عورتوں سے کنارہ کرو اور ان سے جماع نہ کرو جبتک عورتیں حیض سے پاک نہ ہولیں۔ اور حرمت شراب و قمار بازی کا سبب بیان فرمایا اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ ۔ ترجمہ۔ یعنے شیطان چاہتا ہے کہ شراب خوری و قمار بازی کے سبب تمہارے درمیان عداوت و دشمنی ڈالدے اور تمکو خدا تعالے کی یاد اور نماز سے روکدے پس تم ان دونوں فعلوں سے باز آجاؤ۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سرگوشی کی حرمت کا سبب بیان فرمایا لَا یَتَنَاجٰی اِثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ فَاِنَّ ذٰلِکَ یُحْزِنُہٗ ۔ ترجمہ یعنے تیسرے آدمی سے علیحدہ دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں کیونکہ

یہ امر تبیسرے کے لئے باعث رنج ہوگا۔ گدہے کی حرمت کا سبب بیان فرمایا اِنَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ یَنْهَیَانِکُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَاِنَّهَا رِجْسٌ ترجمہ یعنے خدا تعالےٰ اور اسکا رسول تمکو گدہے کے گوشت کھانے سے منع فرماتے ہیں کیونکہ گدہا ناپاک ہے۔ آپنے اپنے لئے حرمت صدقہ کا سبب بیان فرمایا اِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ اِنَّمَا هِیَ اَوْسَاخُ النَّاسِ۔ ترجمہ۔ یعنے صدقہ محمدؐ اور آل محمدؐ کیلئے حلال نہیں ہے کیونکہ صدقہ لوگوں کے گناہوں کی میل ہے۔

کبھی احکام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے اُن احکام کے نظائر و اسباب سے بیان فرمایا اور انکی مثالیں بیان کیں۔ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ صَنَعْتُ الْیَوْمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمْرًا عَظِیْمًا قَبَّلْتُ وَاَنَا صَائِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَرَأَیْتَ لَوْ تَمَضْمَضْتَ بِمَاءٍ وَاَنْتَ صَائِمٌ فَقُلْتُ لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَصُمْ۔ ترجمہ۔ یعنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا کہ یا رسول اللہ آج مینے بڑا کام یعنے خراب کام کیا کہ مینے اپنی عورت کو بحالت روزہ چوم لیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو فرمایا کہ اگر تم بحالت روزہ پانی سے کلی کرو تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت عمر کہتے ہیں مینے عرض کیا کہ اسمیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ رکھے رکھو۔ اگر مثل کا حکم اسکی مثل پر اور احکام میں معانی و اسباب مؤثرہ احکام کی نفی و اثبات کا سبب نہ ہوتے تو آنحضرتؐ اس تشبیہ کا ذکر نہ فرماتے۔ اس تشبیہ کا ذکر اسلئے فرمایا تاکہ اسکی اسباب پر دلالت ہو کہ حکم کی نظیر اسکی مثل کے حکم پر ہوتی ہے اور بوسہ جو کہ جماع کا وسیلہ ہے اسکو منہ میں پانی رکھنے کیطرح قرار دیا کیونکہ منہ پانی پینے کا وسیلہ ہے۔

ایک شخص نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرا باپ مسلمان ہوگیا ہے اور وہ بہت بوڑہا ہے سواری پر بیٹھ نہیں سکتا اور اُسپر حج فرض ہے کیا میں اسکیطرف سے حج کرلوں آنحضرتؐ نے فرمایا لَوْ کَانَ عَلٰی اَبِیْكَ دَیْنٌ اَکُنْتَ قَاضِیًا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَدَیْنُ اللّٰہِ اَحَقُّ اَنْ یُّقْضٰی۔ ترجمہ۔ یعنے اگر تیرے باپ پر قرضہ ہوتا تو اسکو تو ادا کرتا یا نہیں۔ اُس نے کہا ہاں میں ادا کرتا۔ فرمایا پس خدا تعالےٰ کا قرضہ زیادہ تر ادا کیے جانیکا حق رکھتا ہے۔ اس مثل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حکم کو دوسرے حکم سے قریب کیا اور خدا تعالےٰ کے قرضہ کو وجوب ادا میں آدمی کے قرضہ کیطرح ٹھہرایا اور ایک نظیر کو دوسری نظیر سے ملحق کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی بیوی سے مباشرت کرنے میں تمہارے لئے اجر ہے صحابہ نے عرض کیا کہ کیا کوئی شخص اپنی خواہش کو پورا کرے تو بھی اسکو اس امر پر ثواب ملسکتا ہے؟

فرمایا کیوں نہیں۔ اگر تم حرام میں خواہش وشہوت رانی کرتے تو اسپر گناہ ہوتا یا نہیں۔

ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جب عورت کو احتلام ہو تو کیا اسپر غسل واجب ہوتا ہے آپ نے فرمایا ہاں ایسی عورت پر غسل واجب ہوتا ہے۔ ام سلمہؓ نے سنکر عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا اِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ۔ ترجمہ یعنے عورتیں بھی تو مردوں ہی کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ اسمیں آنحضرتؐ نے ظاہر فرمایا کہ مرد وعورت آپسمیں ایک دوسرے کے ٹکڑے واجزا ونظیریں ہیں جنمیں امر احتلام کے متعلق اختلاف نہیں ہے۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کی فطرت میں یہ بات ثابت شدہ ومعلوم ہے کہ دو ٹکڑوں ودو نظیروں کا ایک ہی حکم ہوا کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تقدیر الٰہی وشرع ایزدی کی علت وسبب بیان فرمایا ہے یہ امر دو چیزوں کی برابری اور دو متشابہ قرینوں پر دلیل اور ایک چیز کا حکم دوسری چیز کو عطا ہونیکی سبیل ہے۔

حضرت ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اَلْقِیَاسُ فِیْ ضَرْبِ الْاَمْثَالِ مِنْ خَاصَّۃِ الْعَقْلِ وَقَدْ جَعَلَ اللّٰہُ فِیْ فِطَرِ النَّاسِ وَعُقُوْلِھِمُ التَّسْوِیَۃَ بَیْنَ الْمُتَمَاثِلَیْنِ وَاِنْکَارَ التَّفْرِیْقِ بَیْنَھُمَا وَالْفَرْقَ بَیْنَ الْمُخْتَلِفَیْنِ وَاِنْکَارَ الْجَمْعِ بَیْنَھُمَا وَقَدْ اَرْشَدَ اللّٰہُ تَعَالٰی عِبَادَہٗ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعٍ مِنْ کِتَابِہٖ۔ فَقَاسَ النَّشْاَۃَ الثَّانِیَۃَ عَلَی النَّشْاَۃِ الْاُوْلٰی فِی الْاِمْکَانِ وَجَعَلَ النَّشْاَۃَ الْاُوْلٰی اَصْلًا وَالثَّانِیَۃَ فَرْعًا عَلَیْھَا وَقَاسَ حَیَاۃَ الْاَمْوَاتِ بَعْدَ الْمَوْتِ عَلٰی حَیَاۃِ الْاَرْضِ بَعْدَ مَوْتِھَا بِالنَّبَاتِ وَقَاسَ الْخَلْقَ الْجَدِیْدَ الَّذِیْ اَنْکَرَہٗ اَعْدَاؤُہٗ عَلٰی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَجَعَلَہٗ مِنْ قِیَاسِ الْاَوْلٰی کَمَا جَعَلَ قِیَاسَ النَّشْاَۃِ الثَّانِیَۃِ عَلَی الْاُوْلٰی مِنْ قِیَاسِ الْاَوْلٰی وَقَاسَ الْحَیَاۃَ بَعْدَ الْمَوْتِ عَلَی الْیَقْظَۃِ بَعْدَ النَّوْمِ وَضَرَبَ الْاَمْثَالَ وَصَرَّفَھَا فِی الْاَنْوَاعِ الْمُخْتَلِفَۃِ وَکُلُّھَا اَقْیِسَۃٌ عَقْلِیَّۃٌ یُنَبِّہُ بِھَا عِبَادَہٗ عَلٰی اَنَّ حُکْمَ الشَّیْءِ حُکْمُ مِثْلِہٖ فَاِنَّ الْاَمْثَالَ کُلَّھَا قِیَاسَاتٌ یُعْلَمُ مِنْھَا حُکْمُ الْمُمَثَّلِ مِنَ الْمُمَثَّلِ بِہٖ وَقَدِ اشْتَمَلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی بِضْعَۃٍ وَّاَرْبَعِیْنَ مَثَلًا تَتَضَمَّنُ تَشْبِیْہَ الشَّیْءِ بِنَظِیْرِہٖ وَالتَّسْوِیَۃَ بَیْنَھُمَا فِی الْحُکْمِ وَقَالَ تَعَالٰی وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ۔ وَمَا یَعْقِلُھَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ۔ ترجمہ۔ مثالیں بیان کرنے میں قیاس کرنا عقل کا خاصہ ہے اور خدا تعالےٰ نے لوگوں کی فطرتوں اور عقلوں میں دو یکساں باتوں کو برابر سمجھنا اور ان میں جدائی کا انکار کرنا اور دو مختلف ومتضاد اشیاء میں فرق کرنا اور ان میں برابری کا انکار کرنا مرکوز فرمایا ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ اس امر کا ذکر فرمایا ہے اور دوسری پیدائش کا قیاس پہلی پیدائش پر ممکن ہونا بیان فرمایا اور پہلی پیدائش کو اصلی اور دوسری کو فرعی ٹھرایا اور مرنے کے بعد مردوں کے زندہ ہونیکا قیاس زمین کے خشک ہونیکے بعد نباتات سے سبز ہونے پر بیان فرمایا۔ اور نئی

پیدائش جسکا دشمنان خدا انکار کرتے ہیں آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے پہ قیاس فرمایا اور اس امر کو پہلا قیاس ٹھہرایا جیساکہ دوسری پیدائش کے قیاس کو پہلی پیدائش کے قیاس پہ مناسبت دی اور مرنیکے بعد زندہ ہونیکا قیاس سو جانیکے بعد بیدار ہونے پر بیان کیا۔ اور مثالیں اور مختلف قسمیں بیان کیں اور یہ سب عقلی قیاسات ہیں اور اپنے بندوں کو آگاہ کیا ہے کہ چیز کا حکم اسکی مثل پر ہوتا ہے مثالیں قیاسات عقلیہ ہیں جنسے حکم مثل کا مثل بہ سے معلوم ہو سکتا ہے اور قرآن کریم میں قریبًا پچاس مثالیں ایسی ہیں جنمیں نظائر و برابری حکم کا ذکر ہے اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ یہ سب مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں۔ اور علم والے لوگ انکو سمجھتے ہیں۔

کتاب الطہارۃ

اسرار وضو

معنے لفظ وضو لفظِ وُضو عربی لغت وِضَاءۃٌ سے نکلا ہے۔ وضاءۃ کے معنے پاکیزگی صفائی وخوبی کے ہیں اور وُضو لغت میں صاف وستھرا بننے اور اصطلاح شرع میں طہارت صغری یعنے اندامہائے مخصوصہ منہ۔ ہاتھ۔ پاؤں کے دہونے۔ کلّی کرنے ومسح کان وسر کو کہتے ہیں۔ وَضو بالفتح پانی۔ بالکسر لوٹا۔ بالضم اُس فعل کو کہتے ہیں جسکا ہم ذکر کرتے ہیں۔

وجہ تسمیہ وضو چونکہ اس فعل سے انسان کو ظاہری وباطنی پاکیزگی وصفائی حاصل ہوتی ہے اسلئے اس فعل کا نام وُضو ٹھہرا۔

الفاظ احکامِ شریعت کی دلالتیں لفظِ وضو اسبات پہ دلالت کرتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے انسان کے لئے یہ فعل کسی ایسے مہتم بالشان امر کے لئے موضوع فرمایا ہے جسمیں دیگر احکام شریعت کی طرح انسان کی ظاہری خوبی کے ساتھ باطنی پاکیزگی بھی ملحوظ ہے۔ کیونکہ احکام شریعت کے سخن میں انسان کے لئے بڑی بڑی خوبیاں اور اسرار رکھے ہیں جنکے ظاہر سے انکے باطن وحقیقت کیطرف اسکو مختلف پیرایوں میں توجہ دلائی گئی اور اُنپر آگاہ کیا گیا ہے۔

اول حکمت وضو سات اندام وضو کے لئے مخصوص ہونے کی وجہ (۱) وضو کے لئے سات اندام مخصوص ہیں۔ مُنہ دونوں ہاتھ۔ دونوں پاؤں۔ کان۔ سر۔ اور انکی

وتخصیص کا ذکر احادیث نبویہ میں مفصل مذکور ہے لہذا بقدر کفایت ہم اس امر کی کسیقدر تفصیل لکھدیتے ہیں اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ انسان کی بناوٹ اور وضع پر غور کرو تو تم پر واضح ہوگا کہ اسکے اخلاقی اعضاء جنپر تمام شرائع وقوانین کا دارمدار ہے ذو وجہین و ذو قوتین یعنے دو رخے اور دوہری قوتوں والے ہیں مثلاً آنکھ۔ زبان۔ کان۔ دماغ پیٹ۔ ہاتھ پاؤں۔ یہی اعضا ہیں جنکے ساتھ اخلاقی شریعت بلکہ قوانین معاش ومعاد کا تعلق ہمیں نظر آتا ہے۔ انہی سے انسان خدا تعالےٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہوکر اپنے لئے سات دوزخوں کی راہ بنانا اور انہی کے وسیلہ جمیلہ سے خدا تعالےٰ کی فرمانبرداری واطاعت کا اظہار کرکے سات بہشت اپنے اعمال حسنہ کے بدلہ میں اور ایک زائد بطور انعام واکرام پاتا ہے کیونکہ کریم کا یہ شیوہ ہے کہ وہ اپنی خوشی ورضا کے اظہار میں حق واجب سے بڑھکر اجرت دیا کرتا ہے۔ اسلئے ان ساتوں اندامون کو الٰہی نافرمانیوں سے دھونے ودست بردار ہونیکا امر ہوا تاکہ انسان آثار دوزخ سے نجات پائے اور قابل دخول بہشت ہو۔ اسی امر کیطرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اشارہ فرماتے ہیں مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا يَتَوَضَّأُ فَيُسْبِغُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ اِلَّا فُتِحَتْ لَهُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ۔ ترجمہ یعنے تم میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو پورا پورا وضو کرے اور پھر اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین کہے مگر اسکے لئے آٹھوں بہشتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازہ سے چاہے داخل ہو۔ الغرض یہی اعضاء درکات جہنم اور یہی اعضاء درجات بہشت کے راستے ہیں ؎

راہ جنت دوزخ ایں اعضائے تست ہر چہ کاشے بدر وی برضائے تست

پس بہ نیت عبادت الٰہی وضو کرنا آثار دوزخ کے مٹانے وآثار جنت کے قبول کرنے کے لئے امر ہوا تاکہ انسان ظاہری وباطنی میل سے پاک وصاف ہوکر خدا تعالےٰ کے حضور میں کھڑا ہو۔

وضو کی فلاسفی علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں

حضرت علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ وضو کی فلاسفی الفاظ ذیل میں بیان فرماتے ہیں۔ هٰذِهِ الْاَعْضَاءُ هِيَ الْاٰلَاتُ الْاَفْعَالِ الَّتِي يُبَاشِرُ بِهَا الْعَبْدُ مَا يُرِيدُ فِعْلَهُ وَبِهَا يَعْصِي اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَيُطَاعُ فَالْيَدُ تَبْطِشُ وَالرِّجْلُ تَمْشِي وَالْعَيْنُ تَنْظُرُ وَالْاُذُنُ تَسْمَعُ وَاللِّسَانُ يَتَكَلَّمُ فَكَانَ فِي غَسْلِ هٰذِهِ الْاَعْضَاءِ اِمْتِثَالًا لِاَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِقَامَةً لِعُبُودِيَّتِهِ مَا يَقْتَضِي اِزَالَةَ مَا لَحِقَهَا مِنْ دَرَنِ الْمَعْصِيَةِ وَوَسَخِهَا

وضو کی فلاسفی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں

وَقَدْ اَشَارَ صَاحِبُ الشَّرْعِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى هٰذَا الْمَعْنٰى بِعَيْنِهِ حَيْثُ قَالَ فِي الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ الَّذِي رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِّثْنِيْ عَنِ الْوُضُوْءِ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ رَجُلٍ يُقَرِّبُ وَضُوْءَهُ فَيَتَمَضْمَضُ وَيَسْتَنْشِقُ فَيَنْتَثِرُ اِلَّا خَرَجَتْ خَطَايَا وَجْهِهِ مِنْ اَطْرَافِ لِحْيَتِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَمْسَحُ رَأْسَهُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَأْسِهِ مِنْ اَطْرَافِ شَعْرِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ فَاِذَا هُوَ قَامَ فَصَلّٰى فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهُ بِالَّذِيْ هُوَ اَهْلُهُ اَوْ هُوَ لَهُ اَهْلٌ وَفَرَّغَ قَلْبَهُ لِلّٰهِ اِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيْئَتِهِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ ۔ ترجمہ۔ یعنے یہی اندام وضو توان فعلوں کے ذریعے اور آلات ہیں جنکے ساتھہ انسان انکو عمل میں لاتا ہے اور اپنے دلی ارادہ کا اظہار اُنکے ساتھہ کرتا ہے۔ انہی انداموں سے انسان خدا تعالے کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا اور انہی سے اسکی اطاعت بجالاتا ہے۔ ہاتھہ پکڑتے ہیں پاؤں چلتے۔ آنکھیں دیکھتی۔ کان سنتے زبان بات کرتی ہے۔ پس ان اعضا کے دہونے میں حکم الٰہی کی اطاعت ہے اور ان انداموں سے اُسکی عبادت قائم کرنا اس امر کا مقتضی ہے کہ پہلے ان انداموں سے آلٰہی نافرمانی اور باطنی پلیدی وسیل دہوئی جائے۔

چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعینہٖ اس امر کیطرف صحیح مسلم میں اشارہ فرمایا ہے۔ عمرو بن عبسہ راوی ہے کہ مینے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ یارسول اللہ مجھے وضو کی حکمت و رازسے مطلع فرماویں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تم میں سے بارادہ وضو پانی کے پاس جاتا اور کلی کرتا اور ناک جھاڑتا ہے تو جبڑوں کے اطراف سے اُسکے منہ کے گناہ پانی سے جھڑجاتے ہیں۔ پھر جب کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کو دہوتا ہے تو اُسکے ہاتھوں کے گناہ پانی کے ساتھہ انگلیوں کے سروں سے نکل جاتے ہیں۔ پھر جب اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو پانی کے ساتھہ اُسکے سر کے گناہ بالوں کی اطراف سے نکل جاتے ہیں۔ پھر جب دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دہوتا ہے تو پانی کے ساتھہ اسکے پاؤں کے گناہ انگلیوں کے سروں سے نکل جاتے ہیں پس جب وہ کھڑا ہوکر نماز پڑہتا ہے اور خدا تعالے کی صفت و ثنا اور اسکی بزرگی کما حقہ بیان کرتا ہے اور اپنے دل کو محض خدا تعالے کے لئے خالی کردیتا ہے تو وہ نماز سے فارغ ہونیکے وقت گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ اپنی والدہ کے شکم سے جننے کے دن گناہوں سے پاک پیدا ہوا تھا

اسرار طہارۃ بزبان حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

ہم نے اسرار وضو کے ابتدا میں اس امر کا ذکر کیا ہے اور اب اُسکو پھر دوہراتے ہیں کہ احکام آلٰہی کے تحت میں بڑے بڑے اسرار و حقائق

ہوتے ہیں اور ان سب کیطرف انسان کو دعوت کی گئی و توجہ دلائی گئی ہے جنمیں سے کچھ قدر ہم لکھ چکے ہیں اور کچھ حضرت محی الدین ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ میں سے مع ترجمہ ذیل میں لکھدیتے ہیں۔ علاوہ ازیں اور بھی ہیں بشرط ایفائے زندگی اس امر میں ایک مستقل کتاب لکھونگا۔

تبصر تجد سر الطهارة واضحا　　یسیرا علی اهل التیقظ والذکا

فکم طاهر لم یتصف بطهارة　　اذا جانب البحر اللدنی واحتمی

ولو غاص فی البحر الاجاج حیاته　　ولم ینق عن بحر الحقیقة ما ذکا

وان غسل الکفین وترا ولم یزل　　بخیلا بما یهوی علی فطرة الاولی

فما غسلت کف خضیب ومعصم　　اذا لم یکن سیفا لتوکل منتضی

اذا صح غسل الوجه صح حیاؤه　　وصح له رفع الستور متی یشاء

وان لم یر الکرسی فی غسل رجله　　تناقض معنی الطهر للجبن واتقی

اذا مضمض الانسان فاه ولم یکن　　بریا من الدعوی وفیما بما ادعی

صما خاه ما ینفک یطهر ان صفا　　الی احسن الاقوال واکتفوا قتفی

وستنشق ما تنسم ریح الضلاله　　وستنثر او دی به کثرة الردی

اذا اجنب الانسان عم طهوره　　کما عمت اللذات اجزاءه العلی

المنزل الله نبه خلقه　　باخراجه بین الترائب فی المطا

ترجمہ۔ بیٹے خوب غور کرو تو طہارت کے بھید کو واضح پاؤگے کیونکہ طہارت کا راز ہوشیار و دانشمند پہ بآسانی واضح ہوجاتا ہے ❁ بہت طہارت کرنے والے جبکہ وہ دریائے لدنی سے کنارہ کشی کریں اور علیحدہ ہوں تو وہ طہارت سے موصوف نہیں ہوسکتے ❁ اور اگرچہ وہ دریائے شور میں غوطے لگاتے رہیں اور بحر حقیقت سے چلو نہ بھریں تو وہ پاک نہیں ہوتے ❁ اور اگر طہارت کرنے والا دونوں ہتھیلیاں کبھی طاق بار دھوڈالے اور مال کی محبت کے باعث بخل رکھتا ہو تو وہ اسیطرح پہلی حالت میں ہی ہیں اور ناپاک ہیں ❁ پس نہ تو وہ ہتیلی دھوئی گئی اور نہ کلائی پاک ہوئی۔ جبتک شمشیر توکل سے درخت بخل کو نہ کاٹے ❁ جب عنداللہ منہ کا دہونا بوجہ حقیقت درست ہوتا ہے تو اُس منہ میں شرم وحیا کی صفت پیدا ہوجاتی ہے اور ایسا منہ جب چاہے اُسکے آگے حقائق سے پردے و حجاب اُٹھائے جاتے ہیں اور اگر پاؤں کے دہونے میں علم الٰہی کا لحاظ نہ کرے تو اُسی وقت طہارت کے معنوں و صفت میں نقص و شکست آتی اور طہارت زائل ہوجاتی ہے ❁ جب انسان اپنے منہ کی کلی کرے اور

دعوی سے پاک نہ ہو اور اپنے دعوی کے موافق عمل کے ساتھ اسکی وفا نہ کرے تو اسکا منہ پاک نہیں ہوتا اور اسکے دونوں کانوں کے سوراخ پاک نہیں ہوتے جبتک اچھے اقوال کے سننے پر اکتفا کرکے انکی پیروی نہ کرے ٭ اور جبتک حقیقت پر غور نہ ہو ناک بھی پانی ڈالنے والا خدا کے وصال کی بو بھی نہیں سونگھتا اور بغیر غور حقیقت ناک جھاڑنے والے پر بہت سی بلائیں وارد ہوتی ہیں جب انسان کو جنابت لاحق ہوتی ہے تو اسپر سارے بدن کا دھونا واجب ہوتا ہے کیونکہ اسکے بدن کے اعلی اجزائے تمام لذت اٹھائی ہے ٭ کیا تو نہیں جانتا کہ خدا نے انسان کی پیدائش اس منی سے کی ہے جو سینے اور پشت کے درمیان سے ہوکر خارج ہوتی ہے اور وہ اعلے بدن کے اجزا ہوتے ہیں۔

یعنے خروج منی اعلی و اسفل بدن سے ہوتی ہے اسلئے سارے بدن کا دھونا لازم ہوا۔

تشریح۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ راہ خدا میں ہاتھوں سے مال خرچ کرنے میں انسان میں بخل کی صفت موجود ہو تو وہ ہاتھ بوجہ حقیقت بخل کے گناہ سے پاک نہیں ہوتے جبتک بخل کی جڑ کو کاٹا نہ جائے ۔ اور چہرہ بوجہ حقیقت جب ہی پاک ہوتا ہے کہ انسان خدا کے حضور میں گناہ کرنے میں بے باک نہ ہو بلکہ اسکی آنکھوں میں شرم و حیا کی صفت ہو کہ گناہ کرکے یہ آنکھیں خدا کے سامنے کیونکر ہونگی۔ پاؤں بوجہ حقیقت پاک نہیں ہوتے جبتک اسکو یہ خیال نہ ہو کہ خدا تعالے کے فرش و تخت زمین پر اسکی نافرمانی کے ارادے سے ان پاؤں سے چلنا اچھا نہیں اور وہ اس سے باز نہ آئے۔ اور زبان بوجہ حقیقت جب ہی پاک ہوتی ہے کہ ناجائز اقوال سے بری ہو۔ اور جس سچائی کا دعوی زبان سے کرے اسکا خدا کے ساتھ ایفا کرے۔ علی ہذا القیاس اور بھی ہیں۔ جب انسان ان تمام امورات پر کما حقہٗ بعبور بوجہ حقیقت کرتا اور عامل بنتا ہے تو اسکے تمام حواس مذکورہ میں ایک تیز روحانی قوت آجاتی ہے۔ اور ہر ایک قوت سے عجیب عجیب اسرار الٰہی کا تماشا کرتا ہے۔ وہ یوں ہوتا ہے کہ جو باتیں لوگ اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں وہاں اسکے ہاتھ اشارات کا کام لیتے ہیں جو باتیں لوگوں کو دور دراز ممالک و عالم آخرت میں پہونچکر دیکھنی نصیب ہوتی ہیں وہ اسکو اسی جگہ برأس العین والقلب نظر آجاتی ہیں۔ جن مقامات میں لوگ اپنے قدموں سے چلکر پہونچا جاتے ہیں وہاں اسکے دل کا ایک چھلانگ سے پہونچنا ہوتا ہے۔ علی ہذا القیاس اور بھی ہیں۔

دوم حکمت وضو ترک غفلت وضو انسان کو ظاہری و باطنی گناہوں و غفلت کے ترک کرنے پر آگاہ کرتا ہے اگر نماز بغیر وضو کے پڑھنی مشروع ہوتی تو انسان اسیطرح پردۂ غفلت میں سرشار رہتا اور نا فلانہ نماز میں داخل ہو جاتا۔ دنیاوی ہموم و مشاغل میں انسان نشہ باز کیطرح ہو جاتا ہے

لہذا اس لتۂ غفلت کو اُتار نیکے لیئے وضو مشروع ہوا ہے۔

سوم حکمت وضو قرب ملائکہ طہارت کی وجہ سے انسان کو فرشتوں کے ساتھ قرب واتصال ہوجاتا ہے لہذا وہ اس قابل ہوجاتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے دربار میں اسکو شرف باریابی عطا ہو۔

چہارم حکمت وضو بعد شیاطین طہارت کی وجہ سے شیاطین سے انسان کو بعد و دوری حاصل ہوتی ہے۔ پس جسکو شیاطین سے دوری اور قرب ملائکہ حاصل ہو خدا تعالےٰ اسکو چاہتا ہے کہ وہ اُسکے حضور میں حاضر ہو۔

پنجم حکمت وضو حفظ ما تقدم امراض۔ مشاہدہ و طبی تجارب اس امر کے شاہد ہیں کہ انسان کے اندرونی جسم کے زہریلے مواد اطراف بدن کو خارج ہوتے رہتے ہیں۔ اور بسا اوقات زہریلے مواد اطراف بدن ہاتھ۔ پاؤں یا اطراف منہ وسر پر آکر ٹھہر جاتے ہیں اور مختلف اقسام کے زہریلے پھوڑے پھُنسیاں ہوکر نکلتے ہیں۔ اور بُری جو اکثر ہاتھوں یا پاؤں کی انگلیوں پر آکر نکلتی ہے وہ بھی جسم کے زہریلے مواد کا ایک ذخیرہ ہوتا ہے جسکا ظہور ایک موذی پھوڑے کی شکل میں ہوتا ہے۔ اور بطور حفظ ما تقدم وضو سے وہ گندے مواد رفع ہوتے رہتے ہیں یا جسم کے اندر زہریلے مواد کا جوش پانی سے بجھ جاتا ہے یا خارج ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں اول حکمت وضو میں صریح اس امر کیطرف اشارہ ملتا ہے۔ اور بیماری کے جرم جو ان اندامون پر آکر ٹھہرتے ہیں وہ دہونے سے رفع ہوجاتے ہیں۔

ششم حکمت وضو رفع عذاب طہارت سے کئی قسم کے عذاب دور ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پیشاب سے اپنے آپ کو پاک و صاف رکھو کیونکہ عام عذاب جو انسان کو گندہ و ناپاک رہنے سے ہوتا ہے۔ پس جس ذریعہ سے انسان سے عذاب کا فرد جرم اُٹھ جائے لازم ہے کہ اُس ذریعہ کو انسان کے لیئے ایک شعار بنایا جائے اور جو انسان اس شعار الٰہی کا پابند ہو اسکو حضور الٰہی کا استحقاق حاصل ہوتا ہے۔

ہفتم حکمت وضو حب الٰہی بہ نیت اطاعت الٰہی ظاہری طہارت و باطنی نظافت کا پابند خدا تعالےٰ کا محبوب بنجاتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ترجمہ۔ یعنے خدا تعالےٰ باطنی و ظاہری طہارت و صفائی کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔ ایسے لوگ خدا تعالےٰ کے محبوب بنجاتے ہیں۔ پس جس صفت سے انسان کو خدا تعالےٰ کا محبوب بننے کا شرف عطا ہو لازم ہے کہ اُسکے حضور میں جانیکے وقت انسان اُس سے متصف ہو۔

ہشتم حکمت وضو غلبہ ملکیت بر بہیمیت
جب طہارت کی کیفیت نفس میں راسخ ہو جاتی ہے تو ہمیشہ کے لئے نور ملکی کا ایک شعبہ اسمیں ٹھر جاتا ہے اور بہیمیت کی تاریکی کا حصہ مغلوب ہو جاتا ہے نیکیوں کے لکھے جانے اور خطاؤں کے محو ہونیکے یہی معنے ہیں پس جس انسان کی ملکی حالت غالب اور بہیمیت مغلوب ہو تو وہ کامل طور پر خدا تعالےٰ کا حضوری بن سکتا ہے۔

نہم حکمت وضو ازدیاد عقل
طہارت سے طبیعت میں عقل کا مادہ بڑہتا رہتا ہے پس جہاں عقل کامل ہوگی وہاں حضور آلہی بھی تام ہوگا۔

دہم حکمت وضو ثابت قدمی بر حق و خروج پلیدئی شیطانی
وضو سے راہ حق میں ثابت قدمی بڑہتی اور شیطانی پلیدی نکل جاتی ہے چنانچہ خدا تعالےٰ اس امر کیطرف قرآن کریم میں ایما فرماتا ہے وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ترجمہ یعنے خدا تعالےٰ تم پر آسمان سے پانی اُتارتا ہے تاکہ تمکو اُسکے ساتھہ پاک کرے اور شیطانی پلیدی (غفلت۔ غصہ۔ امراض ردّیہ) تم سے دور کرے۔ اور تمہارے دلوں پر اُسکے ساتھہ اسلام کا رابطہ قائم رکھے اور تمکو اس سے ثابت قدم کرے اس میں طہارت صغریٰ وکبریٰ دونوں شامل ہیں۔

یازدہم حکمت وضو عود نور و سرور
گناہوں وکسالت کے باعث جو روحانی نور و سرور اعضا سے سلب ہو چکا تہا وضو کرنے سے دوبارہ اُن میں عود کرآتا ہے۔ یہی روحانی نور قیامت میں ان اعضائے وضو میں نمایاں طور پر درخشاں ظاہر ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ اُمَّتِيْ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُّطِيْلَ غُرَّتَهٗ فَلْيَفْعَلْ ترجمہ۔ یعنے قیامت کے دن میری امت کو جب پکارا جائیگا تو وضو کے آثار سے اُنکے ہاتہہ پاؤں اور چہرے روشن ہونگے۔ اسلئے تم میں سے جو کوئی اپنی روشنی بڑہا سکے وہ بڑہالے ایک دوسری حدیث میں آیا ہے تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوْءُ۔ ترجمہ۔ یعنے جہانتک وضو کا پانی پہونچیگا وہاں تک مومن کو جنت کا زیور پہنایا جائیگا۔

دوازدہم حکمت وضو شعائر آلہی میں بطہارت داخل ہونا
چونکہ نماز عظیم الشان شعائر آلہی میں سے ہے لہذا اس شعائر آلہی میں داخل ہونیکے لئے وضو لازم ٹھرایا گیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ۔ ترجمہ۔ یعنے نماز کی کنجی وضو ہے۔

سیزدہم حکمت وضو عرض حال
رعایا کو بغرض عرض مطلب اور احکام شاہانہ سننے کے لئے

دربار شاہی میں جانیکی ضرورت ہوتی ہے اور اسوجہ سے تمام آداب و تعظیمات جو وقت حضوری دربار بجالاتے ہیں وہ سوال ہی کی مد میں شمار کئے جاتے ہیں مگر جیسے عرض مطلب کے لئے زبان اور حکم سننے کے لئے کان چاہئیں ایسا ہی حضوری دربار کے لئے ہاتھ۔ منہ۔ پاؤں کا دہونا اور درستی لباس کی ضرورت ہے اور یہ سب کچھ مد سوال و عرض حال ہی میں شمار کئے جاتے ہیں۔

چہاردہم حکمت وضو حضوری دربار سلاطین و پاکیزہ کام کے وقت ان اعضاء کا دہونا جب امرا و سلاطین کے حضور میں جاتے ہیں یا کوئی عمدہ اور پاکیزہ کام کا قصد کرتے ہیں تو اُن اعضا کو دہو لیتے ہیں کیونکہ ان اعضاء پر اکثر گرد و غبار و میل کا اثر ہوتا رہتا ہے۔ لہذا انسان کو آگاہ کیا گیا ہے کہ جبکہ وہ ظاہری حکام و سلاطین کے دربار میں حاضر ہونیکے لئے اسقدر صفائی کا پابند ہے حالانکہ انکی صرف ظاہر پر نظر پڑتی ہے تو احکم الحاکمین کے دربار میں حاضر ہونیکے لئے اسکو زیادہ تر مناسب و لازم ہوا کہ ظاہر و باطن دونوں کو پاک و صاف بنا کر اُسکے حضور میں حاضر ہو۔ کیونکہ اُسکی ظاہر و باطن دونوں پر یکساں نظر پڑتی ہے یہ امر عمدہ آداب وضو کی مناسبت سے ہے۔ کہ دربار حکام و سلاطین کے حضوری و پاکیزہ کاموں کے کرنے و طیبات کو استعمال کرنیکے وقت ان اعضاء کے دہونے سے فطرۃً مناسبت ہے لہذا خدا تعالے کی حضوری و نماز کی تیاری کے لئے وضو کرنا بہت مناسبت رکھتا ہے۔

پانزدہم حکمت وضو بیداری دل تجربہ سے شہادت ملتی ہے کہ ہاتھ۔ پاؤں کے دہونے سے اور منہ و سر پہ پانی چھڑکنے سے نفس پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ غفلت و خواب یا نہایت بیہوشی اس سے دور ہو جاتی ہے۔ اس تجربہ اور علم کی تصدیق طبیبوں کی تجویز سے بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہ اُس شخص کے لئے جسکو غشی ہو یا اسکو زیادہ اسہال آتے ہوں یا کسیکی زیادہ فصد لی گئی ہو یہی پانی چھڑکنا تجویز کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ قرشی نے بھی اپنی کتاب موجز کے صفحہ ۱۴۱ پر اور دیگر اطبائ نے بھی لکھا ہے فَاِنَّهٗ يَنْعَشُ الْحَرَارَةَ الْغَرِيْزِيَّةَ وَيُقَوِّيْهَا وَيَنْفَعُ الْغَشْيَ الْحَادِثَ عَنِ الْكَرْبِ الْحَمَّامِيِّ وَغَيْرِهٖ ترجمہ یعنے منہ ہاتھ پاؤں پہ پانی چھڑکنا حرارت غریزی کو تازہ اور قوی کر دیتا ہے اور حمام وغیرہ کی تکلیف سے جو بیہوشی پیدا ہو اُس میں یہ امر نافع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کو امر ہوا کہ اپنے نفس کی کاہلی اور غفلت و سستی و کثافت کو بذریعہ وضو دور کرے تا کہ خدا تعالے کے حضور میں کھڑا ہونیکے لائق ہو سکے کیونکہ وہ سدا ہوشیار و بیدار ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ترجمہ۔ یعنے خدا تعالے کو غفلت و اونگھ و نیند نہیں پکڑتی۔ پس غافل و کاہل اُسکے حضور میں کھڑے ہونیکے قابل نہیں

ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ نشہ ومستی کی حالت میں نماز پڑھنا مشروع نہیں چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے
لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی۔ ترجمہ یعنے نماز کے نزدیک نہ جاؤ جبکہ تم نشہ کی حالت میں ہو۔
کسی نشہ باز کو کسی ظاہری حاکم و بادشاہ کے دربار میں بحالت نشہ جانیکی اجازت نہیں دیجاتی پس
جبکہ نشہ باز و شرابی بحالت نشہ وغفلت ایک دنیاوی حاکم کے دربار میں باریاب نہیں ہو سکتا تو
نشہ باز وغافل انسان جیسی حالت بنائے ہوئے کسطرح احکم الحاکمین کے دربار میں کب شرف باریابی
عطا ہو سکتا ہے۔ نشہ کی حالت میں نماز اسی لئے ممنوع ہوئی کہ نشہ باز کو بحالت نشہ معلوم نہیں ہوتا
کہ وہ منہ سے کیا کہہ رہا ہے اور اسکے دل میں کیا گذر رہا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔
حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ۔ ترجمہ۔ یعنے نماز اس حالت میں تم پڑھو کہ تمہارے دل کو معلوم ہو
جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہو۔ یعنے ان کلمات سے تمہارے دل کا واقف و دانا ہونا ضروری
ہے جو تمہارے منہ سے نکل رہے ہیں۔ جنکو تم اپنی زبان سے پڑھ رہے ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اگر محض
زبانی کلمات کے دوہرانے سے کوئی شخص مستحق ثواب ہو سکتا ہے بالخصوص وہ کلمات جو دل کی
آگاہی وتنبیہہ کے لئے پڑھے جاتے ہیں تو پھر وہ طوطے جو حافظ آیۃ الکرسی وغیرہ ہوا کرتے ہیں وہ ضرور
مستحق ثواب ہونگے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہی نماز استحقاق ثواب رکھتی ہے جو دل کی
آگاہی سے پڑھی جائے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ تجربہ ومشاہدہ اس بات پر کافی گواہ موجود
ہیں کہ غفلت کی نماز پر کافی ثواب مترتب نہیں ہوتا کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی
عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ۔ ترجمہ یعنے نماز کا فعل نماز پڑھنے والیکو بےحیائی وبدکاری وبرائی اور ہر ایک
قسم کے گناہ سے روکدیتا ہے یعنے نمازی سے منکرات صادر نہیں ہو سکتے۔ مگر جب ہم اپنی آنکھوں
سے دیکھتے ہیں کہ غفلت کی نماز پڑھنے والوں سے بڑے بڑے کام۔ جھوٹ۔ زنا اور قسم قسم کے گناہ اور
بدیاں صادر ہوتی ہیں۔ اور وہ گناہ کرتے ہوئے آخر قبروں میں جا داخل ہوتے ہیں تو اس سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ وہ غفلت کی نماز ہے جو بدیوں سے نہیں روک سکتی ورنہ خدا تعالےٰ کا فرمودہ اٹل ہے
دوا میں اثر ضرور ہے وہ موثر ہے مگر شرط ہے کہ دوا کو اس طریق وشرائط سے استعمال کیا جائے
جسطرح طبیب بتائے۔ ورنہ دوا کی بداستعمالی سے عدم ظہور اثر دوا کا الزام طبیب پر نہیں آتا بیجا ہے
اس تقریر سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ جبتک حضور دل نہ ہو تو وہ نماز کو چھوڑ دے۔ دیکھو جس دوا کے
قوی اثر کا سارا جہان قائل ہو مگر کسی ایک انسان کو کسی خلط فاسد کے باعث یا بداستعمالی سے اثر ظاہر
نہ ہو تو اسکو وہی دوا بار بار بمزید اصلاح استعمال کرائی جاتی ہے۔ آخر اس دوا کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔

ایسا ہی تم نماز بموجب حکم الٰہی باصلاح ظاہر و باطن پڑھتے جاؤ۔ ایک دن اسکا اثر تمہارے دل پر جاکر پڑیگا۔ ہاں میں اسبات کا از روئے عینی شہادت کے اقرار کرتا ہوں کہ اگرچہ بے حضور دل نماز پڑھی ہوئی گناہوں سے تو نہیں روک سکتی مگر اس سے بسا اوقات دنیا میں عذاب ٹلجاتا ہے کیونکہ یہ ہیئت خدا تعالےٰ کو بہت پسند ہے۔

کشفِ حقائق انتبار وضو و نماز تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مینے بعض بڑے فسی القلب اور بڑے بڑے افعال و حرکات شنیعہ و اعمال قبیحہ کرنیوالے انسان دیکھے ہیں جنکا وجود انتظام عالم و امن عامہ میں مخل تھا اور فراستہً معلوم ہوا کہ انکی ہلاکت و گرفتِ الٰہی کا وقت بہت قریب آگیا اور ملائکہ غلاظ انکی سزادہی و عذاب کے لئے غضبناک ہوکر تیار ہوئے اور پھر دیکھا گیا کہ انہوں نے بارادہ نماز وضو کیا اور نماز کو کھڑے ہوگئے پس نور وضو انکے اندامون میں درخشاں ہوا اور ملائکہ عذاب ہٹ گئے اور ملائکہ رحمت اتر آئے اور انکی ہیئتِ نماز نے انکی ہلاکت رفع ہونے اور عذاب ٹلنے کی درخواست پیش کی اور وہ عذاب سے بچگئے۔ کیونکہ نماز کی صورت و ہیئت خدا تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اسلام کے معنے خدا تعالےٰ کے آگے سر تسلیم خم کرنے اور جھکنے کے ہیں۔ اور انسان کی مسلمانی کی پوری ہیئت و تشکل کو نماز ہی ظاہر کراتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی خدا تعالےٰ کے آگے جھکنے کی تشکل و صورت اختیار کرتا ہے تو وہ اس سے عذاب ٹال دیتا ہے۔ مینے اپنے دل و سر کی آنکھوں سے دیکھا کہ بارادہ نماز وضو کرنے اور نماز پڑھنے سے عذاب ٹلجاتا ہے اور قرآن کریم بھی اس امر کیطرف ایما فرماتا ہے وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ لَوْ يُؤَاخِذُهُم بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۱۵ ترجمہ۔ یعنے تیرا پروردگار پردہ پوش اور صاحب رحمت ہے۔ اگر وہ لوگوں کے گناہوں پر انکی گرفت کرے تو انپر فوری عذاب لے آئے۔

اور ایک دوسری جگہ قرآن کریم کے پارہ ۱۴ میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِم مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِن دَابَّةٍ وَلَٰكِن يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى۔ ترجمہ یعنے اگر خدا تعالےٰ لوگوں کے ظلم پر انکو پکڑنے لگے تو زمین پر ایک بھی چلنے والے کو نہ چھوڑے۔ لیکن انکو ایک مقررہ وقت تک مہلت دیتا ہے۔

یہ امر بھی معلوم ہوا کہ وضو کا نور نماز کے نور سے کمتر ہے۔ اور نماز کا نور زیادہ تر اور قوی تر اور پائدار اور رگ رگ میں دھنستا و داخل ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اور جب نماز میں حضور دل نہیں ہوتا اسکا نور بہت کمزور اور تھوڑا ہوتا ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ کہاں جاتا ہے آیا اسکو فرشتے

لے جاتے ہیں یا وہ انسان کے اندر داخل ہو جاتا ہے اور بوجہ نہایت کمی و کمزوری کے انسان کی بہیمیت و درندگی و اخلاق ذمیمہ پر غالب نہیں آسکتا یا کثرت اخلاقِ ردیہ کی ظلمات سے اُسکی تمیز نہیں ہوسکتی غالبًا یہی وجہ ہوگی۔ کیونکہ ایسی نماز آئندہ گناہوں سے مانع نہیں ہوتی۔ جیسا نماز بے حضور دل و بحضورِ دل برابر نہیں ہوتی ہے ایسا ہی وضو کا حال ہے۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ نماز جو حضورِ دل سے نہ پڑھی جائے وہ گناہوں سے مانع نہیں ہوتی۔ مگر جو شخص محض بارادۂ نماز وضو کرتا ہے اُسکے اکثر پہلے گناہ جھڑ جاتے ہیں اور اگر نماز بھی بحضورِ دل ادا کرے تو آئندہ نورِ نماز جو اُسکے دل میں درخشاں ہوگا وہ اُسکو گناہوں سے روک دیگا کیونکہ گناہ ظلمات یعنے تاریکی سے نسبت رکھتے ہیں اور نماز روشنی و تنویر دل کی موجب ہے۔ پس جہاں نماز کی روشنی ہوگی وہاں گناہوں کی تاریکی نہیں آسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ۔ ترجمہ یعنے نماز بےحیائی و بدکاری سے روکتی ہے۔

بے حضوری کی نماز پڑھنے سے آخروی عذاب کے آثار کلیتہً انسان کے جسم و روح سے معدوم نہیں ہوتے۔ بلکہ مرنیکے بعد مختلف موذی رنگوں میں نمودار ہوکر برزخ میں صاحب عمل کو گھیر لیتے ہیں بہر حال اگر حضورِ دل سے نماز ادا ہو تو عذاب دارین سے نجات ملجاتی ہے اور سب سے اسمیں بڑھکر جو تجربی کی بات یہ ہے کہ حضورِ دل کی نماز سے حصول دیدار آلہی کی یقینی و قوی امید ہے۔ حضورِ دل کی نماز دیدار آلہی کے لئے روحانی آنکھوں کی بینائی کو تیز کرتی جاتی ہے۔ یہی نماز ہے جو آلہی دیدار کے لئے آنکھوں کا کام دیگی۔ یہ امر بھی مجھے معلوم ہوا و مشاہدہ میں آیا کہ حضورِ دل کی نماز پڑھنے سے دنیا میں ہی روحانی چشم سے رفع حجاب اور حقایق اشیاء کا انکشاف کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ احادیث نبویہ میں اسکے متعلق صریح اشارات ملتے ہیں۔ ؎

ہر کہ صیقل بیش کرد و بیش دید   بیشتر آمد برو صورت پدید

یہ امر بھی محسوس ہوا کہ عجب و ریائے اعمال سے بجائے نور و روشنی کے تاریکیاں اور ظلمات صادر ہوتی ہیں اور صاحب عمل کو ملائکہ رحمت کے بجائے شیاطین گھیر لیتے ہیں اور بالآخر اُس سے ہموم و حزن و افکار ردیہ و ملال کی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

یہ امر بھی علانیہ دیکھا گیا کہ جماعت کی نماز میں جسقدر ملائکہ رحمت و انوار کا نزول ہوتا ہے تنہا پڑھنے میں نہیں ہوتا۔ خواہ جتنے نماز جماعت میں آدمی تھے اُتنے ہی آدمی ایک جگہ موجود ہوکر تنہا تنہا نماز پڑھیں تو اتنے انوار و رحمتیں اُنپر نازل نہیں ہوتی ہیں جتنے ملکر اور با جماعت ہوکر پڑھنے میں

اُترتی ہیں۔ اور سب نمازوں سے زیادہ تر انوار و نزول ملائکہ رحمت کی کثرت صبح کی نماز جماعت میں ملاحظہ ہوئی۔ اگر امام کو حضور دل نہیں اور قرآن کریم صحیح نہیں پڑھتا یا اور کوئی نقص شرعی ہے تو نزول رحمت بہت کم ہوتا ہے۔ اور یہ امر بھی محسوس ہوا کہ جو شخص پانچ نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھتا اور کوئی چھوڑ دیتا ہے اسکا روحانی جسم پژمردہ سا دکھائی دیتا ہے اور سب نمازیوں سے علیحدہ نظر آتا ہے اور اُسپر کمتر انوار اُترتے ہیں خواہ جماعت میں ملکر پڑھے۔ یہ امر بھی محسوس ہوا کہ اہل اللہ و مقبولان الٰہی کو ایذا دینے والوں کے لئے ملائکہ غلاظ و شداد ایذا و سزا دینے کے لئے تیار رہتے ہیں اور حظیرۃ القدس میں سے اُنپر لعنت برستی ہے اور شیاطین اُنکو گھیر لیتے ہیں اور ملال و حزن و ہموم و غموم و بے تمیزی کی صورتیں انکی رفیق ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اوقات اُن سے خراب و ناواجب اعمال صادر ہونے لگتے ہیں اور بالآخر انکا سلب ایمان ہو جاتا ہے ایسے لوگوں کی نماز میں بھی چنداں برکات و انوار کا احساس نہیں ہوا۔

وضو کے دائیں اعضاء سے شروع کرنیکی وجہ

استنجا کرنا۔ ناک جھاڑنا۔ بائیں ہاتھ سے مخصوص ہونے کا راز

۱۔ وضو کا دائیں عضو سے شروع کرنا اسواسطے ٹھرا ہے کہ ہر دائیں عضو کو بائیں پر فضیلت و قوت ہے۔ ع "کہ دارد فضیلت یمیں بر یسار"۔ لہٰذا جو چیزیں دونوں جانب مستعمل ہیں اُن میں تو دائیں عضو کو مقدم رکھا اور جو ایک جانب میں مستعمل ہو سکتی ہیں بشرطیکہ وہ محاسن و طیبات کے قسم سے ہوں تو اُنکے ساتھ دائیں طرف کو خاص کرنا مناسب ہے۔

۲۔ جبکہ اعتدال اور مرتبہ عدالت کی ورزش مقصود ہوتی ہے وہ ہر چیز کو اسکا حق ادا کرتا ہے کھانے پینے اور پاکیزہ چیزوں کے لئے دائیں ہاتھ کو اور نجاست دور کرنیکے لئے بائیں کو خاص کرتا ہے۔ ابن ماجہ میں لکھا ہے عن عائشۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کَانَ یُحِبُّ التَّیَمُّنَ فِی الطُّهُورِ وَتَرَجُّلِهِ اِذَا تَرَجَّلَ وَفِی انْتِعَالِهِ اِذَا انْتَعَلَ ترجمہ یعنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام دائیں طرف سے وضو شروع کرنا۔ شانہ کرنا اور پاپوش پہننا پسند فرماتے تھے۔ شارح سندھی نے ان امور کی وجہ تشریف و تفضیل ہی لکھی ہے۔

۳۔ جبکہ یہ بات مسلم ہو چکی ہے کہ انسان کے ہر فعل درست و نادرست اور ہر اندام راست و چپ کے

کام کا اثر انسان ہی کے دل پر پڑتا ہے تو واضح ہوا کہ جس امر کو اپنی مناسبت وحق سے پھیر کر غیر مناسب کیا جائے اسکا اثر بھی غیر مناسب ہی ظاہر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ دستِ راست سے استنجا کرنا۔ ناک جھاڑنا دستِ چپ سے کھانا پینا موجب غموم وہموم و باعث قساوتِ قلب ہے۔

وضو میں اعضائے تعیین حدود کی وجہ

وضو کے اندر اصل اطراف بدن کا دھونا ہے اسلئے شارع نے منہ اور دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا مقرر کیا۔ کیونکہ اس سے کم کا نفس پر کچھ اثر محسوس نہیں ہوتا۔ اور پیروں کا ٹخنوں تک دھونا مقرر کیا اسواسطے کہ اس سے کم عضو نا تمام ہے اور سر کے واسطے صرف مسح مقرر کیا۔ کیونکہ اسکا دھونا خالی از دقت نہیں۔

وضو میں کہنیوں تک ہاتھ دھونے کا راز

۱۔ اسمیں حکم الٰہی کی تعمیل ہے۔ اور حکم الٰہی انسان ہی کے فائدہ کے لئے ہے۔ چنانچہ ہم ایسے احکام کے اوصاف مؤثرہ کا ذکر کر چکے ہیں۔

۲۔ تقویت و تصفیہ خونِ دل و جگر کے لئے ہاتھوں کا دھونا مفید ہے۔ چنانچہ یہ امر حاذق اطبا پر مخفی نہیں ہے اور یہ امر جب ہی بوجہ احسن حاصل ہوتا ہے کہ ہاتھوں کی وہ تمام رگیں جو بواسطہ اور بغیر واسطہ دل وجگر کو پہونچتی ہیں وہ دھونے میں شامل ہو جائیں لہذا وہ رگیں کچھ ہاتھوں کی انگلیوں سے اور کچھ کف دست و ساعد سے اور کچھ کہنیوں سے شروع ہوتی ہیں جو دل وجگر کو پہونچتی ہیں لہذا کہنیوں تک ہاتھوں کا دھونا مقرر ہوا تاکہ تمام رگیں دھونے میں داخل ہو جائیں۔ کیونکہ ہاتھ و منہ کو پانی سے دھونے میں دل وجگر کو تقویت پہونچتی ہے اور پانی کا اثر رگوں کے ذریعہ اندر جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ یعنے وضو میں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا مذکور ہوا ہے۔

۳۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیماری کے اجرام کا خروج ہاتھوں کو دھونے سے انگلیوں کیطرف سے بھی ظاہر فرمایا ہے۔ اسلئے کہنیوں تک ہاتھوں کو دھونا اس امر کے لئے بھی مفید ہے۔

۴۔ اکثر ممالک میں کہنیوں تک لوگوں کے ہاتھ ننگے رہتے ہیں اور ان پر گرد و غبار و اجرام امراض پڑتے رہتے ہیں۔ لہذا ننگے رہنے والے اندام کو دھونے کا امر ہوا۔ تاکہ گرد و غبار و اجرام موذیہ اتر جاویں۔

وضو میں پاؤں کو ٹخنوں تک دھونے کا راز

پاؤں کو ٹخنوں تک دھونے میں یہ راز ہے کہ وہ رگیں جو پاؤں سے دماغ کو پہونچتی ہیں وہ کچھ پاؤں کی انگلیوں سے اور کچھ ٹخنوں سے شروع ہوتی ہیں اور ان سب کو دھونے میں شامل کر لینے سے دماغ کے بخارات ردیہ بجھ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاؤں کا دھونا ٹخنوں تک وضو میں امر ہوا۔ اگرچہ ہمیں اسلام کی صداقتوں کے لئے کسی خارجی شہادت کی ضرورت نہیں ہے "آفتاب آمد دلیلِ آفتاب" مگر جو لوگ احکام شریعت پر اعتراض کرتے ہیں اُنہی کی کتابوں اور انکے معتبروں سے جواب کا حوالہ دیا جائے تو انکے لئے مفید ہوتا ہے۔

منہ۔ ہاتھوں و پاؤں کا دھونا اجرام بیماری کو رفع کرنے و حفظ ماتقدم کے لئے ڈاکٹر لوگ بہت مفید بتاتے ہیں۔ چنانچہ کتاب سینیٹیشن اینڈ ہیلتھ کے صفحہ ۴ میں ڈاکٹر سینڈلی نے منہ ہاتھوں پاؤں کا دھونا اجرام بیماری کو رفع کرنے و حفظ ماتقدم کے لئے مفید لکھا ہے بلکہ تاکید کی ہے۔

چونکہ پاؤں اکثر ٹخنوں تک ننگے رہتے ہیں اور اُن پر اجرام موذیہ و گرد پڑتی ہے لہذا ٹخنوں تک پاؤں کو دھونے کا امر ہوا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضو سے پاؤں کے اجرام موذیہ کا نکلنا پاؤں کی انگلیوں کے سروں کی طرف سے ہی ظاہر فرمایا ہے۔

بحالتِ عدمِ موزہ وضو میں پاؤں کے دھونے کا راز

پاؤں کا ظاہر حال اس امر کا مقتضی ہے کہ جب پاؤں پر موزے نہ پہنے ہوں تو انکو وضو میں دھونا لازم ہے کیونکہ ننگے پاؤں پر گرد و غبار پڑتی رہتی ہے اسلئے بحالت برہنگی اُنکا دھونا ہی افضل ٹھرا۔ ہم قبل ازیں وضو کی فلاسفی نمبر ۵ میں لکھ چکے ہیں کہ اطراف جسم کے اندامون کا دھونا اسلئے بھی امر ہوا کہ اندرونی جسم کے زہریلے مواد خارج ہو کر انہیں جمع رہتے ہیں اور جوش مار کر خطرناک امراض کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور دھونے سے انکا جوش بجھ جاتا ہے اور پاؤں پر دامی مسح موزہ یا پاؤں پر محض تھوڑے سے پانی سے مسح کرنے میں یہ امر حاصل نہ ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ مسح موزہ کی انتہائی مدت تین دن رات سے زیادہ مقرر نہیں رکھی گئی بلکہ ہر تین دن کے بعد پاؤں کو دھونے کا امر ہوا۔ قرآنی عبارت میں جو اہل تشیعہ توڑ مروڑ کرکے پاؤں پہ مسح قرار دیتے ہیں یہ انکی غلط فہمی ہے کیونکہ جن اندامون پہ مسح کا امر ہوا اُنکی حد مسح مقرر نہیں ہوئی ہے اور مغسول اندامون کی خدا تعالےٰ

نے حد مقرر فرمادی ہے۔
طبی قاعدہ کے رو سے دماغ کے ابخرہ ردیہ پاؤں کے دھونے سے بجھ جاتے ہیں اور کئی قسم کے اور فوائد و تقویت حاصل ہوتی ہے مگر مدامی مسح سے یہ امر حاصل نہیں ہوتا۔ قرآن کریم نے پاؤں کا دھونا قرار دیا تہا اور حدیث نے پاؤں کے دھونے کے فائدے اور نہ دھونیکے ضرر اور نقصانات ظاہر کردیئے تہے آج اس علمی زمانہ میں معلومات جدیدہ قرآن ہی کی تصدیق کر رہے ہیں اور ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں کہ اجرام موذیہ کو رفع کرنے اور صحت دماغ کے لئے پاؤں کا دھونا مفید ہے۔ آفتاب نکل آئے تو کہانتک کوئی اسکا انکار کریگا۔

وضو میں پاؤں کو ممسوح اندام کے بعد اور پھر سب کے بعد کیوں دھونے کا امر ہوا

قرآن کریم میں ممسوح اندام کے بعد پاؤں کے دھونے کا ذکر اسلئے ہوا کہ ان اندامون سے اسی ترتیب سے افعال صادر ہوتے ہیں جس ترتیب سے انکا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے یعنے پہلے قرآن میں منہ کے دھونے کا ذکر ہے پھر ہاتھوں کا۔ پھر مسح سر کا پھر پاؤں کے دھونے کا۔ کیونکہ پہلے منہ کا مواجہ ہو کر آنکھیں دیکھتی اور پھر دل خیال کرتا ہے جسکا تعلق ہاتھوں سے ہے اور پھر دماغ سر کی نوبت ہے اور پھر پاؤں کی باری آتی ہے۔ یعنے دماغ فکر کرتا ہے اور پاؤں چلتے ہیں۔ پاؤں کے دھونے سے دماغ کے بخارات ردّیہ بجھ جاتے ہیں۔ ہاتھوں کے دھونے سے دل و جگر کو فائدہ ہوتا ہے اور منہ کے دھونے سے دل کی کمزوری رفع ہوتی ہے۔ منہ کا تعلق دل سے بہت ہے چنانچہ مثل مشہور ہے الوجہ عنوان القلب۔ الغرض پہلے جو فعل بد صادر ہوتا یا جسکا خلل اندرونی اعضاء پر واقع ہوتا ہے وہ مواجہ منہ سے ہوتا ہے اور اسکا ازالہ و علاج بھی پہلے منہ کے دھونے سے ہوتا ہے پھر جو فعل صادر ہوتا یا جسکا خلل اندرونی اعضاء پر واقع ہوتا ہے وہ منہ کے بعد ہاتھوں یا ہاتھوں کے مقابل حریف دل سے ہوتا ہے اور اسکا ازالہ و علاج بہی منہ دھونیکے بعد ہاتھوں کے دھونے سے ہوتا ہے پھر اس ترتیب سے مسح کان و سر آنا چاہیئے پھر جو فعل بد صادر ہوتا یا جسکا خلل اندرونی اعضاء پر واقع ہوتا ہے اسکا ازالہ و علاج منہ۔ ہاتھ دھونے اور مسح کان و سر کے بعد پاؤں کے دھونے سے ہوتا ہے اسلئے پاؤں کا دھونا سب سے آخر ٹھہرا +

حکمت طہارت اصغر و اکبر بطور اختصار

طہارت اسلئے کیجاتی ہے کہ باطن منور ہوجائے اور اُنس و سرور کی حالت پیدا ہو اور افکار ردیہ دور ہوجائیں اور تشویشات و پراگندگی و پریشانی و افکار رُک جائیں پس طہارت کا روح نورِ باطن و سرورِ دل و اطمینان خواطر ہے۔

مٹی و پانی سے طہارت مشروع ہونیکا راز

مٹی و پانی سے طہارت کا مشروع ہونا فطرت مستقیمہ و عقول سلیمہ کے موافق ہے - ۱۔ خدا تعالےٰ نے پانی اور مٹی کے درمیان قدرۃً و شرعاً اخوت ڈالدی ہے لہذا اِن دونوں کو طہارت کے لئے جمع کیا۔ وجہ یہ ہے کہ آدم اور اُسکی اولاد کو خدا نے انہی سے پیدا کیا۔ گویا ہمارے والدین اور انکی ذریت کے لئے مٹی اور پانی والدین ہیں۔ ۲۔ خدا تعالےٰ نے ہر زندہ چیز کی زندگی پانی اور مٹی سے ٹھرائی اور ان دونوں سے چارپایوں اور آدمیوں اور مواشیوں کے قوت بنائے۔ ۳۔ ان دونوں چیزوں کا وجود عام ہے اور ہر جگہ ملسکتی ہیں۔ ۴۔ منہ کا مٹی سے آلودہ کرنا خدا تعالےٰ کو پسند آتا ہے۔ پس جبکہ ان دونوں اشیاء کا عقد آپسمیں قدرتی طور پر محکم اور قوی ہے تو شرعاً بھی انکا آپسمیں عقد ٹھرانا بہت خوب اور مناسب و درست ہے۔

باب التیمم

وجہ تسمیہ تیمم۔ تیمم کے معنے قصد کرنے کے ہیں اور اصطلاح شرع میں بقصد عبادت الٰہی کہنیوں تک دونوں ہاتھوں و منہ کو خاک ملنا ہے۔ چونکہ تیمم میں یہ امر قصدِ عبادت کے لئے پایا جاتا ہے لہذا اس فعل کا نام تیمم ہوا۔

تیمم کو خلیفہ وضو و غسل ٹھرانیکی وجہ

۱۔ خدا تعالےٰ کی عادت یوں جاری ہے کہ بندوں پر جو چیز دشوار ہوتی ہے وہ اُنپر آسان و سہل کردیتا ہے اور آسانی کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ جس کام کے کرنے میں دِقت ہو اسکو ساقط

کرکے اسکا بدل کر دیا جائے تاکہ اُنکے دل ٹھکانے سے رہیں اور جس چیز کا وہ غایت درجہ التزام کر رہے تھے دفعتہً اُسکے ترک کر دینے سے اُنکے دل متردد اور پریشان نہ ہوں اور ترک طہارت کے عادی نہ ہو جائیں۔ لہٰذا خدا تعالےٰ نے بموقعہ ضرورت تیمم کو خلیفہ وضو و غسل ٹھرایا اور منجملہ طہارت کے تیمم بھی بوجہ مشابہت کے ایک قسم کی طہارت ٹھر گیا۔ یہ حکم بھی منجملہ اُن بڑے بڑے امور اسلامیہ کے ہے جنکی وجہ سے ملت مصطفویہ تمام ملل سابقہ میں سے ممتاز ہے جسکی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُوْرًا إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ۔ ترجمہ۔ یعنے جب ہم کو پانی نہ ملے تو اسکے عوض خدا تعالےٰ نے زمین کی خاک ہمارے لئے باعث طہارت بنا دی ہے۔

۲۔ قاعدہ کی بات ہے کہ بدن میں کوئی ایسی شے رکھی جاتی ہے جس سے اصل یاد آجائے اور معلوم ہو جائے کہ یہ اسکا نائب اور بدل ہے۔ اس صورت میں نفس کو پہلے عمل کا انتظار رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ مسح موزوں میں موزہ پہننے کے وقت طہارت مشروط ہے اور اسکی ایک مدت قرار دیگئی ہے جس سے مسح کا اختتام ہو جاتا ہے۔

وضو و غسل کے تیمم میں فرق نہ ہونیکی وجہ

۱ غسل اور وضو کے تیمم میں کچھ فرق نہیں رکھا گیا۔ غسل کے تیمم میں تمام بدن پر خاک ملنا مقرر نہیں ہوا کیونکہ تمام بدن پر خاک ملنا دقت سے خالی نہیں ہے اسکے مقرر کرنے میں پورا حرج رفع نہ ہو سکتا تھا اور سہولت و آسانی کی مصلحت و حکمت ضائع ہو جاتی جسکے لئے یہ امر مشروع ہوا تھا۔

۲۔ سارے بدن پر مٹی ملنے سے افضل المخلوقات حضرت انسان کو حیوانات اور چارپایوں سے خاک میں لوٹنے کی تشبیہ ہوتی اور یہ بات انسان کے لئے خدا تعالےٰ کو منظور نہیں ہے۔ کیونکہ جیسا کہ خدا تعالےٰ نے حیوانات و انسان کی خلق و اوضاع و اطوار و طرز زندگی و خوراک میں کثافت و لطافت میں فرق رکھا ہے ایسا ہی اس نے حیوانات کو ونائت و انسان کو کرامت و عظمت دی ہے اس بارے میں خدا تعالےٰ کا فرمودہ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ شاہد ہے یعنے ہم نے بنی آدم کو اپنی طرف سے بزرگی و عزت دی ہے۔ پس انسان کی عزت و بزرگی اسکو حیوانات کیطرح خاک میں لوٹنے سے مانع ہے یہی وجہ ہے کہ سارے بدن پر مٹی ملنی جنبی کے لئے مقرر نہیں کی گئی۔ علامہ ابن قیم اس امر کے متعلق تحریر فرماتے ہیں وَأَمَّا كَوْنُ تَيَمُّمِ الْجُنُبِ كَتَيَمُّمِ الْمُحْدِثِ فَلَمَّا سَقَطَ مَسْحُ الرَّأْسِ وَالرِّجْلَيْنِ بِالتُّرَابِ عَنِ الْمُحْدِثِ سَقَطَ مَسْحُ الْبَدَنِ

كُلِّهٖ بِالتُّرَابِ عَنْهُ بِطَرِيْقِ الْاَوْلٰى اِذْفِيْ ذٰلِكَ مِنَ الْمَشَقَّةِ وَالْحَرَجِ وَالْعُسْرِ مَا يُنَاقِضُ رُخْصَةَ التَّيَمُّمِ وَيُدْخِلُ اَكْرَمَ الْمَخْلُوْقَاتِ عَلَى اللّٰهِ فِيْ شِبْهِ الْبَهَائِمِ اِذَا تَمَرَّغَ فِي التُّرَابِ فَالَّذِيْ جَاءَتْ بِهِ الشَّرِيْعَةُ لَا مَزِيْدَ فِي الْحُسْنِ وَالْحِكْمَةِ وَالْعَدْلِ عَلَيْهِ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ ترجمہ۔ یعنے جنبی اور بے وضو کا تیمم یکساں ہونے میں یہ حکمت ہے کہ جبکہ بے وضو آدمی کو ہاتھ و منہ پر مسح کرنے میں سر و پاؤں کا مسح کرنا ساقط ہوگیا تو انہی اعضاء یعنے ہاتھ منہ پر مسح کرنے سے جنبی کو سارے بدن کا مسح ساقط ہونا مناسب ہے۔ کیونکہ سارے بدن کا مسح کرنے میں تکلیف اور حرج ہے۔ جو رخصت تیمم کے لئے منافی و مناقض ہے اور سارے بدن پر جنبی کو مٹی ملنے میں خدا تعالےٰ کی افضل مخلوقات انسان کو حیوانات سے خاک میں لوٹنے کی تشبیہ ہوتی۔ پس جو کچھ شریعت حقہ نے مقرر کیا ہے اسمیں کمی و بیشی کرنی عقل و حکمت کے برخلاف ہے۔

تیمم خلیفۂ وضو ہوا مگر وضو خلیفۂ تیمم کیوں نہ ہوا

۱۔ تیمم خلیفۂ وضو اسلئے ہوا کہ مٹی پانی کے بعد پیدا ہوئی ہے اور سب سے پہلے پانی پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں بھی اسیطرف اشارات پائے جاتے ہیں وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ ترجمہ۔ یعنے ایک وقت ایسا تہا کہ خدا کا تخت یعنے خدا تعالےٰ کی سلطنت و بادشاہت پانی پر تھی یعنے پانی ہی پانی تھا۔ اور کوئی چیز نہ تہی۔ اور پہر فرمایا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ یعنے اور ہم نے ہر چیز پانی سے زندہ کی ہے۔ اب اس سے واضح ہوچکا کہ مٹی سے بہی پہلے پانی کی پیدائش ہوئی ہے اسلئے جو چیز سب سے پہلے پیدا ہوا اسکا لحاظ تقدم مناسب ہوا کرتا ہے نائب کی نوبت اپنے منیب اور خلیفہ کی باری اپنے مخلف عنہ کے بعد ہوا کرتی ہے لہذا اسجگہ وہی لحاظ تقدم و اولیت قائم ہے۔

۲۔ جو صفائی و طہارت پانی سے ہوتی ہے وہ مٹی سے کما حقہٗ نہیں ہوتی۔ مٹی پانی سے ادنیٰ درجہ پر ہے لہذا پانی اعلیٰ ٹہرا اور اعلیٰ کی نوبت اول اور بعد ازاں ادنیٰ کی باری آتی ہے پانی کی طہارت افضل و اعلیٰ اور مٹی ادنیٰ درجہ پر ہے لہذا اعلیٰ اول و ادنیٰ پیچھے آیا کرتا ہے۔

۳۔ اعلیٰ کا خلیفہ ادنیٰ ہوا کرتا ہے ادنیٰ کا خلیفہ اعلیٰ نہیں ہوا کرتا۔

۴۔ آدمی کے لئے مٹی بمنزلہ ماں کے اور پانی بمنزلہ باپ کے ہے لہذا باپ کو ماں پر فضیلت ہے۔

۵۔ نائب خلیفہ ہوا کرتا ہے مگر منیب خلیفہ نہیں ہوا کرتا۔

مٹی سے تخصیص تیمم کی وجہ

حضرت علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اعلام الموقعین عن رب العالمین میں مٹی سے تخصیص تیمم کے سوال پر کچھ جوابات لکھے ہیں جنکا خلاصہ ترجمہ ہم پہلے اردو میں لکھتے ہیں پھر انکی اصل عربی عبارت بھی ذیل میں نقل کیجاتی ہے۔

سوال۔ تیمم ایک وجہ سے خلاف عقل ہے۔ کیونکہ مٹی خود آلودہ ہے وہ نہ پلیدی اور میل کو دور کرتی اور نہ بدن و کپڑے کو پاک کرسکتی ہے۔

جواب۔ ۱۔ اللہ تعالےٰ نے اس عالم کی ہر چیز کو مٹی و پانی سے پیدا کیا۔ ہماری سرشت کے اصل یہی دونوں چیزیں ہیں جنسے ہمارا نشوونما ہماری تقویت و غذا ہوتی ہے جسکا عکو مشاہدہ ہو رہا ہے، پس جبکہ خدا نے ہماری نشوونما اور تقویت غذا کے اسباب پانی و مٹی ہی کو ٹھرایا تو ہمارے پاک و مطہر و ستھرے ہونیکے لئے اور عبادات میں مدد لینے کے لئے انہی سے ایما فرمایا۔ وجہ یہ کہ مٹی وہ اصل چیز ہے جس سے بنی آدم وغیرہ کی پیدائش ہوتی ہے اور پانی ہر چیز کی زندگی کا باعث ہے۔ الغرض اس عالم کی تمام اشیاء کی پیدائش کے اصل یہی دونوں چیزیں ہیں۔ مٹی اور پانی جنسے خدا نے اس عالم کو مرکب کیا ہے۔ پس جبکہ ہماری ابتدائی پیدائش و تقویت و نشو و نما مٹی و پانی سے ہوئی ہے تو جسمانی و روحانی پاکی کے لئے بھی انہی کو خدا نے ٹھرایا۔

۲۔ عادۃً پلیدی و گندگی کو زائل کرنیکا رواج پانی سے بکثرت ہے اور جب بحالت مرض و عدم وجود آب عذر لاحق ہو جاوے تو طہارت کے لئے پانی کے دوسرے ساتھی اور ہمسر مٹی کو بہ نسبت کسی دوسری چیز کے زیادہ مناسبت ہے۔

۳۔ تیمم کے لئے زمین اسواسطے خاص کیگئی ہے کہ زمین کہیں بھی ناپید اور گم نہیں ہوتی۔ تو ایسی چیز اس قابل ہوسکتی ہے جس سے لوگوں کی دقت رفع ہو۔

۴۔ منہ کو خاک آلودہ بنانا کسر نفسی و انکساری و عاجزی پر دلالت کرتا ہے اور یہ امر خدا تعالےٰ کو بہت پسند ہے۔ تیمم کے لئے مٹی استعمال کرنے میں خاکساری اور ذلت پائی جاتی ہے اور ذلت کی شان طلب عفو کے مناسب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سجدہ کرنے میں اپنے منہ کو مٹی سے نہ بچانا پسندیدہ و مستحب ٹھرایا گیا ہے۔ ؎ جنہاں نہوں لا یا وہ کنگھوں کرڈے خوب سنگاراں ، بہتے میراں منہ مٹی سینہ گرم انگاراں ، محبوبا نئے وردی مٹی انہاں چھتر شاہی ، باد شاہی دا زیب آرائش انہاں کھیا ہی

ایک صحابی نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس نے سجدہ کی جگہ میں کوئی چیز رکھدی تاکہ اسکا منہ خاک آلودہ نہ ہو تو اس صحابی نے اسکو کہا کہ سجدہ میں اپنے منہ کو خاک آلودہ کر کیونکہ اسوقت خداتعالےٰ کو تمہارا خاک آلودہ بننا پسند ہے۔ لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ الصَّعِیْدَ الطَّیِّبَ وُضُوْءُ الْمُسْلِمِ وَلَوْلَمْ یَجِدِ الْمَاءَ عَشَرَ سِنِیْنَ۔ ترجمہ یعنے ستھری مٹی مسلمان کے لئے وضو کا پانی ہے اگرچہ دس برس تک اُسکو پانی نہ ملے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان تردد اور وہم کے بند کرنیکے لئے ہے۔ حضرت علامہ ابن قیم مٹی سے تخصیص تیمم کی وجہ ذیل لکھتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ جَعَلَ مِنَ الْمَاءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ وَخَلَقَنَا مِنَ التُّرَابِ فَلَنَا مَادَّتَانِ الْمَاءُ وَالتُّرَابُ فَجَعَلَ مِنْھُمَا نَشْأَتَنَا وَاَقْوَاتَنَا وَبِھِمَا تَطَھُّرُنَا وَتَعَبُّدُنَا فَالتُّرَابُ اَصْلُ مَا خُلِقَ مِنْہُ النَّاسُ وَالْمَاءُ حَیَاۃُ کُلِّ شَیْءٍ وَھُمَا الْاَصْلُ فِی الطَّبَائِعِ الَّتِیْ رَکَّبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمَا ھٰذَا الْعَالَمَ وَجَعَلَ قِوَامَہٗ بِھِمَا فَکَانَ اَصْلُ مَا یَقَعُ بِہٖ تَطْھِیْرُ الْاَشْیَاءِ مِنَ الْاَدْنَاسِ وَالْاَقْذَارِ ھُوَ الْمَاءُ فِی الْاَمْرِ الْمُعْتَادِ فَلَمْ یَجُزِ الْعُدُوْلُ عَنْہُ اِلَّا فِیْ حَالِ الْعَدَمِ وَالْعُذْرِ بِمَرَضٍ اَوْ نَحْوِہٖ وَکَانَ النَّقْلُ عَنْہُ اِلٰی شَقِیْقِہٖ وَاَخِیْہِ التُّرَابِ اَوْلٰی مِنْ غَیْرِہٖ وَاِنْ لَوَّثَ ظَاھِرًا فَاِنَّہٗ یُطَھِّرُ بَاطِنًا ثُمَّ یُقَوِّیْ طَھَارَۃَ الْبَاطِنِ فَیُزِیْلُ دَنَسَ الظَّاھِرِ اَوْ یُخَفِّفُہٗ وَھٰذَا اَمْرٌ یَّشْھَدُہٗ مَنْ لَّہٗ بَصَرٌ نَافِذٌ بِحَقَائِقِ الْاَعْمَالِ وَارْتِبَاطِ الظَّاھِرِ بِالْبَاطِنِ وَتَاَثُّرِ کُلٍّ مِّنْھُمَا بِالْاٰخَرِ وَانْفِعَالِہٖ۔ عبارت مذکور کا خلاصہ ترجمہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

تیمم کے دو اندامون میں مخصوص ہونیکی وجہ۔ اور پاؤں و سر پر مسح تیمم مشروع نہ ہونے کا راز

۱۔ تیمم کا دو اندامون ہاتھوں اور منہ پر مخصوص ہونا اور پاؤں و سر پر تیمم مشروع نہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ مٹی کا سر پر ڈالنا ناپسند و مکروہ امر شمار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ مٹی کا سر پر ڈالنا مصائب اور تکالیف کے وقت لوگوں میں مروج ہے۔ اسوجہ سے سر پر مٹی ملنی مشروع نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہ امر عند اللہ و عند الناس مکروہ و ناپسند ہے۔ اور تیمم کے اندر پیروں پر ہاتھ پھیرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ کیونکہ پیر تو خود ہی گرد و غبار سے آلودہ رہتے ہیں اور حکم ایسی چیز کا دیا جاتا ہے جو پہلے سے نہ پائی جاتی ہو تاکہ نفس میں اُسکے کرنے سے تنبیہ پائی جائے۔ حضرت ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ تیمم کا دو اندامون میں

مخصوص ہونیکی وجہ ذیل تحریر فرماتے ہیں وَاَمَّا کَوْنُہٗ فِیْ عُضْوَیْنِ فَفِیْ غَایَۃِ الْمُوَافَقَۃِ لِلْقِیَاسِ وَالْحِکْمَۃِ فَاِنَّ وَضْعَ التُّرَابِ عَلَی الرُّؤُسِ مَکْرُوْہٌ فِی الْعَادَاتِ وَاِنَّمَا یُفْعَلُ عِنْدَ الْمَصَائِبِ وَالنَّوَائِبِ وَالرِّجْلَانُ مَحَلُّ مُلَابَسَۃِ التُّرَابِ فِیْ اَغْلَبِ الْاَحْوَالِ وَفِیْ تَتْرِیْبِ الْوَجْہِ مِنَ الْخُضُوْعِ وَالتَّعْظِیْمِ لِلّٰہِ وَالذُّلِّ لَہٗ وَالْاِنْکِسَارِ لِلّٰہِ مَا ھُوَ مِنْ اَحَبِّ الْعِبَادَاتِ اِلَیْہِ وَاَنْفَعِھَا لِلْعَبْدِ۔

اس عبارت کا ترجمہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تیمم صرف دو مغسول اندامون میں مشروع ہے یعنے وہ اندام جو وضو کرنے میں مدام دہوئے جاتے ہیں اور دو ممسوح اندامون سے تیمم ساقط ہو گیا۔ کیونکہ موزے پہنکر پاؤں اور پگڑی اور بغیر پگڑی کے سر پر مسح ہوتا ہے۔ پس جبکہ دو مغسول اندامون پر مسح کرنے میں اکتفا کیا گیا تو دو ممسوح اندامون کو بالاولی عضو مسح کی مناسبت ہے۔ اگر انپر بھی مٹی سے مسح مشروع ہوتا تو اس سے حکمت سہولت و آسانی میں فرق آتا جو مصلحت آلہی کے برخلاف ہے۔ اس امر کے متعلق علامہ ابن قیم لکھتے ہیں وَھٰذَا الْمَعْنٰی لَا یُوْجَدُ فِیْ تَتْرِیْبِ الرِّجْلَیْنِ وَاَیْضًا فَمُوَافَقَۃُ ذٰلِکَ الْقِیَاسِ مِنْ وَجْہٍ اٰخَرَ وَھُوَ اَنَّ التَّیَمُّمَ جُعِلَ فِی الْعُضْوَیْنِ الْمَغْسُوْلَیْنِ بِالْمَسْحِ خُفِّفَ عَنِ الْمَمْسُوْحَیْنِ بِالْعُضْوِ اِذْ لَوْ مُسِحَا بِالتُّرَابِ لَمْ یَکُنْ فِیْہِ تَخْفِیْفٌ عَنْھُمَا بَلْ کَانَ فِیْہِ اِنْتِقَالٌ مِنْ مَسْحِھِمَا بِالْمَآءِ اِلٰی مَسْحِھِمَا بِالتُّرَابِ فَظَھَرَ اَنَّ الَّذِیْ جَاءَتْ بِہِ الشَّرِیْعَۃُ ھُوَ اَعْدَلُ الْاُمُوْرِ وَاَکْمَلُھَا وَھُوَ الْمِیْزَانُ الصَّحِیْحُ

باب الغسل

حائض و جنبی کا مسجد میں نہ داخل ہونیکی وجہ

جنبی اور حائض کو مسجد کے اندر جانا اسلئے ناجائز ہوا کہ مسجد نماز اور ذکر آلہی کرنے کی جگہ ہے اور شعائر آلہی میں سے ہے اور کعبہ کا ایک نمونہ ہے۔ پس شعائر آلہی کے اندر جانا ایسی ناپاک حالت میں ناجائز ہوا۔ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ

جس مکان میں کتا جنبی تصویر ہو وہمیں ملائکہ رحمت کے نہ آنے کی وجہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا یَدْخُلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ بَیْتًا فِیْہِ صُوْرَۃٌ وَّلَا کَلْبٌ وَّلَا جُنُبٌ

ترجمہ یعنے جس مکان میں تصویر ہوتی ہے اس میں فرشتے نہیں آتے اور نہ جسمیں کتا ہو اور نہ جسمیں جنبی

آدمی ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ فرشتوں کو ان چیزوں سے نفرت ہے۔ فرشتوں کے اندر جو صفات پائے جاتے ہیں یعنے تقدس۔ اور بت پرستوں سے نفرت۔ یہ سب باتیں فرشتوں کی ضد ہیں ہیں۔ اسلئے ضدین ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ تصاویر و مورتیں جو اعتقادی و عملی پرستش کیلئے ہوں انکا رکھنا حرام ہے ورنہ کسی دینی کام کے لئے یا معاشی غرض سے تصویر دار روپیہ وغیرہ کا رکھنا حرام ہوتا۔ ایسا ہی جنکے دلوں میں دنیا کی سخت محبت ہوتی ہے انپر نزول ملائکہ رحمت کا بہت کم ہوتا ہے۔

کافر کے مسلمان ہونیکے وقت اسکے لئے غسل کرنیکی وجہ

ایک شخص اسلام لایا تو اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی اور بیری کے پتوں سے نہانیکا امر فرمایا اور دوسرے شخص کو ارشاد کیا کہ کفر کی علامت کو اپنے آپسے دور کر دے۔ اس میں بھید یہ ہے کہ اسکو ظاہر میں ایک چیز سے باہر آجانا متمثل ہو جائے اور اسکو آگاہ کیا گیا کہ جیسا کہ وہ اپنے ظاہر بدن کو غسل دیتا ہے ایسا ہی اپنے باطن کو بھی تمام سابقہ عقائد باطلہ سے دھوڈالے۔

وجہ احتلام عورت و احتلام سے عورت پر غسل واجب ہونیکی وجہ

ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جب عورت کو احتلام ہو تو کیا اُسپر غسل واجب ہوتا ہے۔ آپنے فرمایا کہ ہاں واجب ہوتا ہے۔ اُمِ سلمہؓ نے سنکر کہا یا رسول اللہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے تو آپنے فرمایا اِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ۔ ترجمہ۔ یعنے عورتیں بھی تو مردوں کے ٹکڑے اور اجزا ہوتے ہیں۔ اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر فرمایا کہ عورت اور مرد آپسمیں دو نظیریں ہیں جنمیں امر احتلام میں تفاوت و اختلاف نہیں ہے۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ لوگوں کی فطرت میں یہ بات ثابت شدہ و معلوم ہے کہ دو ٹکڑوں و نظیروں کا ایک ہی حکم ہے اسمیں آنحضرت نے تقدیر و شرع الٰہی کی علت و سبب کو بیان فرمایا اور یہ امر دو چیزوں کی برابری اور دو متشابہ قرینوں پر دلیل اور ایک چیز کا دوسری چیز کو حکم عطا ہونیکی سبیل ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احتلام عورت کا اثبات اکثر بچوں کا والدہ کی شکل پر ہونے سے بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ اگر مرد کو عورت سے پہلے انزال ہو تو بچہ مرد کی شکل پر ہوتا ہے اور اگر عورت کو پہلے انزال ہو تو والدہ کی شکل پر ہوتا ہے۔

ہر بال کے نیچے جنابت کی وجہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ وَانْقُوا الْبَشَرَةَ ترجمہ یعنے ہر بال کے نیچے جنابت ہے، اسلئے بالوں کو دھو ڈالو اور بدن کا میل اُتارو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ایک بال کی جگہ کے دھونے میں غسل کے معنے کو ثابت کرنا ہے اور جنابت پر باقی رہنا اور اسپر اصرار کرنا دخول نار کا سبب ہے اور جس عضو سے نفس کے اندر یہ اثر پیدا ہوگا اس عضو کیطرف سے نفس کو تکلیف اور درد ظاہر ہوگا۔

۱۔ ایک شخص نے پورے طور پر پانی کا استعمال نہیں کیا تھا تو اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ۔ ترجمہ۔ یعنے خرابی ہے ایڑیوں کو آگ کیطرف سے۔ اسمیں نکتہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے ان اعضاء کا دھونا واجب کیا ہے تو ان میں دھونے کے معنے پائے جانے ضروری ہیں اور جب ایک شخص نے ایک عضو کا کچھ حصہ دھولیا اور پورے طور پر اُس عضو کو نہ دھویا تو عرف میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے اس عضو کو دھولیا۔

۲۔ دوسرا آپکے اس ارشاد میں باب سستی و کاہلی کا بند کرنا مقصود ہے اور ایڑیوں کا تعلق آگ سے اسواسطے ہے کہ برابر ایک جگہ کو ناپاک رکھنا اور اسی پر اصرار کرنا ایسی خصلت ہے جسکا انجام دوزخ ہی اور طہارت ایسی چیز ہے جو باعث نجات و تکفیر خطیات ہے۔

۳۔ جب ایک عضو کے اندر طہارت کے معنے نہ پائے جائیں اور اُس عضو میں حکم آلہی کی تعمیل نہ ہو تو بلا شبہ یہ اسبات کا سبب ہو سکتا ہے کہ نفس کو اس خصلت کی وجہ سے مال ظاہر ہو جو اُسکے نفس کے اندر فساد اور خرابی پیدا کرنیوالی ہے۔ اور اس عضو کیطرف سے یہ خصلت اُسکو حاصل ہوئی ہے۔

منی نکلنے سے غسل واجب ہونیکی وجہ اور بول و براز سے عدم وجوب غسل کا راز

۱۔ خروج منی سے غسل کا واجب و لازم ہونا اور بول سے واجب نہ ہونا شریعت اسلامیہ کی بڑی خوبیوں اور رحمت و حکمت و مصلحت آلہی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ منی سارے بدن سے نکلتی ہے اسی لئے خدا تعالےٰ نے منی کا نام قرآن کریم میں سلالہ رکھا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ۔ ترجمہ۔ یعنے ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے کھچے ہوئے روان جوہر سے۔ صراح میں لکھا ہے۔ سلالہ بمعنے آنچہ بیرون کشیدہ شود از چیزے و آب پشت مردم

یعنے کسی چیز سے کسی چیز کو کھینچکر نکالنا اور لوگوں کی بیٹھ کا پانی یعنے منی ۔ منی انسان کے سارے بدن کا ست ہوتا ہے جو بدن سے رواں ہوکر بالآخر پشت کے راستہ سے نیچے آتی اور عضو تناسل سے خارج ہوتی ہے ۔ اسکے نکلنے سے بدن کو بہت ضعف پہونچتا ہے اور بول وبراز صرف پانی کے فضلے ہوتے ہیں جو مثانہ ومعدہ میں جمع رہتے ہیں اسلئے منی کے نکلنے سے بہ نسبت خروج بول و براز کے جسم کو بہت کمزوری لاحق ہوتی ہے ۔ اور پانی کے استعمال سے وہ کمزوری نہیں رہتی ۔

۲ ۔ جنابت سے بدن میں گرانی وکاہلی وکمزوری وغفلت پیدا ہوجاتی ہے اور غسل سے دل میں قوت ونشاط وسرور اور جسم میں سبکساری پیدا ہوتی ہے ۔ چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غسل جنابت کے بعد میں ایسا معلوم کرتا ہوں کہ گویا اپنے اوپر سے ایک پہاڑ اُتار دیا ۔ یہ ایسا امر ہے جسکو ہر ایک سلیم طبع وفطرت صحیحہ والا جانتا ہے کہ غسل جنابت اُن مصلحتوں کے قائم مقام ہوتا ہے جو ضروریاتِ بدن اور دل کو لاحق ہوتی ہیں ۔

۳ ۔ جنابت سے انسان کو ارواح طیبہ یعنے فرشتوں سے بُعد ودوری پیدا ہوتی ہے اور جب غسل کرتا ہے تو وہ بُعد ودوری ہٹ جاتی ہے ۔ اسلئے بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے کہ جب انسان سوتا ہے تو اسکی روح آسمان کیطرف چڑھتی ہے ۔ اگر روح پاک ہو تو اُسکو سجدہ کرنیکا امر ہوتا ہے ۔ اور اگر جنابت میں ہو تو اسکو سجدہ کا اذن نہیں دیا جاتا ۔ یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جنبی جب سونے لگے تو وضو کرلے ۔

۴ ۔ جب انسان مجامعت سے فارغ ہوتا ہے تو اسکا دل ایک انقباض وتنگی کی حالت میں ہوتا ہے اور اسپر تنگی اور غم سا طاری ہوجاتا ہے اور اپنے آپ کو نہایت تنگی وگھٹن میں پاتا ہے اور جب دونوں قسم کی نجاستیں دور ہوجاتی ہیں اور اپنے بدن کو ملتا اور غسل کرتا ہے اور اچھے کپڑے بدلکر خوشبو لگاتا ہے تب اُسکی تنگی دور ہوجاتی ہے اور بجائے اُسکے بہجت وخوشی معلوم ہوتی ہے ۔ پہلی حالت کو حدث اور دوسری کو طہارت کہتے ہیں ۔

۵ ۔ حاذق طبیبوں نے لکھا ہے کہ جماع کے بعد غسل کرنا بدن کی تحلیل شدہ قوتوں اور کمزوریونکو لوٹا دیتا ہے اور بدن وروح کے لئے نہایت نافع اور مفید ہے اور جنابت میں رہنا اور غسل نہ کرنا بدن وروح کے لئے سخت مضر ہے ۔ اس امر کی خوبی پر عقل وفطرت سلیمہ کافی گواہ ہیں ۔

اگر شارع علیہ السلام خروج بول وبراز سے غسل کرنا لازم ٹھراتے تو لوگوں کو سخت حرج ہوتا اور محنت و مشقت میں پڑجاتے جو کہ حکمت ورحمت ومصلحت الٰہی کا خلاف ہے ۔

اب ہم اس تقریر کا خلاصہ سوال و جواب کے پیرایہ میں درج کرتے ہیں تاکہ واضح تر ہو جائے۔
سوال۔ منی کے خروج سے غسل کیوں ہوتا ہے اور پاخانہ و بول سے صرف استنجا کافی ہے حالانکہ بول براز نجاست میں منی سے زائد ہے پھر منی سے غسل کیوں کیا جاتا ہے۔
جواب۔ خروج منی سے تمام بدن کو ضعف اور کمزوری پہونچتی ہے۔ منی کا خروج کیسا ہی قلیل ہو پھر بھی بعض وقت انسانوں کو ضعف محسوس ہوتا ہے۔ اگرچہ ایک جوان قوی آدمی اسکو محسوس نہ کرے مگر ہونا ضرور ہے۔ اسکا پتہ اسوقت لگتا ہے جب متواتر خروج منی ہو۔ جریان سے یا جلق یا کثرت جماع سے تو پھر کیسا ہی قوی جوان ہو چند روز میں دماغ۔ آنکھ۔ پھیپھڑہ۔ غرض تمام اعضا رئیس بیمار اور ضعف پہونچکر اسکو تباہ کر دیتے ہیں۔ یہ تو حال ہے تھوڑی تھوڑی منی نکلنے کا اگر وہ پاخانہ یا بول کے برابر نکلے تو خدا جانے ایک ہی بار نکلنے سے کیا اندھیرڈا دے۔ پس خروج منی سے چونکہ تمام بدن کو ضعف پہونچتا ہے اسلئے اس سے تمام بدن کا دھونا ہی مناسب بلکہ ضروری ہے تاکہ تمام بدن کو طاقت آجائے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر انسان دوبارہ جماع کرنا چاہے تو غسل کرکے جماع کرے اس سے اسکو نشاط اور قوت عمدہ ہو جائیگی۔ صدق اللہ ورسولہ۔ خروج بول و پاخانہ سے غسل نہ لازم ہونیکی وجہ اوپر ہم لکھ چکے ہیں۔

غسل جنابت میں پہلے وضو کرنیکی حکمت

غسل جنابت میں پہلے وضو اسلئے کیا جاتا ہے کہ طہارت کبریٰ کا طہارت صغریٰ پر مشتمل ہونا مناسب ہے تاکہ دو قسم کی طہارت کرنے سے نفس کو اور زیادہ تر تنبیہ اور آگاہی ہو جائے اور نیز اول وضو کر لینے سے ان مواضع میں پانی خوب پہونچ جاتا ہے جنمیں بتکلیف پانی پہونچتا ہے۔

غسل میں پیرونکو بعد دہونیکی وجہ

پیروں کو بعد دہونے کی وجہ یہ ہے کہ بلا فائدہ ایک عضو کا بار بار دہونا لازم نہ آوے۔ مگر وضو کی صورت پورا کرنے کے لئے تو پیروں کو بھی پہلے دہو لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

باب نواقض الوضوء و التیمّم

خروج بول۔ براز۔ ریح سے امر وضو کی وجہ

۱۔ طبی تجربہ اس امر کا شاہد ہے کہ منہ و ہاتھوں کے دہونے سے دل کو تقویت ہوتی ہے اور پاؤں کے دہونے سے دماغ کے ابخرۂ ردیہ بجھ جاتے ہیں۔ اور اُسکو تقویت ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خروج ریح و بول و براز سے ابخرہ ردیہ اعضائے رئیسہ کی طرف صعود کرتے ہیں جنکو پانی کے ساتھ بجھانیکا امر ہوا۔ اور قرآن کریم میں جہاں طہارت کے آثار مؤثرہ کا ذکر ہے وہ اس امر کو ثابت کرتے ہیں۔ (دیکھو حکمت وضو نمبر ۱) تمہید۔

۲۔ اللہ تعالےٰ کے احکام بڑی بڑی حکمتوں پر مبنے ہوتے ہیں۔ پاخانہ۔ بول۔ ریح سے جو بدبو اُٹھتی ہے اُس سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ اُس گندی چیز کی اندرونی بدبو اور گندے بخارات نے اندرونی اعضائے رئیسہ قلب۔ جگر۔ دماغ کو کیسے صدمے پہونچائے ہونگے جنسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگنے کے لئے فرمایا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ ترجمہ یعنے جب آدمی جنگل کو جائے یعنے ریح۔ بول براز کے لئے خلا میں جاوے تو یہ دعا پڑھے۔ یا اللہ میں تمام اندرونی و بیرونی پلیدیوں اور نجاستوں سے پناہ مانگتا ہوں جنکا اثر قبل از خروج باطن و روح پر پیدا ہوسکتا ہے اور بعد از خروج ظاہر اعضا پر پڑتا ہے ان کے آثار بد سے مجھے بچا۔ اور اس پر بس نہیں کی بلکہ فرمایا کہ بیت الخلاء سے نکلنے کے وقت غُفْرَانَکَ کہے۔ یعنے یا اللہ جو کچھ انکے آثار بد ہیں اُن سے تیری حفاظت چاہتا ہوں۔ اسواسطے بول و براز کو روک کر نماز پڑہنا منع فرمایا کہ یہ گند اندر میں نہ رہے اور جہاں تک جلد ممکن ہو اسکو نکال دیا جائے۔ جب ریح یا بول و براز سے نکلے تو معلوم ہوا کہ اُنکے ابخرۂ ردیہ نے انسان کے اعضائے رئیسہ کو صدمہ پہونچایا اور کمزور کر دیا۔ لہذا اُنکی تقویت کے لئے ہاتھ پاؤں منہ پر پانی ڈالنے کا حکم ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسیکو غشی یا بیہوشی ہوتی ہے تو اُسکو ہوش میں لانیکے لئے یا یوں کہو کہ اسکی تقویت قلب جگر دماغ کے لئے اُسکے منہ۔ ہاتھ۔ پاؤں پر چھینٹے مارے جاتے ہیں تو اسکو افاقہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ ایک بیّن ثبوت ہے اور قرآن مجید میں ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ پ۱۷ ترجمہ یعنی پانی ہر چیز کی

زندگی ہے جیسے ظاہری غشی کو جو ایک قسم کی موت ہے پانی سے دور کرنیکا حکم دیا۔ الغرض بول و براز ورنج کی بدبو سے جو بخارات ردیہ اٹھتے ہیں اور انکے حبس سے سدے انسان کے دل و دماغ وجگر پر خراب اثر پیدا کرتے ہیں لہذا اُس خراب اثر کو وضو کے ذریعہ زائل کرنیکا امر ہوا۔

۳۔ جس بول و براز۔ ریح۔ موجب امراض شدیدہ ہیں اُنکے خروج سے وضو بطور شکر گذاری الٰہی لازم ٹھرایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خروج بول براز۔ ریح کے بعد کلمات ذیل پڑھنے کا ارشاد فرماتے ہیں جنمیں شکر گذاری خدادی کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اور آنحضرتؐ خود بھی پڑھا کرتے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔ ترجمہ۔ یعنے شکر ہے اُس پروردگار جس نے مجھسے اشیائے موجب امراض کو نکال دیا اور اُن سے مجھے صحت و عافیت میں رکھا۔

۴۔ بول و براز و ریح کی بدبو انسان کے اندرونی اعضائے رئیسہ میں ایک قسم کی روحانی موت کا باعث ہوتی ہے اور اس موت سے وضو دوبارہ انسان کو زندگی بخشتا ہے یہی وجہ ہے کہ خروج بول و براز و ریح سے بغیر وضو یا اُسکے قائم مقام کے سوا نماز پڑھنا جائز نہیں۔ کیونکہ انسان حدث کی حالت میں ملائکہ سے بعید ہوتا ہے اور ایک قسم کی موت و غفلت اُسپر طاری ہو جاتی ہے لہذا پانی کے ذریعہ اُس غفلت و موت و بعدِ ملائکہ کو رفع کرنیکا امر ہوا۔ کیونکہ ہر چیز کا مایۂ حیات پانی ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ ترجمہ یعنی ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندگی بخشی ہے۔

۵۔ خروج ریح و بول و براز کی بدبو و ابخرہ ارضیہ سفلیہ و ثقلیہ سے اندرونی حالت نفس انسان کو ایک قسم کی نجاست و یبوست پیدا ہوتی ہے اور ملائکہ سے بُعد ہو جاتا ہے اور شیاطین و جنات اُسکو گھیر لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خروج ریح و بول و براز کے وقت اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ اور غُفْرَانَكَ پڑھنا امر فرمایا۔ ترجمہ۔ یعنے اے میرے خدا میں تیرے ساتھ نجاستوں اور جنیوں اور جنبیوں و شیاطین سے پناہ مانگتا ہوں اور اُن سے تیری مغفرت کا پردہ چاہتا ہوں اُنسے مجھے پردہ میں رکھ۔ پس ایسی حالت کے بعد امر وضو ہوا کیونکہ وضو سے نجاست دور ہوتی ہے اور قرب ملائکہ کا باعث ہوتا ہے اور جنات و شیاطین سے پرہیز و دوری حاصل ہو جاتی ہے اور یبوست رفع ہو جاتی ہے۔

۶۔ ہم قبل ازیں تمہید میں لکھ چکے ہیں کہ شریعت کے احکام کی علتیں اور اُنکے سبب اُنکے اوصاف مؤثرہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً جبکہ خروج ریح و بول و براز کے سبب پانی سے امر وضو یا تیمم کا حکم ہوا۔ تو وضو و تیمم کے اوصاف مؤثرہ زندگی۔ طہارت۔ و بیداری و تقویت قرار دئے گئے ہیں

چنانچہ قبل ازیں ہم بشواہد قرآن کریم لکھ چکے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ خروج ریح و بول و براز کسی قسم کی غفلت و ناپاکی و موت و ضعف کے باعث ہیں۔ سو یہ امر تو جگر و دماغ و دل کے اندرونی حالات کی طرف ہی عائد ہوتے ہیں جنکی بیداری و زندگی و پاکیزگی کے لئے امر وضو ہوا۔ کیونکہ بول براز و ریح انسان کے اندر سے خارج ہوتے ہیں۔ اور دل و جگر۔ دماغ انسان کے اندرونی حصہ جسم میں پاک ترین و نازک ترین اعضا میں سے ہیں اور خروج ریح و بول و براز سے اعضائے رئیسہ کیطرف ابخرہ ردیہ چڑھتے ہیں اور انکو ناپاکی و ضعف لاحق ہو جاتا ہے۔ لہذا انکو پانی سے زائل کرنیکا حکم ہوا۔

۷۔ وہ اشیاء جو بدن کے لئے بدل مایتحلل ہوتی ہیں اور جنکے اجزاء سے بدن۔ دل۔ روح۔ جگر۔ دماغ کو تقویت پہونچتی ہے انکے خروج سے انکو کمزوری و ضعف لاحق ہوتا ہے اور پانی کا استعمال اس ضعف کو دور کر دیتا ہے اور اندر سے نکلنے والی چیز کا پانی قائم مقام ہو جاتا ہے۔

دبر کی ہوا خارج ہونے سے امر وضو کی وجہ اور استنجا کا امر نہ ہونے کی حکمت

انسان کے اندر وہ عضو شریف جسپر شریعت کا خطاب ہے وہ تو دل ہی ہے اور دل کے بعد لطیف و نازک ترین عضا انسان کے اندر دماغ و جگر ہیں۔ اگر محض خروج ریح سے وضو کا امر اندرونی بیداری و تقویت اعضاء رئیسہ کے لئے نہ ہوتا تو پھر ہر ایک محض بدبودار چیز کے سونگھنے اور ہر ایک ناپاکی و گندگی کو ہاتھ لگانے سے امر وضو ہوتا پس بیان مذکور سے واضح ہوا کہ انسان کو بول و براز و ریح کے تقاضا و حاجت خروج کے وقت سے اُنکے خارج ہونے تک ابخرہ ردیہ سے انسان کے دل و دماغ و جگر کو ایک قسم کی غفلت و سستی و ناپاکی لاحق ہو جاتی ہے۔ لہذا اس غفلت و ناپاکی کو رفع کرنیکے لئے امر وضو ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ دبر سے محض خروج ہوا سے استنجا لازم نہیں ہوا۔ اور ہاتھ۔ منہ۔ پاؤں۔ دھونے کا حکم ہوا۔ کیونکہ محض خروج ہوا سے انسان کے خارجی جسم کو کوئی ناپاکی لاحق نہیں ہوتی جو استنجا کرنا لازم آوے۔ بلکہ محض خروج ہوا سے وضو کا امر بیداری و پاکی اعضائے مذکور و شکر الٰہی کے لئے ہوا۔ چنانچہ اس امر کا ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے بول و براز و دبر سے ہوا خارج ہونیکے مضامین میں بوجہ اشکال مختلفہ و وقت تکرار کیا گیا ہے تاکہ سمجھ میں ناظرین کو سہولت ہو۔

دبر سے ہوا خارج ہونے سے وجہ وجوب وضو اور منہ سے ڈکار۔ چھینک کی ہوا خارج ہونے سے عدم وجوب وضو کا راز

۱۔ یہ ہر شریعت اسلامیہ کی خوبیوں و کمالات میں سے ہے کہ جیسا اس نے منہ سے خروج بلغم و دبر سے

خروج نجاست میں فرق کیا ہے ایسا ہی اُس نے دبر و منہ کی ہوا خارج شدہ میں فرق کیا ہے۔ جو شخص منہ و ناک سے خروج ڈکار و چھینک و دبر سے خروج ہوا میں فرق نہیں کرتا تو وہ ایسا ہے جیسا کہ کوئی بلغم و نجاست میں برابری سمجھتا ہے۔ ڈکار تو چھینک کی قسم ہوتا ہے اور چھینک ایک ہوا ہوتی ہے جو دماغ میں بند ہوتی ہے اور پھر نکلنے کا راستہ ڈھونڈھتی ہوئی ناک کے سوراخوں سے خارج ہوتی ہے اور چھینک آتی ہے ایسا ہی ڈکار بھی ایک ہوا ہوتی ہے جو کہ معدہ کے اوپر بند ہوتی ہے اور پھر وہ اوپر کو آکر منہ سے خارج ہوتی ہے اور معدہ کے فضلہ اور انتڑیوں کی ثقل میں بہت فرق ہوتا ہے۔ کیونکہ دبر سے نکلنے والی ہوا انتڑیوں میں بند ہوتی ہے جو پاخانہ کی جگہ ہے اور پھر دبر سے خارج ہوتی ہے۔ معدہ کا فضلہ ابھی متعفن نہیں ہوتا اور انتڑیوں میں جا کر متعفن ہو جاتا ہے پس تعفن والی جگہ کی ہوا کے ابخرہ ردیہ و گندے ہوتے ہیں جنسے وضو کا امر ہوا مگر ڈکار و چھینک معدہ و دماغ سے آتی ہیں وہ پاک ہیں اِس لئے اُس سے وضو لازم نہیں ہوا۔ ع ”ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا۔

۲۔ دبر کی ہوا بند ہونے سے سخت ضرر و نقصان انسان کی جسمانیت و روحانیت کو لاحق ہوتا ہے اسلئے اُسکے خروج سے وضوئے شکر گذاری الٰہی و تلافی و تدارک ضرر کے لئے واجب ہوا۔ یعنے جتنی دیر اندر رہکر اُس نے دل جگر و دماغ کو ضرر پہونچایا وضو سے اسکی تلافی و تدارک ہو جاوے۔ یہی ہوا بند ہوتی ہے تو انتڑیوں میں سُدے پڑنے اور دورانِ خون میں بندش ہوتی اور قولنج ہو کر آخر ہلاکت کی نوبت پہونچتی ہے۔ طبیبوں سے پوچھ لو کہ دبر کی ہوا بند ہونے سے کسقدر نقصانات انسان کو پہونچتے ہیں۔ اسکی بندش سے انسان ہلاک ہی ہو جاتا ہے۔ پس اسکے خروج سے شکر الٰہی واجب ہوا۔ اور منہ سے خارج ہونیوالی ہوا۔ ڈکار۔ چھینک کے بند ہونے سے چنداں ضرر لاحق نہیں ہوتا تاکہ اُس سے وضو لازم آئے۔ لہذا جو شخص ڈکار۔ چھینک و گوزمیں از روے وصف و حکم برابری کرتا ہے اُسکی عقل و حواس پر خطا ہیں۔

۳۔ دل و جگر و دماغ نازک و پاک چیزیں ہیں۔ خروج ریح دبر سے دل و دماغ و جگر کو ابخرہ ردیہ سے ایک قسم کی ناپاکی و کمزوری لاحق ہو جاتی ہے لہذا اُس ناپاکی و کمزوری کو دفع کرنیکے لئے پانی سے امر ہوا مگر خروج ڈکار و چھینک سے یہ امر متحقق نہیں ہوتا کہ اُن سے وضو لازم آوے۔

وجوہات احکام شریعت کی وجہ تعدد

ہمارے ناظرین پر واضح رہے کہ احکام شریعت کے وجوہات متعددہ جو بتائے گئے ہیں اُنکے اوصاف مؤثرہ میں بھی تعدد ہے اسلئے اُنمیں جتنے وجوہات و اسرار ذکر کئے جاتے ہیں وہ سب اُنمیں پائے جاتے ہیں۔ اور بعض مضامین

دقیقہ ہیں ناظرین کی سہولت فہم کے لئے تکرار کیا جاتا ہے۔

حاجت بول و براز کے وقت منع نماز کی وجہ

نفس کے اندر وضو کا اثر اسیوقت پیدا ہوسکتا ہے کہ جب نفس کو اور کاموں سے فراغت ہو اور فراغت اسوقت ہوسکتی ہے کہ جب شکم کے اندر نفخ وغیرہ سے تردد و اضطراب نہ ہو۔ لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا یُصَلِّیْ اَحَدُکُمْ وَھُوَ یُدَافِعُہُ الْاَخْبَثَانِ۔ ترجمہ یعنے تم میں سے کوئی شخص نماز کو کھڑا نہ ہو جب اسکو پاخانہ و پیشاب کی حاجت ہو۔ اسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا ہے کہ نفس کے کسی اور طرف بھی مشغول ہونے میں حدث کے معنے پائے جاتے ہیں اور نماز کیطرف انسان کی توجہ نہیں ہوسکتی بلکہ وہ ایسی حالت میں پاخانہ و پیشاب کی مدافعت میں مشغول ہوجاتا ہے۔

بول و براز اور جماع کرنیکے وقت خانہ کعبہ کیطرف پشت و منہ کرنا منع ہونیکی حکمت

۱۔ خانہ کعبہ خدا تعالےٰ کے شعائر میں سے ہے پس خانہ کعبہ کی تعظیم خدا تعالےٰ کی تعظیم ہے۔ اور اسمیں کمی خدا تعالےٰ کی شان میں کمی ہے اسلئے خانہ کعبہ کا حج فرض ہوگیا اور اسکی تعظیم کا اسطرح حکم دیا گیا کہ بغیر صفائی اور طہارت کے اسکا طواف نہ کیا کریں۔ نماز میں اسکے سامنے کھڑے ہوں۔ ضرورت بشری۔ یعنے بول براز و جماع کے وقت اسکے سامنے نہ ہوں نہ اسکی طرف پشت کریں کیونکہ یہ امر بے ادبی میں داخل ہے۔ وجہ یہ کہ جس سے عمداً بے ادبی سرزد ہوتی ہے اسکا دل سخت ہوجاتا ہے اور اسکی اس سخت دلی کا اثر اسکے متعلقین و اقارب پر بھی سرایت کرتا ہے۔ ؎

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ۔ ترجمہ۔ یعنے خدا تعالےٰ کے نشانات کی تعظیم و ادب کرنا ان لوگوں کا کام ہے جنکے دلوں میں تقویٰ ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَۃَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْھَا۔ ترجمہ۔ یعنے جب تم جائے ضرور کے لئے آؤ تو قبلہ کو نہ منہ کرو اور نہ اسکو پشت کرو۔

۲۔ اسمیں یہ حکمت بھی ہے کہ دل کے اندر خدا تعالےٰ کی عظمت کا ہونا چونکہ ایک باطنی امر ہے اسواسطے ظاہر میں بھی کوئی قرینہ جو تعظیم قلبی کا قائم مقام ہو پایا جانا ضروری ہے پس جبکہ قبلہ کیطرف منہ کرنا تعظیم قلبی

اور یادِ الٰہی میں جمع خاطر ہونیکا قائم مقام ٹھرا۔ اور قائم مقام ہونیکی یہ وجہ ہے کہ یہ ہیئت تعظیم الٰہی کیلئے مخصوص رہے اور جو ہیئت نماز کی ہیئت کے بالکل منافی اور اُسکی ضد ہے۔ یعنے حالت پاخانہ۔ پیشاب۔ جماع۔ ایسی حالتوں میں قبلہ کو نہ منہ کیا جائے نہ پشت کیونکہ اسمیں بے ادبی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس امر کی تشریح فرمائی ہے اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَعَظِّمُوْا قِبْلَۃَ اللّٰہِ وَلَا تَسْتَقْبِلُوْھَا وَلَا تَسْتَدْبِرُوْھَا۔ ترجمہ یعنے جب پاخانہ کو جاؤ تو قبلہ خدا کی عظمت کا لحاظ رکھو اور قبلہ رُو اور قبلہ پشت ہو کر نہ بیٹھو۔

نیند کرنے سے وضو ٹوٹنے کی وجہ

۱۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں وِکَاءُ الْاِسْتِ الْعَیْنَانِ فَاِنَّہٗ اِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُہٗ۔ ترجمہ۔ یعنے سرین کا بندھن آنکھیں ہیں۔ کیونکہ جب آدمی لیٹ جاتا ہے تو اسکے جوڑ ڈھیلے ہوجاتے ہیں۔ اب اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب آدمی کو خوب گہری نیند آجاتی ہے تو ضرور اُسکے جوڑ ڈھیلے پڑجاتے ہیں اور ریح وغیرہ کے نکلنے کا گمان غالب ہوتا ہے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نفس کے اندر سو جانیکی وجہ سے غفلت وبلادت کند ذہنی پیدا ہوجاتی ہے اور وضو سے ہوشیاری وبیداری کا اثر نفس پر پڑتا ہے۔

پاخانہ جانے اور اُس سے نکلنے کیوقت اعوذ و غفرانک پڑھنے کی وجہ

پاخانہ کو جانیکے وقت اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ پڑھنا اسلئے مستحب ہے کہ اُس جگہ شیاطین جمع رہتے ہیں اسلئے اُنکو نجاست بھاتی ہے اور پاخانہ سے نکلنے کے وقت غُفْرَانَکَ کہے کیونکہ پاخانہ میں ذکر الٰہی ترک ہو جاتا ہے۔ اور شیاطین سے مخالطت کا وقت ہوتا ہے اس سے مغفرت مانگنی مناسب ہے۔

تین ڈھیلوں سے امر استنجا کی وجہ اور گوبر و ہڈیوں سے منع استنجا کا راز

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ اُعَلِّمُکُمْ اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَۃَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْھَا وَاَمَرَ بِثَلٰثَۃِ اَحْجَارٍ وَنَھٰی عَنِ الرَّوْثِ وَالرِّمَّۃِ وَنَھٰی اَنْ یَّسْتَطِیْبَ الرَّجُلُ بِیَمِیْنِہٖ۔ ترجمہ۔ یعنے حضرت ابی ہریرۃؓ راوی ہیں کہ رسولخدا

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں تمہارے لئے بمنزلہ باپ کے ہوں ۔ تمکو آداب سکھاتا ہوں۔ جب تم پاخانہ کو جاؤ تو قبلہ رو اور قبلہ پشت ہوکر نہ بیٹھو اور استنجا میں تین ڈھیلوں کا امر فرمایا۔ اور گوبر اور ہڈیوں سے اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا منع فرمایا۔ قضائے حاجت کے وقت قبلہ رو و قبلہ پشت ہوکر نہ بیٹھنے اور دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کرنیکی وجہ کا ذکر قبل ازیں لکھا گیا ہے۔

ا۔ استنجا کے لئے تین ڈھیلے اسلئے مقرر فرمائے کہ صفائی کے لئے ایک حد کا مقرر کرنا ضروری تھا ورنہ وہمی آدمی سارا سارا دن استنجا ہی کرنے میں گذار دیتے ۔ باوجود اسقدر تاکید شدید کے ہم بعض وہمیوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ایک ہی استنجا کے لئے ڈھیلوں کا ڈھیر لگا دیتے ہیں اور پانی کے کئی مٹکے خالی کر دیتے ہیں اور تین سے کم ڈھیلوں میں بخوبی صفائی و پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی ۔ اور تین میں صفائی ہو جاتی ہے اور تین سے زیادہ میں تضیع وقت اور وہم کا بڑھانا اور وہم میں داخل ہے ۔ گوبر و ہڈیوں سے استنجا اسلئے منع ہوا کہ ان میں اکثر موذی جانور سانپ بچھو وغیرہ اور کئی قسم کے کاٹنے والے کیڑے بیٹھے رہتے ہیں۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنظر شفقت و رحمت اپنی امت کو ان سے استنجا کرنا منع فرمایا تاکہ استنجا کرنیوالے کو کوئی موذی جانور نہ کاٹے اور ایذا نہ پہونچائے۔ وجہ یہ ہے کہ اکثر ہوام و جانوران موذیہ سانپ بچھو ہزار پا وغیرہ کی پیدائش گوبر و ہڈیوں میں سے ہوتی ہے اور انہی سے انکی خوراک و پرورش ہوتی ہے اور انکے سوراخ دار جگہوں میں ایسے جانور گھسے رہتے ہیں اسلئے کہ جہاں کسی چیز کی پیدائش و خوراک کا سامان ہو وہاں اسکا اکثر قیام رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان سے استنجا کرنا منع ہوا تاکہ انکے اندر سے نکلکر کوئی زہریلا جانور استنجا کرنیوالے کو ایذا نہ پہونچائے۔ بعض احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے جانوروں کو جنات میں مذکور فرمایا ہے ۔ چنانچہ ہمارے ایک محسن و مربی نے احادیث میں سے لیکر بطور اختصار الفاظ ذیل میں ایسے جانوروں کا ذکر کیا ہے۔ اَلْاَجِنَّۃُ اَقْسَامٌ ۔ اَلْحَیَّاتُ ۔ وَالذُّبَابُ ۔ وَالنَّمْلَۃُ الْحُمْرٰی ۔ وَھَوَامُ الْوَبَاءِ وغیرہ یعنے جنات کے کئی قسم ہوتے ہیں۔ سانپ ۔ مکھیاں ۔ سرخ چینونٹیاں ۔ اور وبائی کیڑے بھی جنات میں سے ہیں۔

واضح رہے کہ اسمیں اُس مخلوق آلہی یعنے جنوں کی نفی نہیں کیگئی ہے جو اس عالم میں ایک غیر مرئی ناری مخلوق موجود ہے اور انکے علامات و آثار محسوس و معلوم ہورہے ہیں وہ بھی جن ہیں ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات سے حکایتہً ذکر فرمایا ہے یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْہٰہُ اُمَّتَکَ عَنِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْعَظْمِ وَالرَّوْثِ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ لَنَا فِیْھَا رِزْقًا ۔

یعنے جنات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ اپنی امت کے لوگوں کو ہڈیوں و گوبر سے استنجا کرنا منع فرما دیں کیونکہ خدا نے انہیں ہماری روزی رکھی ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے لَا تَسْتَنْجُوْا بِالرَّوْثِ وَالْعِظَامِ فَاِنَّھَا زَادُ اِخْوَانِکُمُ الْجِنِّ۔ ترجمہ۔ یعنے گوبر اور ہڈیوں سے استنجا نہ کیا کرو کیونکہ یہ چیزیں تمہارے بھائیوں جنات کی خوراک ہے۔

واضح ہو کہ ہر ایک چیز کی خوراک خدا تعالےٰ نے اُس چیز میں رکھی ہے جس چیز سے اسکو پیدا کیا ہے آدمی کو پانی مٹی کے خمیر سے پیدا کیا لہذا آدمی کی خوراک بھی مٹی و پانی سے پیدا ہوتی ہے بنظر غور دیکھو جنات یعنے حشرات موذیہ کو ہڈیوں و گوبر سے جو در اصل مٹی و پانی کا خمیر ہوتا ہے پیدا کیا لہذا انکی خوراک بھی انہیں رکھی۔ اخوان یعنے آدمیوں کے بھائی جنات کو اسواسطے فرمایا کہ جیسا کہ آدمی کی پیدائش مٹی و پانی سے ہوتی ہے ایسا ہی ان حشرات کی پیدائش بھی مٹی و پانی کے خمیر سے ہی ہوتی ہے۔ آدمی کی پیدائش مٹی سے یوں ہوتی ہے کہ غلے و میوہ جات مٹی سے پیدا ہوتے ہیں۔ آدمی اُن کو کھاتا ہے اُن سے منی پیدا ہوتی ہے اور منی سے آدمی بنتا ہے اور پھر مدام آدمی اُن غلہ جات و میوہ جات وغیرہ اشیاء کو کھاتا رہتا ہے جنکی پیدائش مٹی سے ہوتی ہے اور اسیطرح اسکا جسم بڑھتا رہتا ہے اور اسیطرح آدمی کی خلق ہوتی ہے۔ بلکہ یوں سمجھو کہ جنات یعنے حشرات وغیرہ حیوانات اور آدمیونکی پیدائش مٹی ہی سے ہوتی ہے لہذا وہ انکی ماں و اصل ٹھری اور پانی جو آسمان سے اُترکر مٹی پر پڑتا ہے وہ مرد کی منی عاقدہ کے منزلہ ہوتا ہے جس سے خمیر ہوتا ہے۔ پس چونکہ آدمی و جنات کی اصل و ماں مٹی ہے لہذا وہ دونوں جنسیں آپسمیں بھائی ٹھرے۔ یہی مٹی ہے جو مختلف رنگوں میں ظاہر ہو رہی ہے۔ کہیں شاہ و گدا ہے اور کہیں درخت اور کہیں آدمی اور کہیں درندے و پرندے اور کہیں خوراک و پوشاک اور کہیں لوہا و سونا و چاندی و پیتل وغیرہ دھات اور کہیں مواشی اور کہیں چاند اور کہیں عطارد و زحل و مریخ و مشتری و زہرہ اور کہیں عاشق دل ربودہ و دلدادہ اور کہیں معشوق دلربا۔ کہیں ریل و آگبوٹ و محل و ماڑیاں اور کہیں طاؤس و مینا و کہیں قمری و فاختہ و طوطا وغیرہ وغیرہ۔ ہزارہا اشکال و صورتوں میں مٹی ہی جلوہ گر ہے۔

انکے علاوہ خدا تعالےٰ کی ایک اور مخلوق ہے جسکی پیدائش آگ سے ہوتی ہے انکو بھی جن کہتے ہیں چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ۔ ترجمہ یعنے خدا تعالیٰ نے پیدا کیا جن کو آگ کے شعلہ سے اس آتشی مخلوق کی خوراک بھی آتش ہی ہے۔ ہم قبل ازیں ظاہر کر چکے ہیں کہ خدا نے ہر جنس کی خوراک اُسکے اصل مادہ میں رکھی ہے جہاں سے اُسکی پیدائش ہوئی ہے

لکڑی کا کیڑا لکڑی سے پیدا ہوتا ہے اسکی خوراک لکڑی ہیں موجود ہے مدار کا کیڑا مدار سے پیدا ہوتا ہے
اسکی خوراک مدار میں موجود ہے۔ لوہے کا کیڑا لوہے سے پیدا ہوتا ہے اسکی خوراک لوہے میں ہے
آگ کا کیڑا سمندر آگ سے پیدا ہوتا ہے اسکی خوراک آگ میں ہے پتھر کا کیڑا پتھر میں پیدا ہوتا ہے
اسکی خوراک اسی میں ہے۔ پانی کے کیڑے پانی میں پیدا ہوتے ہیں انکی خوراک اسی میں موجود ہے
گوبر و ہڈیوں کے کیڑے انہی میں سے پیدا ہوتے اور وہی انکی خوراک ہیں۔

۳۔ گوبر و ہڈیوں سے استنجا کرنا موجب امراض شدیدہ ہے کیونکہ ان میں زہریلے حشرات کے زہریلے علامات اور ہوائے متعفنہ کے سمی و قاتلہ آثار ہر وقت موجود رہتے ہیں اگرچہ ان میں کسی وقت کیڑے نہ بھی موجود رہیں لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لوگوں کو محض بنظر شفقت و رحمت ان ضرروں سے بچنے کے لئے گوبر و ہڈیوں کے ساتھ استنجا کرنا منع فرما دیا۔ یعنے آپنے ایسا کام کیا جیسا کوئی اپنے بچوں کو اشیائے ضرر رساں کے استعمال سے روک دیا کرتا ہے تاکہ انکو ضرر نہ پہونچے۔ چنانچہ حدیث مذکور الصدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صریحاً اس امر کا اشارہ فرمادیا کہ تم میرے پیارے بچوں کے منزلہ ہو میں نہیں چاہتا کہ تمکو کوئی ضرر پہونچے۔ اور خدا تعالٰی نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پدری محبت و شفقت کی جو آپ کو اپنی امت سے ہے قرآن کریم میں تصدیق فرمادی ہے۔ چنانچہ خدا تعالٰی فرماتا ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ ترجمہ۔ یعنے تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے اور وہ تم ہی میں سے ہے تمکو کوئی تکلیف و دکھ ہو تو اسکو ناگوار گذرتا ہے۔ وہ تم سے حرص رکھتا ہے وہ مومنوں پر رؤف و رحیم ہے۔

اپنی امت کی تکلیف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی تکلیف و دکھ ہوتا ہے جیسا کہ کسی کے بیٹے کو تکلیف و مصیبت پہونچنے سے باپ کو تکلیف ہوتی ہے

باخبر را دل تپید بر بے خبر	رحم بر کور سے کند اہل بصر
ہمچنیں قانون قدرت اوفتاد	مر ضعیفاں را قوی آرد بیاد
چوں ازیں قانون شود رحماں برون	رحم یزداں از ہمہ باید فزوں

خداوند تعالٰی کا احکام ممنوعہ و محرمات سے اپنے بندوں کو منع کرنا بنظر رحمت و شفقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھکر ہے چنانچہ خدا تعالٰی فرماتا ہے وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ۔ ترجمہ یعنے خدا تعالٰی نے تمکو اپنی طرف سے بنظر شفقت و رحمت محرمات

و ممنوعات سے حذر کرنے و بچنے کے لئے آگاہ فرماتا ہے کہ مبادا ارتکاب محرمات سے تمکو ضرر پہونچے۔ وہ نہیں چاہتا کہ تمکو ضرر پہونچے کیونکہ وہ بندونپر بڑا مہربان ہے۔ امت کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دلسوزی و ہمدردی و شفقت و رحمت آنحضرت کو مقام فنا فی اللہ میں پہونچکر خدا تعالےٰ سے عطا ہوئی تھی۔

اسیطرح حسب مراتب جسکو خدا تعالےٰ سے زیادہ قرب ہوگا وہ خدا تعالےٰ کی مخلوق سے زیادہ ہمدردی کریگا۔ اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ۔ ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مخلوق دنیا خدا تعالےٰ کے کنبہ کے بمنزلہ ہے پس مخلوق میں خدا کو وہی زیادہ پیارا ہے جو اُسکے کنبہ سے بھلا کرے۔

قہقہہ۔ قے۔ نکسیر سے امر وضو کا راز

بہتا ہوا خون اور قے کثیر بدن کو آلودہ کرنیوالی اور نفس کو پلید کرنیوالی چیزیں ہیں اور نماز میں قہقہہ لگانا ایک قسم کا جرم ہے۔ جسکا کفارہ ہونا چاہئے۔ اگر ان چیزوں سے شارع وضو کا حکم دے تو کچھ عجب نہیں ہے نماز میں قہقہہ کسی نفسانی پلیدی کے باعث ہوتا ہے۔ جسکا ازالہ وضو سے کرنا لازم ہوا۔

ذکر و عورت کو چھونے اور گوشت شتر کھانیسے امر وضو کیوں ہوا تھا کیا ان سے وضو ٹوٹ جاتا ہے،

امور مندرجہ عنوان مذکور کو اکثر علما نواقض وضو میں شمار نہیں کرتے اور بعض نواقض میں شمار کرتے ہیں اور بعض ایسی احادیث کو جن میں امر وضو ہے منسوخ قرار دیتے ہیں بعض نواقض تو نہیں کہتے مگر بطور احتیاط وضو کرنا بتاتے ہیں۔ خاکسار راقم حروف کی رائے میں بھی وہ شکنندۂ وضو نہیں ہیں مگر چونکہ ہر گروہ کے علمائے کرام و فقہائے عظام و محدثین ذوی الاحترام انکے متعلق اپنے اپنے دلائل بیان کرتے ہیں اسلئے لازم ہے کہ ہم انکے وجوہات نواقض و عدم نواقض بیان کرنیکے بعد ایک قول فیصل و رائے صائب کا اظہار کریں جس سے پورا پورا انکشاف حق ہوجائے۔ مندرجہ ذیل امور احادیث ہے یہ ہیں مذکور ہیں جنکے متعلق امر وضو اور پھر عدم امر وضو و رخصت کا ذکر بھی آیا ہے۔

ذکر و عورت[۱] کا چھونا۔ گوشت[۲] شتر۔ اشیائے متغیرہ[۳] آتش کا کھانا۔ شتر مادہ کا دودھ[۵] پینا۔ ذکر و عورت کو چھونے سے امر وضو کی وجہ جو حضرت ابن قیم و شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہما نے بیان کی ہے ذیل میں ہم اسکو سوال و جواب کے پیرایہ میں درج کرتے ہیں۔

سوال۔ ذکر کے چھونے سے وضو کا ٹوٹ جانا اور باقی اندا موں اور گندگی و بول و براز کو ہاتھ لگانے سے وضو کے نہ ٹوٹنے میں کیا راز ہے۔

جواب۔ اسمیں کچھ شک نہیں ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ۔ ترجمہ۔ یعنے جو شخص اپنے عضو تناسل کو چھوئے وہ وضو کرلے۔ لہذا واضح ہوا کہ صحیح حدیث میں ذکر کے چھونے سے دوبارہ وضو کرنے کا حکم آیا ہے اور اسکے برخلاف بھی ذکر آیا ہے یعنے وضو نہیں ٹوٹتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپنے فرمایا هَلْ هُوَ إِلَّا بِضْعَةٌ مِنْكَ۔ ترجمہ یعنے ذکر تو تیرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے یعنے اسکو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور بعض کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اور بعض کی رائے ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث محکم ہے اور عدم وجوب وضو پر دال ہے۔ اور جس حدیث میں امر آگیا ہے اسمیں استحباب وضو کی دلیل ہے۔ بہرحال اس امر کے بارے میں علما کی تین رائیں ہیں۔ اور سوال کرنیوالے کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کا امر فرمانا اس حدیث کی صحت پر دلالت ہے۔ پس وضو کرنا احتیاط میں داخل ہے۔ حضرت ابن قیم کہتے ہیں کہ مس ذکر سے امر وضو کی یہ وجہ ہے کہ یہ امر کمال شریعت حقہ اور اسکی خوبیوں میں سے ہے کہ اس نے ایسے ایسے امور سے آگاہ فرمادیا ہے کہ جنکے ارتکاب سے عمل مشروع میں نقص و خلل آجاتا ہے۔ اور انسان کو خبر نہیں ہوتی۔ ذکر کا چھونا جماع کو یاد دلاتا ہے۔ اور غالبًا اس سے انتشار کا گمان ہوسکتا ہے۔ یا خروج مذی کا احتمال ہوتا ہے اور آدمی کو پتہ نہیں ہوتا اور خروج مذی سے اسکا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ پس یہ گمان بباعث پوشیدگی و کثرت وجود کے قائم مقام حقیقت کے ٹھرایا گیا۔ جیسا کہ نیند کو قائم مقام بے وضو ہونیکا ٹھرایا گیا۔ اور عورت کو مس شہوت سے قائم مقام حدث کے ٹھرایا گیا۔ اور نیز مس ذکر موجب انتشار حرارت شہوت اور اسکے برانگیختہ کرنیکا سبب ہے۔ اور وضو اس حرارت کو بجھا دیتا ہے اور یہ امر مشہود و محسوس ہے مس ذکر سے امر وضو اسوجہ سے نہیں ہوا کہ ذکر نجس ہے یا کہ مجرائے نجاست ہونیکی وجہ سے اسکو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تاکہ اسپر سوال وارد ہو کہ پلیدی اور بول کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں

لوٹنا تو ذکر چھونے سے کیونکر وضو ٹوٹ جاتا ہے بلکہ مس ذکر سے امر وضو کی وجہ اُن امور کی رُو سے ہے جنکا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

۲۔ عضو تناسل کا چھونا ایک بیہودہ فعل ہے۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجا کرنیکے وقت دائیں ہاتھ سے ذکر کو چھونے سے منع فرمایا ہے۔ اور جب ذکر کو ہاتھ لگائے تو وہ ایک شیطانی فعل ہے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ یعنے جو ذکر کو چھوئے وہ وضو کرے۔ اور عورت کو ہاتھ لگانے سے شہوت کا ہیجان و جوش ہوتا ہے اور اسمیں ایک شہوت کا جوش جو شہوت سے کم ہے پورا کر نا پایا جاتا ہے۔ پس ان امور سے وضو کرنے میں جو احتیاط کریگا اسکا دین و عزت محفوظ رہیگی۔ ورنہ خالص شرع میں اس سے کچھ گرفت نہیں ہے۔ ایسا ہی گوشت شتر اور اسکے دودھ کے متعلق بطور سوال و جواب حضرت شاہ ولی اللہ و ابن قیم رحمۃ اللہ علیہما کی تحریروں کا خلاصہ کرکے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

سوال۔ گوشت شتر کھانے سے وضو کرنا خلاف قیاس ہے۔ کیونکہ وہ گوشت ہے اور گوشت کھانے سے وضو نہیں کیا جاتا۔

جواب۔ شارع علیہ السلام نے جیساکہ دو گوشتوں کے درمیان فرق بیان فرمایا ہے ایسا ہی دو مکانوں اور دو چرواہوں کے درمیان یعنے اونٹوں کے چرانے والوں اور بکریوں کے چرانیوالوں کے مابین فرق ظاہر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا اَلْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي الْفَدَّادِينَ أَصْحَابِ الْإِبِلِ وَالسَّكِينَةُ فِي أَصْحَابِ الْغَنَمِ۔ ترجمہ یعنے فخر اور بڑائی اونٹ والوں میں ہے اور سکینت و وقار بکری والوں میں ہے۔ بکریوں کے مکان میں نماز پڑھنا جائز فرمایا اور اونٹوں کے مکان میں نماز پڑھنے سے منع کیا۔ چنانچہ فرمایا صَلُّوا فِي مَرَاحِ الْغَنَمِ وَلَا تُصَلُّوا فِي مَعَاطِنِ الْإِبِلِ۔ اور اونٹ کا گوشت کھانے سے امر وضو فرمایا۔ اور بکری کا گوشت کھانے سے امر وضو نہیں کیا۔ یہ فرق ایسا ہے جیساکہ سود اور خرید و فروخت۔ اور مذبوح اور غیر مذبوح میں فرق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فخر اور کبر اونٹ والوں میں ہے اور آرام و سکینت و انکسار بکری والوں میں ہوتا ہے اور یہ بھی آیا ہے کہ ہر اونٹ کے سر پر ایک شیطان ہوتا ہے۔ اور یہ بھی حدیث میں مذکور ہے کہ اونٹ جن سے ہے اور اُسکی پیدائش جن سے ہوئی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اونٹ میں شیطانی قوت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ ہر چیز کے گوشت کا اثر جسم میں بالضرور ظاہر ہوتا ہے۔ درندے جانور اور چنگال والے پرندے یعنے پنجے دار جانور اسلئے حرام ہوئے ہیں کہ اُن میں درندگی سرکشی اور جَور کی عادت ہے اور اُنکا اثر کھانیوالے میں بالضرور ظاہر ہوتا ہے جو انسان کے دین میں مضر ہے۔

پس جبکہ اونٹ میں شیطانی قوت کا ہونا مسلّم بات ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے۔ اور ایک حدیث نبوی میں آیا ہے کہ غصہ شیطان سے ہے پس جبکہ تم میں سے کسیکو غصہ آوے تو وضو کرے اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ ایسا ہی جب انسان اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کرتا ہے تو اُسکے وضو کرنے سے وہ شیطانی قوت بجھ جاتی ہے اور وہ فسا و زائل ہو جاتا ہے اسلیئے ہیں امر ہوا کہ بطور استحباب ہر ایک اُس چیز کے کھانے سے وضو کریں جو آگ سے پکائی جاتی ہے کیونکہ آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے میں ملائکہ کے ساتھ مشابہت منقطع ہو جاتی ہے۔

۳۔ علاوہ بریں آگ کی پکی ہوئی چیز نار جہنم کو یاد دلاتی ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا ضرورت داغ لگوانے سے منع فرمایا ہے۔

۴۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ گوشت شتر کے متعلق لکھتے ہیں کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے امر وضو کا بھید یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت توریت کے اندر حرام کیا گیا تھا اور تمام انبیاء بنی اسرائیل اُسکی حرمت پر متفق رہے اور ہمارے واسطے خدا تعالے نے اُسکو حلال کر دیا تو اُسکے ساتھ دو وجہ سے وضو بھی مقرر فرمایا۔ ایک تو یہ کہ یہ وضو اسبات کا کہ پہلے لوگوں پر اس کا کھانا حرام تھا اور ہمارے واسطے حلال کر دیا گیا شکریہ ہو جاوے۔ دوسرے یہ کہ اُسکے حلال ہیں بعد اسکے کہ تمام انبیائے بنی اسرائیل پر حرام رہا اسبات کا احتمال تھا کہ لوگوں کے دلوں میں اسکے حلال ہونے سے ایک طرح کا کھٹکا گذرے لہذا اُسکے علاج کے لیئے وضو کو مقرر فرمایا کیونکہ اسکی حرمت سے اُس حلت کیطرف جسکے استعمال سے وضو لازم آجاوے انتقال کرنا کسیقدر سہل اور باعث تسکین خاطر ہے۔

قول فیصل از مؤلف ذکر و عورت کو چھونے اور متغیرہ اشیائے آتش کے کھانے سے امر وضو کے متعلق جو احادیث آئی ہیں اُنکے برخلاف احادیث متعارضہ بھی آئی ہیں۔ لہذا علماء میں ان امور کے متعلق اختلاف ہے کوئی اُن احادیث کے منسوخ ہونیکا قائل ہے جنمیں امر وضو کا ذکر ہے کوئی اُنکو محکم بتاتا ہے۔ بہرحال ہماری رائے میں ان سب احادیث میں سے نہ کوئی منسوخ ہے اور نہ پہلی احادیث میں امر وضو کا وجوب ہے بلکہ سب میں بطور استحباب امر وضو کا اشارہ ہے اور یہ امور اسی قبیل سے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جسکو تم میں سے غصہ آوے وضو کرے حالانکہ غصہ سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن اسمیں غصہ کی آگ بجھانیکے لیئے استحباب وضو کیطرف اشارہ ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَسَّ

ذکرہٗ فلیتوضاءُ یعنے جب کوئی ذکر کو چھوئے تو وضو کرے۔ اس سے ایک صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس امر وضو سے وضو کا واجب ہونا سمجھ لیا۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ استفسار کیا تو آپ نے اُسکو جواب فرمایا کہ ذکر تو تیرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہ اسلئے فرمایا تاکہ اُس صحابی کے دل میں وجوب امر کا خیال نہ رہے ایسا ہی امر وضو در باب مسّ عورت و ذکر و متغیرہ آتش کے کھانے سے بسبب بطور استحباب ہے اور اس سے نہ کسی حدیث میں تعارض آتا ہے اور نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک کلام کو منسوخ ٹھرانا پڑتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک آدمی کو اس میں احتیاط کرنی بہت ضروری ہے۔

کپڑے پر لڑکی کے بول کرنے سے کپڑے کو دہونے اور لڑکے کے بول سے کپڑے پر صرف پانی چھڑکنے کی وجہ

۱۔ لڑکی اور لڑکے کے بول میں فرق ہونیکے تین وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ مرد و عورات لڑکے کی بہ نسبت لڑکی کے زیادہ اُٹھاتے ہیں اور بباعث عموم بلوی کے اُسکے بول کا دہونا مشکل ہوتا۔ دوسرا یہ کہ لڑکے کا بول ایک ہی جگہ نہیں ٹھرتا بلکہ متفرق جگہ پر پڑتا ہے اور اسمیں بھی بباعث عموم بلوی ہونیکے سارے کپڑے کا دہونا مشکل ہوتا اور لڑکی کا بول اکثر ایک ہی جگہ پڑتا ہے اور وہ آسانی دہویا جا سکتا ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ لڑکی کا بول بباعث کثرت رطوبت کے زیادہ ناپاک اور بدبو والا ہوتا ہے۔ اور لڑکے کی کثرت حرارت اُسکے بول کی بدبو کو خفیف کرتی اور رطوبت کو پگھلا دیتی ہے اسلئے اسمیں بدبو و ناپاکی کم ہوتی ہے۔ یہ وہ امور ہیں جو اپنے حسن اعتبار سے لڑکی اور لڑکے کے بول میں فرق ظاہر کر رہے ہیں اور انہی وجوہات کو نور نبوت نے تمیز کر کے اُنکے دہونے میں بھی مختلف حکم فرمایا لڑکی اور لڑکا جب تک طعام نہ کھاتے ہوں اُنکے بول کے متعلق فقہائے کرام و علمائے عظام کے تین اقوال ہیں۔ اول یہ کہ جس کپڑے پر لڑکی یا لڑکا کا بول پڑے اُسجگہ کو دہو یا جائے دوسرا یہ قول ہے کہ پانی چھڑکا جاوے۔ تیسرا فرق عنوان الصدر آیا ہے اور یہ امر شریعت اسلامی کی خوبیوں و حکمتوں و مصلحتوں پر مبنی ہے۔

۲ ابن ماجہ کی ایک حدیث میں یہ وجہ بتائی گئی ہے ابو الیمان مصری راوی ہے قَالَ سَأَلْتُ الشَّافِعِیَّ عَنْ حَدِیْثِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ وَیُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِیَۃِ

وَالْمَاءُ اِنْ جَمِیْعًا وَاحِدٌ قَالَ لِاَنَّ بَوْلَ الْغُلَامِ مِنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ وَبَوْلَ الْجَارِیَۃِ مِنَ اللَّحْمِ وَالدَّمِ ثُمَّ قَالَ لِیْ فَھِمْتَ اَوْ قَالَ لَقِنْتَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ اِنَّ اللہَ تَعَالٰی لَمَّا خَلَقَ اٰدَمَ خُلِقَتْ حَوَّاءُ مِنْ ضِلْعِہِ الْقَصِیْرِ فَصَارَ بَوْلُ الْغُلَامِ مِنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ وَصَارَ بَوْلُ الْجَارِیَۃِ مِنَ اللَّحْمِ وَالدَّمِ قَالَ قَالَ لِیْ فَھِمْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لِیْ نَفَعَکَ اللہُ بِہٖ ۔ ترجمہ یعنے ابو یمان مصری کہتا ہے میںنے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سے نبی علیہ السلام کی اس حدیث کا راز پوچھا جو آپنے فرمایا ہے کہ لڑکے کے بول کرنے سے کپڑے پر پانی کے چھینٹے مارے جائیں۔ اور لڑکی کے بول کرنے سے کپڑا دہویا جاوے۔ مینے پوچھا کہ اِن دونوں بولوں میں اختلاف امر کی وجہ کیا ہے حالانکہ دونوں پانی یعنے بول ہی ہیں اور ناپاک ہیں حضرت امام شافعی نے فرمایا کہ لڑکے کا بول پانی اور مٹی سے ہوتا ہے اور لڑکی کا بول گوشت اور خون سے ہوتا ہے۔ پھر مجھے کہا کہ تونے اسبات کا راز سمجھ لیا۔ مینے کہا کہ نہیں سمجھا۔ فرمایا کہ جب خدا تعالےٰ نے آدم کو پیدا کیا تو حوا علیہا السلام کو اُسکی بائیں طرف کی چھوٹی پسلی سے پیدا کیا۔ پس لڑکے کا بول پانی اور مٹی سے قرار پایا اور لڑکی کا بول گوشت و خون سے ہوا لہذا اُنکے دہونے میں بھی مختلف حکم ہوا پھر مجھسے فرمایا کیا تحنے اس حکم کے راز کو سمجھ لیا۔ مینے کہا مینے اس راز کو سمجھ لیا۔ مجھے فرمایا خدا تجھے اس سے نفع دے۔

باب المسح علی الخفین

مسح موزہ کا راز

چونکہ وضو کا اُن اعضائے ظاہرہ کے دہونے پر مدار تھا جو جلد جلد گرد و غبار میں آلودہ ہوتے رہتے ہیں اور پھر موزوں کے پہننے سے اعضائے باطنیہ میں داخل ہو جاتے ہیں اور عرب میں موزوں کے پہننے کا بہت دستور تھا اور ہر نماز کے وقت اُنکے اُتارنے میں ایک قسم کی دقت تھی اسواسطے فی الجملہ اُنکے پہننے کی حالت میں اُنکا دہونا ساقط کر دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ موزے کے اوپر مسح کیا کریں تاکہ پیروں کا دہونا یاد آ جائے۔ مسح پیر دہونے کا ایک نمونہ ہے اور اس سے اسکے سوا اور کچھہ مقصود نہیں ہے۔

موزہ پر نیچے کی جانب مسح مشروع نہ ہونیکی وجہ

اگر مسح موزہ نیچے کی جانب مشروع ہوتا تو بڑا حرج ہوتا کیونکہ نیچے کی جانب مسح کرنے میں مین پرچلتے وقت موزوں کے گرد سے آلودہ ہونیکا گمان غالب ہے۔ لہذا عقل کا مقتضی یہی ہے کہ اوپر کی جانب مسح کیا جاوے۔

مسح موزہ مقیم کے لئے ایک دن رات و مسافر کیلئے تین دن رات مقرر ہونیکی حکمت

جہاں آسانی کردیگئی ہے وہاں کوئی ایسی چیز جسکی وجہ سے نفس کو عبادت مطلوبہ کے ترک کرنیں مطلق العنانی نہ ہوجائے مقرر کردیجائے۔ لہذا شارع علیہ السلام نے اسبات کے حاصل کرنیکے لئے وہ باتیں اسکے ساتھ مقرر کردیں۔ ایک تو مسح کی مدت مقیم کے لئے ایک دن رات اور مسافر کے لئے تین دن رات مقرر فرمائے اسلئے کہ ایک دن رات کی ایسی مدت ہے کہ اسکا انتظام اور التزام ہوسکتا ہے بہت سی چیزوں کو جنکا التزام کرنا چاہتے ہیں اس مدت کیساتھ اُنکا التزام رکھتے ہیں اور تین دن رات کی مدت بھی ایسی ہی ہے یہ دونوں مدتیں مقیم و مسافر پھر اُنکے رفع حرج اور تکلیف کے موافق تقسیم کردیگئی ہیں۔ پھر شارع علیہ السلام نے اُس میں یہ دوسری شرط لگادی کہ موزوں کو طہارت کی حالت میں پہنا ہو تاکہ پہننے والے کے دل میں اُسی وقت کی طہارت کا نقشہ جمارہے اسلئے کہ موزوں کی حالت میں گرد و غبار کا اثر کم ہوتا ہے اس طہارت کو وہ اُس طہارت پر قیاس کرلیتا ہے اور اس قسم کے قیاسات کا نفس کی تنبیہہ میں پورا پورا اثر ہوتا ہے۔

پٹی پر مسح کی وجہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّمَا یَکْفِیْہِ اَنْ یَّتَیَمَّمَ وَیَعْصِبَ عَلٰی جُرْحِہٖ خِرْقَۃً ثُمَّ یَمْسَحَ عَلَیْھَا وَیَغْسِلَ سَائِرَ جَسَدِہٖ۔ ترجمہ۔ یعنے اگر کوئی شخص زخمی ہو تو اسکو اسیقدر کافی ہے کہ تیمم کرے اور اپنے زخم پر پٹی باندھ لے اور اُسپر ترہاتھ پھیرلے اور باقی بدن کو دہو ڈالے۔
اسکی وجہ یہ ہے کہ تیمم جس طرح تمام بدن کا بدل ہے۔ اُسی طرح ایک عضو کا بدل ہے اس واسطے کہ اسکا حال ایسا ہے جیسے کوئی مؤثر بالخاصیت شئے کا حال ہوتا ہے اور اُس میں مسح کرنیکا حکم ہے۔

باب المیاہ

کنوئیں میں چوہا وغیرہ جانوروں کے مرنے سے ڈول نکالنے کا راز

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک چوہے کے بارے میں جو کہ گھی میں پڑ گیا تھا مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوْهُ۔ كَذَا فِى الْبُخَارِىِّ۔ ترجمہ یعنے چوہے اور چوہیا کے پڑنے کی آس پاس والی جگہ سے گھی پھینک دو اور باقی کھالو۔ اسمیں جمے اور گلے ہوئے گھی وکم و بیش کی تشریح نہیں آئی ہے۔ پس بطریق اولیٰ پانی کا حکم بھی یہی ہونا مناسبت رکھتا ہے اور اس مناسبت پر کنوئیں میں چوہا وغیرہ جانور پڑنے سے ڈول نکالنے کا حکم لازم آتا ہے۔

۲۔ اگر ایک دو چوہے یا اس قسم کے اور جانور کنوئیں میں مرنے سے سارا پانی نکالنے کا حکم ہوتا تو حرج و تکلیف تھی اور آسانی وتیسر کی حکمت جو لازم حال دین اسلام ہے ایسے امر سے مانع تھی لہٰذا ڈول نکالنے کا امر ہوا۔ ڈول نکالنے کی تعیین صحابہ اور تابعین کے آثار میں مروی ہے جیسے ابن زبیر سے زنگی کے بارے میں اور حضرت علی سے چوہے کے بارے میں اور نخعی اور شعبی سے بلی کے قریب قریب جانور میں اگر ایسے حدود نہ ہوتے تو بڑی دقتیں پیش آتیں۔

پلید چشمہ دار کنوئیں سے دوسو سے تین سو ڈول نکالنے سے کنوئیں کے پاک ہونے کی حکمت

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کنوئیں میں چوہا گر کر مر جاوے تو بیس سے تیس ڈول درمیانے نکالے جائیں۔ اسی دلیل سے کنوئیں کی کثرت وقلت ناپاکی کا حساب وقیاس کیا گیا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جبکہ ایک چوہا کنوئیں میں مرنے سے بیس سے لیکر تیس ڈول نکالنے کا حکم ہوا تو بدیں قیاس اگر کنوئیں میں پلیدی کی کثرت خواہ کسی جانور یا کسی نجاست کے گرنے سے واقع ہو جاوے اور اسکا سارا پانی نہ نکال سکتے ہوں تو اس کثرت پلیدی کا وزن دس چوہوں کی پلیدی کیطرح قیاس کیا گیا ہے کیونکہ دس جمع کثیر کا پہلا عدد ہے۔ اور ہر چیز کی کثرت دس سے شروع ہوتی ہے۔ لہٰذا اسی قیاس پر بیس وتیس کو علیحدہ علیحدہ دس کے ساتھ ضرب دینے سے دوسو اور تین سو حاصل ضرب ہوتے ہیں۔ یہ دوسو ڈول سے تین سو تک آنحضرت کی حدیث مذکورہ بالا

سے اخذ کیئے گئے ہیں کیونکہ آنحضرتؐ نے جبکہ ایک چوہے کے مرنے سے بیس اور تیس ڈول نکالنے فرمائے ہیں تو دس چوہوں کیطرح پلیدی واقع ہونے سے دوسو یا تین سو ڈول نکالنے چاہئیں اور دس کی حد کنوئیں کی کثرت ناپاکی کی اسوجہ سے ٹھہری ہے کہ یہ عدد جمع کثیر کا پہلا عدد ہے اور اس سے کثرت خباثت سمجھی گئی ہے اور اسیطرح کسی ایک بڑے جانور کے کنوئیں میں مرنے سے یا کسی ایسے چھوٹے جانور کے کنوئیں میں پھٹنے پھوٹنے سے دس چوہوں کے مرنیکے قائم مقام ٹھہرایا گیا ہے۔

۲۔ کنوئیں میں کسی تھوڑی یا بہت نجاست کے گرنے سے اُسکو پاک کرنیکے لئے کوئی خاص حدو معیار ضرور ہونا چاہیئے جسکی تعمیل سے لوگوں کے وہم رفع ہوکر اطمینان خاطر ہوجاوے اور اُنکو اُس پانی کے پینے میں کوئی تردو و گمان ناپاکی کا نہ رہے۔ لہذا ڈول نکالنے مقرر ہوئے۔

۳۔ اگر تھوڑی نجاست کے گرنے سے سارے پانی کا نکالنا یا زیادہ ڈول مقرر کیئے جاتے یا چشمہ دار کنوٴاں ہونیکی حالت میں کل کنواں صاف کرنیکا امر ہوتا تو یہ امر دین کی آسانی و تیسّر کے برخلاف ہے۔ لہذا ایک خاص حد تک ڈول نکالنے مقرر ہوئے اور اس سوال کا جواب کہ اس مقدار سے کیوں ڈول کم و بیش مقرر نہ ہوئے یہ ہے کہ ایسی پاکی و ناپاکی کی حد کی تمیز جو بظاہر محسوس و مرئی نہ ہو نور نبوی سے ہو سکتی ہے۔ یہ امر ایسا ہے جیسا کہ ڈاکٹر و طبیب لوگ مریض کے جسم کی حرارت کو مقیاس الحرارت لگا کر معلوم کر لیتے ہیں کہ اتنے درجہ تک حرارت و سردی پہونچی ہے۔

کتے کا برتن میں منہ ڈالنے یا اُس سے پانی وغیرہ پینے سے اُس برتن کو سات بار دھونے سے پاک ہونیکی حکمت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا وَلَغَ الْکَلْبُ فِی الْاِنَاءِ فَاغْسِلُوْہُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَعَفِّرُوْہُ الثَّامِنَۃَ بِالتُّرَابِ۔ ترجمہ یعنے کسی برتن میں کتا پانی پی جائے یا کھا جائے تو اُس برتن کو پاک کرنیکے لیئے سات بار دھو ڈالو اور آٹھویں بار اُسکو مٹی سے مانجھ دو۔

کتے کے لعاب کی رطوبت کا اثر بہت قوی و زہریلا ہوتا ہے اور وہ برتن وغیرہ ہر ایک چیز میں یکساں ہوتا ہے۔ جو شخص کتے کا پس خوردہ یا کتے کے متاثر برتن وغیرہ میں کھانا کھائے یا پانی وغیرہ پیئے بالضرور اُسمیں درندگی و بداخلاقی کا اثر سرایت کر جاتا ہے لہذا آنحضرتؐ نے اُس برتن کو جسمیں کتے نے پانی پیا یا کھایا ہو اُسکو بکثرت دھونے کا امر فرمایا اور سات بار کی تعداد کثرت سے

دھونے کی تاکید پر دال ہے اور سات بار تک دھونے کی تعیین اس امر پر دال ہے کہ آنحضرت کو نور نبوی سے اس حد تک دھونے سے پلیدی و اثر کے رفع ہونیکا علم ہو چکا تھا لہذا یہ حد مقرر فرما دی۔ اور آٹھویں بار مٹی سے مانجنا اسلئے فرمایا کہ زہریلے مادہ کی رطوبت کا اثر جو برتن وغیرہ میں سرایت کر جائے اسکو مٹی کا مادہ جذب کرکے اٹھا دیتا ہے کتے کی زہریلی رطوبت کے اثر کا میں ذاتی تجربہ رکھتا ہوں۔ ابھی تھوڑے ایام ہوئے کہ میں راولپنڈی میں برمکان اخویم سیف علیخان بعد ادائے نماز عصر چارپائی سے پاؤں نیچے اتار کر بیٹھا ہوا تھا کہ انکی پالتو کتی نے میرے دائیں پاؤں کو سونگھا اور اسکے دہن کا لعاب میرے پاؤں پر گرا۔ اسی وقت اس رطوبت کی جگہ سے میرے پاؤں میں درد شروع ہو گیا جب اسکو کئی بار دھو ڈالا تو درد رفع ہو گیا۔

حدیث میں کتے والے مکان میں ملائکہ کا نہ داخل ہونا جو آیا ہے وہ اس امر کی تائید میں ہے آدمی وغیرہ کو جب کتا سونگھے یا چاٹے تو اسکے سونگھنے و چاٹنے والے مقام کے ذرات میں انتشار و پراگندگی پیدا ہو جاتی ہے اور جب خارجی ہوائے لطیفہ و دوران خون کا اثر پہنچتا ہے تو انتشار و پراگندگی میں رکاوٹ آ جاتی ہے۔ کچھ تعجب نہیں یہ ہے کہ وہ لوگ جنکو شب و روز کتوں کے ساتھ مشغل رہتا ہے اور کتے انکے بدن تک چاٹتے رہتے ہیں۔ انکو کوئی درد وغیرہ محسوس نہیں ہوتا ہے وہ بالا مضمون پر یہ اعتراض کر دیں کہ ہمکو کتوں کے چاٹنے سے درد کیوں نہیں ہوتا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ وہ ایسی شدید پلید جوہر والے جسکے ساتھ کثرت ملائکہ کا تعلق ہوتا ہے وہ انکے اندر سے باعث کثرت صحبت درندگان اشکال وغیرہ اٹھ جاتا ہے اور ملائکہ کا تعلق بھی انکے ساتھ بہت کم ہو جاتا ہے اور انکی طبائع کو ایک مناسبت اپنے ہمنشین کی طبائع پر ہو جاتی ہے اسلئے انکو درد کا احساس نہیں ہوتا۔ درندگی کو ہوتا ہے جہاں آگے ہی موت موجود ہو وہاں درد کا احساس نہیں ہوتا یہاں تو حال ہمنشین ہے من اثر کرد والی بالکل مثال ہے ۔

پانی اور تمام رقیق اشیا میں ناپاک اشیا پڑنے سے قوت استحالہ سے انکے پاک ہونیکا راز

قیاس و عقل کا تقاضا ہے کہ جبتک پانی کو نجاست متغیر نہ کرے وہ پانی اپنے حال پر ہے اور پاک وطیب ہے اور خدا تعالٰے کے قول یُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ میں داخل ہے

یہ قیاس تمام روان مدکیک اشیار کو شامل ہے کہ جب پانی وغیرہ ایسی رکیک اشیار میں نجاست
پڑکر مستحیل ہوجاوے اور اُسکا رنگ ولبو وذائقہ بھی ظاہر نہ ہو تو وہ پاک ہے۔ اہل حجاز کا یہی قول ہے
اور اسپر اصول وعقول ونصوص کی دلالت ہے کہ وہ ناپاک نہیں ہے کیونکہ خدا نے طیبات کو مباح
کیا ہے اور خبائث کو حرام ٹھہرایا ہے اور طیب وخبیث یعنے پاک وناپاک اشیا اپنی صفات قائمہ کے
اعتبار سے شناخت کی جاتی ہیں پس جب تک وہ صفت قائم ہو تو اس صفت کے تابع کا حکم ہوگا
اور جب وہ صفت زائل ہوجاوے اور اُسکی جگہ دوسری صفت آجاوے تو پہلا حکم زائل ہوجاتا ہے۔
اور اسکی ضد اُسکی جگہ آجاتی ہے پس پانی اور طعام اپنی صفت لازمہ کے قائم ہونے تک پاک ہوتے
ہیں جب وہ صفت زائل ہوجاوے اور اُسکی جگہ خباثت کی صفت آجاوے تو خبیث یعنے ناپاک
ہوجاتا ہے اور جب خباثت کی صفت زائل ہوجاوے تو پاکی کی صفت پر آجاتا ہے اور یہ امر مثل
شیرہ پاک کے ہے کہ جب شیرۂ انگور کا خمر بنایا جاوے تو وہ ناپاک ہوجاتا ہے اور جب ناپاکی کی صفت
اُس میں سے زائل ہوجاوے اور پہلی صفت پر آجاوے تو وہ پاک ہوجاتا ہے اور جب بہت سا پانی
ناپاکی سے بدل جاوے تو وہ ناپاک ہوجاتا ہے اور جب وہ صفت متغیرہ بدل جاوے تو پاک ہوجاتا
ہے۔ جب کوئی مسلمان شخص مرتد ہوجاوے تو وہ خبیث یعنے ناپاک ہوجاتا ہے اور جب اسلام کیطرف
عود کر آوے تو پاک ہوجاتا ہے۔ تمام رکیک اشیار میں یہ قیاس ہے کہ جب اُنمیں نجاست پڑجاوے
اور اُن میں [illegible] مستہلک ہوجاوے اور اسکا اثر رنگ۔ بو وذائقہ ظاہر نہ ہو تو طیبات میں سے ہے
خبائث میں سے نہیں ہے اور نبی علیہ السلام سے بھی روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں اَلْمَاءُ لَا یُنَجَّسُ
یعنے پانی نجس نہیں ہوتا اور یہ امر بھی بپایہ صحت پہونچ چکا ہے کہ آپ فرماتے ہیں اِنَّ الْمَاءَ لَا یُجْنِبُ
یعنے پانی جنبی نہیں ہوتا۔ یہ دونوں امر صریح نص ہے کہ پانی بملاقات نجاست سے نجس نہیں ہوتا۔
اور اُسکی پاکی کو نجاست ازالہ حدث میں سلب نہیں کرتی ہے۔ اور جو شخص پانی کو ملاقات نجاست سے نجس
وجنبی قرار دیتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے برخلاف کہتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے صحیح بخاری میں آیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا۔ سُئِلَ عَنْ فَارَةٍ وَقَعَتْ فِی سَمْنٍ فَقَالَ اَلْقُوْهَا
وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوْهُ۔ ترجمہ۔ یعنے آنحضرت سے ایک چوہے کے بارے میں پوچھا گیا جو گھی میں پڑگیا تھا
فرمایا اُسکو یعنے چوہے کو نکالکر پھینک دو اور اُسکے گرد وپیش سے بھی کچھ قدر گھی نکال دو اور باقی کو
کھا لو۔ اور اس امر کی تشریح نہیں کیگئی کہ وہ جما ہوا ہے یا رکیک ورواں ہو۔ تھوڑا ہو یا بہت ہو پس
بطریق اولیٰ پانی کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے [illegible]

استحالہ سے خمر یعنے شراب کا پاک ہوجانا موافق قیاس ہے۔ کیونکہ خمر میں خباثت کا وصف قائم ہونے سے نجس ہے۔ پس جب وہ صفت ہٹ جاوے تو خباثت ہٹ جاتی ہے اور شریعت کا اصل اُسکے مصادر و موارد میں بلکہ اصل ثواب و عذاب میں ہی ہے۔ اور اس قیاس صحیح پر تمام نجاستوں و ناپاکیوں کا حکم ہے کہ جب وہ مستحیل ہوجاویں تو پاک ہوجاتی ہیں۔ نبی علیہ السلام نے مشرکوں کی قبریں اُکھیڑ کر اپنی مسجد بنائی اور اُسجگہ سے مٹی نقل نہ کی۔ اور خدا تعالےٰ نے دودھ کے متعلق قرآن کریم میں صریح خبر دی ہے کہ دودھ جانور کے گوبر و خون کے اندر سے نکلتا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے۔

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ

یعنے تمکو چارپایہ مواشی کے حال سے عبرت پکڑنی چاہیئے کہ ہم تمکو اُنکے پیٹوں میں سے گوبر و خون کے اندر سے دودھ نکالکر ستھرا و خوشگوار بنا کر پلاتے ہیں اور وہ پینے والوں کو خوشگوار ہے۔ تمام مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جب کوئی دودھ والی بھینس گائے وغیرہ حلال جانور نجاست کھا جائے تو روک کر اسکو پاک چارہ دیا جائے تو اسکا دودھ و گوشت پاک ہوجاتے ہیں ایسا ہی حال کھیتی اور پھلوں کا ہے کہ جب اُنکو نجس پانی سے آبپاشی کیجاوے تو بوجہ استحالہ وہ پاک ہوجاتے ہیں اور اسکے برعکس معاملہ بھی ہے کہ جب ایک پاک چیز مستحیل ہوجاوے تو وہ ناپاک ہوجاتی ہے۔ مثلاً پانی اور طعام مستحیل ہوکر بول و براز بنجاتے ہیں اور استحالہ جبکہ طیب کو خبیث کی حالت میں منتقل کردیتی ہے تو پھر قوت استحالہ خبیث کو طیب کرنے میں کیوں موثر نہ ہوگی۔ حالانکہ خدا تعالےٰ طیب سے خبیث اور خبیث سے طیب پیدا کرتا ہے۔ ہر چیز کا اعتبار اُسکے وصف پر ہوتا ہے اور یہ امر ممتنع و ناممکن ہے کہ ایک چیز پر وہی حکم باقی رہے حالانکہ اُس حکم کی صفت و نام اُس سے زائل ہوچکا ہو۔ حکم تو تابع اسم و صفت کے ہوتا ہے اور صفت کے وجود و عدم پر حکم کا مدار ہوتا ہے۔ پس حرمت مردار و خون و گوشت خوک کے نصوص کھیتی اور پھلوں خاکستر نمک مٹی سرکہ کو لفظاً و معنےً و نص و قیاس کے رو سے نہیں پہونچتے اور استحالہ خمر و دیگر اشیا کے درمیان فرق کرنیوالے کہتے ہیں کہ خمر استحالہ سے نجس ہوتا ہے اور استحالہ سے پاک ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی بول و براز استحالہ سے نجس ہوتے ہیں اور استحالہ سے پاک ہوتے ہیں۔ پس ظاہر ہوا کہ قیاس نصوص کے ساتھ ہے اور قیاس کی مخالفت اُن اقوال میں ہوتی ہے جو نصوص کے مخالف ہوں۔

وجہ تعیین قلتین

پانی کے رہنے کی دو جگہ ہیں۔ ایک معدن دوسرا برتن۔ بمعدن تو کنوئیں اور چشمے ہیں اور

جھیل وتالاب بھی اُن میں شامل ہے۔ اور برتن مشک۔ مٹکہ اور مٹکے طشت وغیرہ ہوتے ہیں قلتین
کو کثیر اور قلیل پانی کے اندر حد فاصل کی تمیز کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ کیونکہ آب کثیر و قلیل کے
اندر ایک حد فاصل کا ہونا ضروری تھا۔ اور یہ بات اٹکل سے مقرر نہیں ہوئی ہے بلکہ تمام مقادیر
شرعیہ کا حال ایسا ہی ہے۔ معدن ایک ایسی چیز ہے کہ اُسکے ناپاک ہونے سے بڑا حرج و ضرر ہوتا ہے
اُسکے پانی کے نکالنے میں بڑی دقت و تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے اور برتن تو روزمرہ بھرے جایا
کرتے ہیں اور اُنکا پانی اونڈیلنے میں کچھ تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں معادن کے لئے
ڈھکن نہیں ہوتا ہے اور وہ پانی جانوروں کے گوبر اور درندوں کے منہ ڈالنے سے محفوظ نہیں
رہ سکتے۔ اور برتنوں کے محفوظ رکھنے اور ڈھکنے میں کچھ زیادہ تکلیف و دقت نہیں ہوتی ہے۔
بجز اُن جانوروں کے جو گھروں میں پھرتے رہتے ہیں اور نیز معادن میں پانی کثرت سے ہوتا ہے۔
بہت سی نجاست کا بھی اسمیں پتہ نہیں لگتا۔ اور اسکا کچھ اثر نہیں ہوتا بخلاف برتنوں کے اسواسطے
یہ بات ضروری ہوئی کہ معدن کا حکم اور ہو اور ظروف کا حکم اور ہو۔ اور معادن میں اُن چیزوں کی
معافی دیجائے کہ جنسے ظروف میں معافی نہیں ہے۔ اور معدن اور ظروف میں سوائے قلتین کے کوئی
چیز حد فاصل نہیں ہوسکتی ہے اسواسطے کہ کنواں اور چشمہ قلتین سے توکسیطرح کم نہیں ہوسکتا اور
جو پانی قلتین سے کم ہو اُسکو نہ حوض کہتے ہیں نہ تالاب کہتے ہیں بلکہ اُسکو گڑھا کہتے ہیں۔ اور اگر
دو قلہ پانی ہموار زمین میں ہو تو غالباً پانچ بالشت چوڑی اور سات بالشت لمبی جگہ میں سما سکتا ہے
اور وہ حوض کا ادنیٰ درجہ ہے۔ اور عرب میں سب سے بڑا برتن پانی رکھنے کا قلہ ہوتا ہے انمیں اس سے
بڑا کوئی برتن نہیں ہوتا اور قلّے بھی سب برابر نہیں ہوتے بعض ڈیڑھ قلے کے برابر بعض سوا کے
بعض ایک اور تہائی کے برابر لیکن ایک قلہ دو کے برابر نہیں ہوتا۔ پس قلتین کی مقدار یعنے دو
قلّے کا اندازہ ایسا ہے کہ کوئی برتن اس مقدار کو نہیں پہونچتا اور کوئی معدن اس سے کم نہیں ہوتا
اسواسطے آب قلیل اور آب کثیر کے اندر قلتین کی مقدار حد فاصل قرار پائی۔ اور جو قلتین کا قائل نہیں
ہے جیسے مالکیہ۔ انہوں نے بھی آب کثیر کا اندازہ قلتین کے قریب قریب کیا ہے یا جنگل کے کنووں
میں اونٹ کی مینگنی کے برابر نجاست کی معافی کا حکم دیا ہے۔ یہاں سے معلوم کرنا چاہیئے
کہ حدود شرعیہ ایسی ضروری صورتوں میں قائم کیگئی ہیں کہ اُنکے بغیر لوگوں کو چارہ ہی نہیں ہوسکتا
اور اُنکے سوا کسیکی عقل میں کچھ تدبیر بن ہی نہیں سکتی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلْ خَبَثًا۔ ترجمہ یعنے جب پانی

قلتین تک پہونچتا ہے تو اپنے اوپر ناپاکی کو نہیں آنے دیتا۔ اس سے معنوی ناپاکی مراد ہے۔ کہ جسکو شرع ناپاک کہتی ہے عرف اور عادت کے اعتبار سے ناپاکی مراد نہیں ہے اور جبکہ نجاست کیوجہ سے پانی کی کسی بات میں فرق آجائے اور کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے اُسپر نجاست کا غلبہ ہوجائے تو وہ اس سے خارج ہوجاتا ہے۔

بیر بضاعہ کی نجاستوں اور اُسکی پاکی کے وجوہات

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ۔ ترجمہ یعنے پانی پاک کرنیوالا ہے۔ کوئی چیز اُسکو ناپاک نہیں کرسکتی اور فرمایا اَلْمَاءُ لَا يَجْنُبُ یعنے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ اور فرمایا اَلْمُؤْمِنُ لَا يَنْجُسُ۔ ترجمہ یعنے مومن ناپاک نہیں ہوتا۔ اور فرمایا اِنَّ الْبَدَنَ لَا يَنْجُسُ وَالْاَرْضُ لَا يَنْجُسُ۔ ترجمہ۔ یعنے بدن ناپاک نہیں ہوتا اور زمین ناپاک نہیں ہوتی۔ ان سب سے مراد خاص نجاست کی نفی ہے جو قرائن حالیہ و مقالیہ سے مفہوم ہوسکتی ہے۔ اور پانی کے ناپاک نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ معادن میں نجاست کے پڑنے سے جب نجاست اُن میں سے نکالکر پھینکدی جائے اور پانی کی کوئی صفت بھی نہ بدلے اور اسکا اثر ظاہر نہ ہو تو وہ ناپاک نہیں رہتے اور بدن کو خواہ کیسی ہی ناپاکی لگ جاوے جب دہو ڈالو تو پاک ہوجاتا ہے ناپاک نہیں رہ سکتا۔ اور زمین بھی کیسی ہی ناپاک ہو مینہ برسنے اور دہوپ پڑنے اور خلقت کے اوپر چلنے پھرنے سے صاف و ستھری ہوجاتی ہے۔ نجاست کا نام بھی نہیں رہتا اور بیر بضاعہ میں کوئی گمان کرسکتا ہے کہ اُسمیں نجاستیں پڑی رہا کرتی تھیں کسیطرح یہ گمان نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ ایسی چیز سے بنی آدم کو طبعی نفرت ہے۔ رسو لخدا صلے اللہ علیہ وسلم اسکا پانی کسطرح پی سکتے تھے اصل بات یہ ہے کہ جسطرح آجکل ہمارے زمانہ میں کنوؤں کے اندر نجاستیں پڑجاتی ہیں اور قصداً اُنکو کوئی نہیں ڈالتا اسیطرح اُسمیں بھی نجاستیں پڑجاتی تھیں اور وہ نکالکر پھینک دیا کرتے تھے۔ پھر جب اسلام آیا تو اُنھوں نے طہارت شرعیہ کا جو انکی طہارت کے علاوہ ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپنے فرمایا پانی پاک کرنیوالی چیز ہے۔ کوئی چیز اُسکو ناپاک نہیں کرسکتی یعنے اُسکا ناپاک ہونا وہی ہے جو تم بھی جانتے ہو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام میں یہ کوئی تاویل صرف عن الظاہر نہیں ہے بلکہ عرب کا کلام اسیطرح ہوتا ہے۔ دیکھو خدا تعالے فرماتا ہے قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِيْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ۔ ترجمہ۔ یعنے کہدے میرے پاس

جو وحی کیا گیا ہے اُس میں کھانے والے کے لئے کوئی کھانیکی چیز میں حرام نہیں پاتا۔ اس سے
مراد یہ ہے کہ جن چیزوں میں تم جھگڑتے رہتے ہو اُن میں کوئی حرام چیز نہیں پاتا۔ جب کوئی شخص
کسی طبیب سے کسی چیز کے استعمال کرنے کو دریافت کرے اور وہ کہے کہ اسکا استعمال جائز نہیں ہے
تو اس سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ اسکی صحت بدن کے اعتبار سے اسکا استعمال ناجائز ہے

آب استادہ وسایہ دار درخت وراستہ میں منع بول وبراز کی وجہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کے لوگوں کو خطاب کرکے فرمایا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ
اُعَلِّمُکُمْ ترجمہ یعنے میں تمہارے لئے باپ کی طرح ہوں۔ اور تم میرے لئے روحانی بیٹے ہو۔
اور میں تمہارا روحانی باپ یعنے معلم ہوں۔ تم کو اداب شریعت سکھاتا ہوں۔ جس طرح
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو احکام شریعت کی تعلیم فرمائی ہے۔ ایسا ہی اشیائے
کثیرۃ الضرورت والوجود کے حقوق بتائے اور ان کے برتاؤ کے لئے اداب انسانی سکھائے
اور ان کے ساتھ امور مضرہ متوقع الوقوع سے پرہیز دلایا۔ ازاں جملہ پانیوں وراستوں میں
اور سایہ دار درختوں کے نیچے بول وبراز کرنے سے منع فرمایا چنانچہ فرمایا لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ
فِی الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِیْ لَا یَجْرِیْ ثُمَّ یَغْتَسِلُ ترجمہ یعنے استادہ پانی جو جاری نہیں ہے
اُس میں تم میں سے کوئی آدمی بول نہ کرے۔ اور نہ پھر اُس میں غسل کرے۔ اس میں حکمت یہ ہے
کہ اس میں ہر ایک دو باتوں سے خالی نہیں ہے۔ یا تو اُس وقت پانی کا تغیر لازم آتا ہے۔ اور
یا وہ پانی جاری کے متغیر ہونے کا سبب ہوتا ہے۔ کہ جب اس کو لوگ پیشاب کرتا ہوا یا نہاتا
ہوا دیکھینگے۔ تو وہ بھی ایسا ہی کرینگے۔ اور وہ بھی منجملہ اُن صورتوں کے ہے جنکی نسبت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِتَّقُوا اللَّاعِنَیْنِ ترجمہ یعنے لعنت کرنے والوں سے
ڈرو۔ مگر جبکہ پانی جاری ہو اور بول وبراز کے لئے اور کوئی جگہ نہ ملے۔ اور مجبوری ہو تو اُس کا
حکم اور ہے۔ مگر بغیر عذر ومجبوری استادہ وجاری وصاف پانی میں بول وبراز کرنا فطرت
انسانی کے خلاف ہے۔ کیونکہ جس چیز کے ساتھ انسان کو نظافت وطہارت کی شرافت حاصل
ہوتی ہے۔ اُس کے ساتھ ایسی بدسلوکی کرنا سراسر انسانیت سے باہر ہے۔
راستہ وسایہ دار درخت یعنے جہاں گذر عام یا لوگوں کی نشست وبرخاست کی جگہ ہو وہاں
بھی بول وبراز کرنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ امر لوگوں کی ایذا کا باعث ہے۔ اور خلاف

اداب و فطرت انسانی کے ہے - اور ایسا ہی اور اشیاء جو لوگوں کے فائدہ و انتفاع کی چیزیں ہیں - اُن کا بھی یہی حکم ہے - اِتَّقُوا اللَّاعِنِيْنَ فرما کر یہ سمجھا دیا - کہ لوگوں کی لعنت سے اور ان کو ایذا پہنچنے و پہنچانے سے بچنا چاہیئے -

کنوئیں میں اینٹ - پاپوش وغیرہ ایسی مشتبہ چیز گرنے سے بیس۲۰ سے تیس۳۰ ڈول تک نکالنے سے کنوئیں کے پاک ہونیکی وجہ

اگر کنوئیں جیسے مسدود و قلیل پانی میں کوئی ایسی نجاست گر جاوے - تو دیکھا گیا - کہ زکی و پاکیزہ طبایع انسانی میں اُس پانی کو استعمال کرنے سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے - لہذا ضرور تھا - کہ ایسی نجاستوں کو کنوئیں سے نکال لینے کے بعد - نور نبوی نے لوگوں کی طبعی نفرت کو دور کرنے کے لئے کوئی حد معین و حکم خاص فرمایا ہو جس سے لوگوں کے وہم و گمان و شکوک رفع ہو جاویں کیونکہ ناپاکی نکال کر بھی دیکھا گیا ہے کہ پھر بھی طبیعتوں میں اُس پانی سے نفرت باقی رہتی ہے لہذا جب اُس ناپاکی کی حد مقرر کی جاوے - اور وہموں کو رفع کرنے کے لئے کچھ ڈول نکالنے مقرر کئے جاویں - تو وہم و شکوک رفع ہو جاتے ہیں - قبل ازیں بحوالہ حدیث نبوی لکھا جا چکا ہے - کہ کنوئیں میں چوہا یا اُس جیسا جانور گر کر مر جانے سے بیس۲۰ سے تیس۳۰ ڈول تک نکالنے کا امر آیا ہے - کنوئیں میں اس قدر نجاست کے لئے اس قدر ڈول نکالنے سے رفع نجاست کی تمیز نور نبوی کا خاصہ ہے - اِس میں کسی دوسرے کی شراکت نہیں ہے - پس ایسے اینٹوں جن میں نجاست مغلظہ کا یقین نہ ہو اور محض شُبہ ہو تو ایسی نجاست کو اُس نجاست کے مقدار پر مناسبت ہے جس کے لئے نور نبوی نے بیس۲۰ سے تیس۳۰ ڈول تک نکالنے تجویز فرمائے - کیونکہ اگر ایسی نجاست مغلظہ ہوتی تو اُس کے لئے حکم آتا - لہذا ایسی نجاست خفیفہ سے اوپر اور مغلظہ سے نیچے ہے - بلکہ اس میں زیادہ تر شک و وہم کی نجاست ہے - ورنہ پاپوش کو اگر کوئی نجاست ملحق نہ ہو - اور اُس کا چرم مدبوغ ہو - تو اُس کے ساتھ نماز درست ہو سکتی ہے - اور ایسا ہی اینوں کا حال ہے - ہمارے ملک پوٹھوار میں اینوں و اُونوں اُس چیز کو کہتے ہیں - جو پُرانے یا نئے کپڑوں کے ٹکڑوں سے ایک گول گدی سی عورتیں بنا کر سر پر رکھتی ہیں - اور اس پر مواشی کے گوبر کا ٹوکرا یا پانی کا گھڑا اٹھاتی ہیں - پس ایسی خفیف چیز جس کی ناپاکی کا خیال عام طبایع انسانی

میں جما ہوا ہے۔ اور اُس کے بارے میں بظاہر کسی آیت قرآنی و حدیث نبوی کا نص وارد نہیں ہوا اُس کو اُس نجاست کے مقدار کے برابر شمار کرنا چاہئے۔ یعنے وہ نجاست تو ہو۔ مگر اُس کے لئے کوئی علیحدہ نص نہ آیا ہو۔ لہذا اُس نجاست کا شمار کنوئیں میں ایک چوہے کے گر کر مرنے کے برابر ہے۔ کیونکہ ایسی اشیاء کی نجاست اِس سے بالاتر ہوتی تو اُن کے متعلق کوئی صریح نص وارد ہوتا محدثین تو ایسے امور کو نجاستوں میں شمار نہیں کرتے۔ اور نہ وہ ڈول نکالنے مقرر کرتے ہیں۔ بلکہ صرف نجاست نکالنے کے بعد کنوئیں کی پاکی کا حکم بتاتے ہیں۔ مگر اس امر میں حق حنفی مذہب میں ہے۔ کیونکہ ایسی احادیث جن میں ڈول نکالنے کا امر آیا ہے صحیح نہ مانی جاویں۔ تو مخلوق کو سخت دقتیں پیش آتیں۔ لہذا چوہا یا چوہے جیسا جانور جس کے جثہ کی مقدار چوہے جیسی ہو مثلاً چڑیا۔ مولا کال کلچی۔ چلپاسہ۔ گرگٹ وغیرہ کنوئیں میں گر کر مر جاوے تو بیس وجوباً تیس ڈول بطریق استحباب اُس جانور کو نکالنے کے بعد نکالے جاویں۔ چنانچہ شارحین کنز باتفاق لکھتے ہیں۔ فَلَوْ نُزِحَ قَبْلَ اِخْرَاجِهَا فَلَا تَطْهُرُ وَاِخْرَاجُ عِشْرِيْنَ لِمَا رَوَى اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الْفَارَةِ اِذَا مَاتَتْ فِي الْبِيْرِ يُنْزَحُ مِنْهَا عِشْرُوْنَ دَلْوًا وَسَطًا اَوْ ثَلَاثُوْنَ وَكَلِمَةُ اَوْ لِاَحَدِ الشَّيْئَيْنِ فَكَانَ الْاَقَلُّ ثَابِتًا بِيَقِيْنٍ ترجمہ یعنے اگر کنوئیں سے ڈول ناپاکی نکالنے سے پہلے نکالے جاویں تو پاک نہیں ہوتا۔ اور بیس ڈول کا نکالنا حدیث نبوی سے ثابت ہے جو انس بن مالک نے نبی علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا جب کنوئیں میں ایک چوہا مر جاوے تو کنوئیں سے بیس یا تیس ڈول درمیانے نکالے جاویں اس حدیث میں یا کا کلمہ اس بات پر دال ہے۔ کہ تھوڑا عدد یعنے بیس ڈول نکالنے یقیناً ثابت ہو چکے ہیں۔ اگر کوئی غیر آبی جانور کنوئیں میں پھٹ پھوٹ جاوے یا کہ کنوئیں میں گرے ہوئے پاپوش و اینٹوں کو نجاست مغلظہ یعنے انسان کا بول و براز لگا ہوا یقیناً معلوم ہو تو وہ پانی سارا نکالا جاوے۔ اور بوجہ عدم استطاعت دو سو سے تین سو ڈول نکالنے چاہئیں۔ اور نجاسات مغلظہ کے گرنے سے ڈول نکالنے کا حساب حدیث مذکورہ سے ہی قیاس کیا گیا ہے۔ اور اِسی پر حضرت امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قیاس ہے چنانچہ شارح کنز لکھتا ہے۔ وَعِنْدَ اَبِي يُوْسُفَ يُنْزَحُ عِشْرُوْنَ اِلَى ثَلَاثِيْنَ فِي الْفَارَةِ الْوَاحِدَةِ وَكَذَالِكَ اِلَى الْاَرْبَعِ وَاِنْ كَانَتْ خَمْسًا يُنْزَحُ اَرْبَعُوْنَ اِلَى سَبْعِيْنَ وَاِنْ كَانَتْ عَشْرًا فَالْجَمِيْعُ تُنْزَحُ مع ترجمہ یعنے ابی یوسفؒ کے نزدیک کنوئیں میں ایک چوہا مرے بیس سے تیس ڈول تک نکالنا چاہیئے

اور چار میں بھی اتنے ہی ڈول نکالے جائیں اور اگر پانچ چوہے مر جائیں تو چالیس سے ستر ڈول تک نکالے جاویں۔ اور اگر دس چوہے کنوئیں میں گر کر مر جائیں۔ تو سارا پانی نکالنا چاہئے۔ الغرض پاکی کے لئے کنوئیں سے ڈول نکالنے کی شرط ایسی ہے جیسے خروج ہوا کے دبر سے وضو کرنا لازم آتا ہے۔

ہوا۔ بول۔ براز خارج ہونے سے امرِ وضو کی وجہ

اگرچہ یہ مسئلہ قبل ازیں بھی درج ہو چکا ہے۔ مگر اب ایک نو وارد سوال کی وجہ سے اس مسئلہ کی فلاسفی و حقیقت بحوالہ قرآن کریم بمزید تشریح لکھنی پڑی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ راولپنڈی میں ہمارے مکرم قاضی غلام حسن صاحب داروغہ آبکاری راولپنڈی و رئیس اعظم شمس آباد ضیاں نے اس مسئلہ کے حل کا سوال مجھ سے کیا تھا۔ اُس وقت میں نے بطور اختصار ان کے آگے اس مسئلہ کی فلاسفی بیان کی تھی۔ مگر اب پھر انہوں نے میرے عزیزان چوہدری محمد افراسیاب خان داروغہ کبیرہ واہ۔ مقام رحیم یار خان ریاست بہاولپور اور چوہدری نوازش علیخان وٹرنری اسسٹنٹ توپ خانہ نمبر ۲۸ ایبٹ آباد کے آگے بمقام چنگا بنگیال ذکر کیا۔ کہ اس مسئلہ میں میری پوری تسلی نہیں ہوئی اور ممکن ہے۔ کہ ان کی طرح کسی اور صاحب کی تسلی و اطمینان میں بھی کسر رہ جاوے۔ اور مزید تشریح کی اُن کو حاجت پڑے۔ لہذا اس مسئلہ کی تشریح مکرر لکھنی پڑی ؎

تا نگرید طفل کے جوشد لبن ٭ تا نہ گرید ابر کے خندد چمن

میں نے یہ کتاب ایسے نکات کی طرف توجہ کرنے والوں کے لئے لکھی ہے۔ اور اس کتاب کی امداد اشاعت کی توقع بھی ایسے ہی نکتہ گیر و دقیقہ رس اصحاب سے زیادہ تر ہے۔ کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں۔ کہ اس زمانہ کے لوگوں کو ایک ایسی جامع کتاب کی اشد ضرورت ہے جس میں اسرار و نکاتِ شریعت بیان کئے جائیں پس اس مسئلہ کی فلاسفی پہلے قرآن کریم کی آیات بینات کے حوالے سے لکھتا ہوں۔ کیونکہ قرآن کریم خدا تعالیٰ خالق عقول کا کلام ہے۔ اس سے بڑھکر انسان کی تسلی و اطمینان خاطر کے لئے اور کوئی کلام ہرگز نہیں ہو سکتا چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ترجمہ یعنے آگاہ رہو کہ خدا تعالیٰ کے پند وہ کلام قرآن کریم سے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔ بعد ازاں احادیث نبویہ اور پھر معتقدین کے اقتباس و

استنباط قرآن وحدیث کا حوالہ درج ہوگا واضح ہو کہ قرآن کریم کے پارہ نو سورہ انفال میں خدا تعالیٰ نے پانی کے اوصاف مؤثرہ کا ذکر بالفاظ ذیل بیان فرمایا ہے۔ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ترجمہ یعنے خدا تعالیٰ اوتارتا ہے تم پر پانی تاکہ تم کو اس کیساتھ پاک کرے اور شیطان کی نجاست تم سے دور کرے اور محکم گرہ دے تمہارے دلوں پر اور مضبوط کرے اس کے ساتھ تمہارے قدموں کو اور ایک اور آیت میں ذکر ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ترجمہ یعنے ہمنے ہر چیز کو پانی سے زندہ کرنا ٹھیرایا ہے مذکورہ بالا آیتوں میں پانی کے اوصاف مؤثرہ خدا نے پانچ بیان فرمائے ہیں۔ طہارت۔ رفع پلیدی شیطاں۔ ربط قلب۔ ثابت قدمی۔ زندگی پس جبکہ خروج ہوا و بول براز سے پانی کے ساتھ امر وضو ہوا تو معلوم ہوا کہ خروج ہوا و بول و براز سے نفس انسانی میں اوصاف ذیل آجاتے ہیں جنکو ان کی ضد پانی سے رفع کرنے کا امر ہوا۔

ناپاکی۔ شیطانی پلیدی۔ کمزوری دل۔ عدم ثبات اقدام۔ موت لہذا معلوم ہوا کہ خروج بول و براز و ریح سے نفس انسانی پر امور مذکورہ واقع ہوجاتے ہیں جنکو پانی سے رفع کرنے کا امر ہوا ہر کوئی جانتا ہے کہ خروج بول و براز و ریح کیوقت انسان کے دل میں قبض و تنگی جیسی وارد ہوجاتی ہے اور استعمال پانی سے انشراح صدر و فرحت کی حالت پیدا ہوجاتی ہے۔ انسان کے جسم میں دل جو پاک ترین اعضائے جسم انسانی میں سے ہے وہ خروج ہوا و بول و براز سے ناپاک ہوجاتا ہے اور اس ناپاکی کی وجہ سے دلپر ایک قسم کی خواب غفلت و موت و ناپاکی و کمزوری طاری ہوجاتی ہے جنکے ازالہ کا حکم پانی اور اسکے قائم مقام مٹی سے ہوا کیونکہ پانی کے اوصاف مؤثرہ رفع ناپاکی و چستی پیدا کرنا بیداری دل۔ زندگی ہیں اوران امور کا ہر ایک انسان روزمرہ مشاہدہ کرتا ہے کہ جب انسان کی آنکھیں خواب آلود ہوتی ہیں تو اس کے منہ پر پانی ڈالنے سے اس کے دل میں ہوشیاری آجاتی ہے۔ اور وہ پوری طرح بیدار ہوجاتا ہے اور غفلت اس سے ہٹ جاتی ہے اور خروج ہوا و بول و براز سے بیداری دل کے لئے منہ۔ ہاتھوں پاؤں کو دہونیکی وجہ اس کتاب کے صفحہ ۷۲ پر ملاحظہ فرماؤ اور پھر اسرار وضو کو بغور پڑھو۔

حدیث نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ خروج بول و براز و ریح و نیند سے انسان کے دماغ و دل پر غفلت کی گرہیں پڑجاتی ہیں۔ اور جب انسان ان کو کھولنا چاہے۔ تو وہ اعضائے وضو یعنی

منہ۔ ہاتھ۔ پاؤں پر پانی ڈالنے سے کھلتے ہیں۔ کیونکہ ان اعضا کو دل و دماغ۔ جگر سے زیادہ تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں لکھا ہے عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ رَجُلَانِ مِنْ اُمَّتِيْ يَقُوْمُ اَحَدُهُمَا مِنَ اللَّيْلِ يُعَالِجُ نَفْسَهُ اِلَى الطَّهُوْرِ وَعَلَيْهِ عُقَدٌ فَيَتَوَضَّاُ فَاِذَا وَضَّاَ وَجْهَهُ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ وَاِذَا مَسَحَ رَاْسَهُ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ وَاِذَا وَضَّاَ رِجْلَيْهِ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَيَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ لِلَّذِيْ وَرَاءَ الْحِجَابِ اُنْظُرُوْا اِلٰى عَبْدِيْ هٰذَا يُعَالِجُ نَفْسَهُ مَا سَاَلَنِيْ عَبْدِيْ هٰذَا فَهُوَ لَهُ ترجمہ عقبہ بن عامر کہتا ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں کہ دو شخص میری امت میں سے ایسے ہیں کہ جن میں سے ایک رات کیوقت اٹھتا ہے۔ کہ اپنے نفس کو طہارت سے سیدھا کرے اور اس کے نفس پر کئی گرہیں پڑی ہوتی ہیں۔ وہ وضو کرتا ہے۔ جب وہ منہ دھوتا ہے۔ تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وہ مسح سر کا کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وہ پاؤں دھوتا ہے۔ تو ایک گرہ کھل جاتی ہے تو خدا تعالے ملائکہ کو فرماتا ہے کہ میرے اس بندہ کو دیکھو کہ اپنے نفس کا علاج کرتا ہے یہ بندہ جو کچھ مانگے میں اس کو دونگا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اسرار وضو و غسل میں لکھتے ہیں۔ وَالْحَدَثُ الَّذِيْ يُحِسُّ اَثَرَهُ فِي النَّفْسِ بَادِيَ الرَّاْيِ وَالَّذِيْ يَلِيْقُ اَنْ يُّخَاطَبَ بِهٖ جُمْهُوْرُ النَّاسِ لِانْضِبَاطِ مَظَانِّهٖ وَالَّذِيْ يَكْثُرُ وُقُوْعُ مِثْلِهٖ وَفِيْ اِهْمَالِ تَعْلِيْمِهٖ ضَرَرٌ عَظِيْمٌ بِالنَّاسِ مُنْحَصِرٌ اِسْتِقْرَاءً فِيْ جِنْسَيْنِ اَحَدُهُمَا اِشْتِغَالُ النَّفْسِ بِمَا يَجِدُ الْاِنْسَانُ فِيْ مِعْدَتِهٖ مِنَ الْفُضُوْلِ الثَّلَاثَةِ الرِّيْحِ وَالْبَوْلِ وَالْغَائِطِ فَلَيْسَ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدٌ اِلَّا وَيَعْلَمُ مِنْ نَفْسِهٖ اَنَّهٗ اِذَا وَجَدَ فِيْ بَطْنِهِ الرِّيَاحَ اَوْ كَانَ حَاقِبًا حَاقِنًا خَبُثَتْ نَفْسُهٗ فَاَخْلَدَتْ اِلَى الْاَرْضِ وَصَارَتْ كَالْحَائِرَةِ الْمُنْقَبِضَةِ وَكَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اِنْشِرَاحِهَا حِجَابٌ فَاِذَا انْدَفَعَتْ عَنْهُ الرِّيَاحُ وَتَخَفَّفَ عَنْهُ الْاَخْبَثَانِ وَاسْتَعْمَلَ مَا يُنَبِّهُ نَفْسَهٗ لِلطَّهَارَةِ كَالْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ وَجَدَ انْشِرَاحًا وَسُرُوْرًا اَوْ صَارَ كَاَنَّهٗ وَجَدَ مَا فَقَدَ وَالثَّانِيْ اِشْتِغَالُ النَّفْسِ بِشَهْوَةِ الْجِمَاعِ وَغَوْصِهَا فِيْهَا فَاِنَّ ذٰلِكَ يَصْرِفُ وَجْهَ النَّفْسِ اِلَى الطَّبِيْعَةِ الْبَهِيْمِيَّةِ بِالْكُلِّيَّةِ حَتّٰى اِنَّ الْبَهَائِمَ اِذَا ارْتَضَيْتَ وَمَرَّنْتَ عَلَى الْاٰدَابِ الْمَطْلُوْبَةِ وَالْجَوَارِحَ اِذَا ذُلِّلَتْ بِالْجُوْعِ وَالسَّهَرِ وَعُلِّمَتْ اِمْسَاكَ الصَّيْدِ عَلٰى صَاحِبِهَا وَالطُّيُوْرَ اِذَا كُلِّفَتْ بِمُحَاكَاةِ كَلَامِ النَّاسِ وَبِالْجُمْلَةِ كُلُّ حَيَوَانٍ اَفْرَغَ الْجُهْدَ فِيْ اِزَالَةِ مَا لَهٗ مِنْ طَبِيْعَتِهٖ وَاكْتِسَابِ

مَالَا تَقْتَضِيهِ طَبِيعَتُهُ ثُمَّ قَضَى هٰذَا الْحَيَوَانُ شَهْوَةَ فَرْجِهِ وَعَافَسَ الْاَنَاسَ وَغَامَسَ فِيْ تِلْكَ اللَّذَّةِ اَيَّامًا لَا بُدَّ اَنْ يَنْسٰى مَا اكْتَسَبَهُ وَرَجَعَ اِلٰى عَمَهٍ وَجَهْلٍ وَضَلَالٍ وَّمَنْ تَامَّلَ فِيْ ذَالِكَ عَلِمَ لَا مُحَالَةَ اَنَّ قَضَاءَ هٰذِهِ الشَّهْوَةِ يُؤَثِّرُ فِيْ تَلْوِيْثِ النَّفْسِ مَا لَا يُؤَثِّرُهُ شَيْئٌ مِنْ كَثْرَةِ الْاَكْلِ وَالْمَغَامَةِ وَسَائِرِ مَا يُمِيْلُ النَّفْسَ اِلَى الطَّبِيْعَةِ الْبَهِيْمِيَّةِ

ترجمہ یعنی وہ ناپاک امور جن کا بظاہر نفس پر اثر ہوتا ہے۔ اور جن سے پلیدی کا زیادہ خیال ہوتا ہے اور وہ عام لوگوں کے سمجھانے کے قابل نہیں اور انہیں کا وقوع بھی زیادہ ہوتا رہتا ہے اگر وہ نہ بتائیں جائیں تو لوگوں کو بہت ضرر پہنچ سکتا ہے وہ تلاش کرنے سے دو قسموں میں منحصر ہیں (۱) فضول شکم میں طبیعت کا مصروف رہنا۔ معدہ کے فضول تین چیزیں ہیں (۱) ریاح (۲) بول (۳) براز کوئی شخص ایسا نہ ہوگا۔ جو اپنی اس نفسانی کیفیت کو نہ جانتا ہو۔ کہ جب شکم ریاح سے پُر ہوتا ہے اور اسکو بول و براز کی ضرورت ہوتی ہے تو اُس کا دل کیسا بگڑا ہوا تنگ سا ہوتا ہے وہ حیران اور منقبض سا ہوجاتا ہے اور اُس کے اور بشاشی کے بیچ میں پردہ سا حائل معلوم ہوتا ہے جب ریاح خارج ہوجاتے ہیں اور بول و براز خارج ہونے کے بعد طبیعت ہلکی ہوجاتی ہے اور غسل اور وضو وغیرہ کا استعمال کرتا ہے جس سے نفس کو پاکیزگی پر تنبیہ ہوتی ہے۔ تو اسوقت وہ اپنے دل میں ایک شگفتگی اور فرحت پاتا ہے اور ایسا خوش ہوجاتا ہے کہ کوئی گم شدہ چیز ملگئی (۲) دوسرا نفس کا خواہش جماع میں مشغول اور فریفتہ ہونا اس کی وجہ سے نفس کا رخ ہمہ تن بہیمی طبیعت کی جانب پھر جاتا ہے۔ جب بہائم سے مقصود آداب کی مشق کرائی جاتی ہے یا شکاری جانور بھوک اور جاگنے کے لئے مطیع کئے جاتے ہیں اُن کو بتایا جاتا ہے۔ کہ اپنے مالک کے پاس شکار پکڑ لائیں اور پرندوں کو آدمیوں کی بولیاں سکھائی جاتی ہیں۔ بہرحال کوئی جانور ہو جب اس کی مقتضائے خواہش اور طبیعت کے کھو دینے کی بخوبی کوشش کیجاتی ہے پھر یہ جانور مادینوں میں رل ملکر اپنی خواہش ان سے پوری کرتا ہے اور چند روز انہیں لذائذ میں ڈوبا رہتا ہے تو سب سیکھے سکھلائے امور بھول جاتا ہے تاریکی و گمراہی اُس میں پیدا ہوجاتی ہے

ان امور میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس کی آلودگی میں جو اثر اس خواہش کے پورا کرنے سے پیدا ہوتا ہے کثرت کھانے وغیرہ اور اُن تمام امور سے نہیں ہوتا جن

سے نفس کو طبیعت بہیمی کی طرف کشش ہوتی ہے

اسرارِ غسل و وضو بہ تشریح مزید

جماع میں تلذذ ہوتا ہے اور اس سے ذکر الٰہی میں غفلت ضرور ہو جاتی ہے اس لئے اسکی تلافی کے لئے غسل کیا جاتا ہے۔ پاخانہ۔ بول۔ ہوا کی وجہ سے وضو کا حکم اس لئے ہوا کہ بو جو ہوتی ہے اس سے لطیف پٹھوں کو سخت نقصان پہنچ جاتا ہے۔ لہٰذا اس نقصان کی تلافی اور صدمہ کو رفع کرنے کے لئے منہ۔ ہاتھ۔ پاؤں کو دھویا جاتا ہے کیونکہ پانی بیہوش کو ہوش میں لانے اور سوئے ہوئے کو جگانے اور غافل کو ہوشیار بنانے کے لئے مسلمہ علاج ہے یہی وجہ ہے کہ منہ دھویا جاتا ہے حالانکہ بول و براز و ریح کو منہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ بو وغیرہ سے لطیف اندرونی پٹھوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ جن کی اصلاح پانی سے کی جاتی ہے

(۲) منی نکلنے سے انسان کے بدن کے تمام مسامات کھل جاتے ہیں اور اُن سے پسینہ نکلتا ہے اور اس پسینہ کے ساتھ اندرونی حصہ بدن کے گندے مواد بھی خارج ہوتے ہیں جو کہ مسامات بدن پر آکر ٹھیر جاتے ہیں۔ لہٰذا منجملہ اور وجوہاتِ وجوب غسل کے یہ بھی ایک وجہ ہے کیونکہ اُن گندے مواد کو نہ دھویا جاوے۔ تو خطرناک امراض پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

نجاست سے پانیوں کے ناپاک ہونیکی وجہ و پانی سے طہارتِ آدمی کی حکمت

جبکہ پانی انسان کی ظاہری و باطنی طہارت کے لئے مقرر ہے تو معلوم ہوا کہ پانی کو انسانی جسم سے اشد مناسبت ہے کیونکہ دراصل انسان کے جسم کی ابتدا پانی ہی سے ہوئی ہے لہٰذا جیسے انسان کے دبر کی ہوا یا بول و براز خارج ہونے سے انسان کو حدث واقع ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی پانی میں کسی ناپاکی کے داخل ہونے سے پانی میں حدث واقع ہو جاتا ہے الغرض انسان کے جسم کا حدث اس میں سے کسی ناپاک چیز کے خارج ہونے سے ہوتا ہے

اور پانی کا حدث پانی میں کسی ناپاک چیز کے داخل ہونے سے واقع ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی کا وجود اصل وخانہ زاد ہے وہ طہارت کے لئے کسی فرع کا محتاج نہیں ہے۔ چنانچہ خدا تعالے کے پاک کلام کا ایما، اسی طرف ہے۔ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ ترجمہ یعنی ابتداء میں خدا کا تخت پانی پر تھا یعنی ابتداء میں خدا نے پانی ہی پیدا کیا اور خدا کی سلطنت کا ظہور پہلے پانی پر ہوا پھر اُس سے بتدریج باقی اشیاء کا وجود تیار ہوا لہذا اصل وجود میں کوئی ایسی چیز پڑ جاوے جو اس کی صفت اصلیہ کے برخلاف و نقیض ہو تو اسکو اُس سے الگ کرنا ہی مناسب ہے۔ تاکہ اصل میں مغایرت نہ واقع ہو اور انسان کا وجود پانی کی فرع ہے اور انسان کے جسم کی اصلی طہارت بھی پانی ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ لہذا جب کسی چیز کی کوئی اصلی صفت مفقود ہو جاتی ہے تو اُس صفت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے اُن اشیاء کو استعمال میں لایا جاتا ہے جن سے وہ صفت پہلی بار حاصل ہوئی تھی۔ جب انسان کو حدث واقع ہو تو اس کو طہارت صغرے وکبرے پانی کے استعمال سے حاصل ہوتی ہے مگر جب پانی کو حدث واقع ہو تو محدث چیز کو پانی سے الگ کرنے سے پانی کو طہارت حاصل ہوتی ہے۔ یا اگر پانی میں اُس کی صنف کثیر یعنی ناپاکی پڑ جاوے تو اس پانی کو معہ اس ناپاکی کے پہلے ظرف معدن سے بالکل نکال دینا ہی مناسب ہے۔ پھر اُس معدن وظرف کو صاف پانی سے دھونا لازم ہے تاکہ وہ پاک ہو جاوے اور دیگر پاک وصاف پانی کی جگہ اسکو قرار دیا جاوے۔ اور جب ایسا معدن یعنے کنوآں چشمہ دار ہو جس سے سارا پانی نہ نکل سکے تو وہ آب کثیر کی طرح ہے اُس میں سے اصل ناپاکی کو نکال کر تین سو ڈول تک نکالنا امر ہوا تاکہ اس کا جریان واضح طور پر ہو جاوے۔ اور کثرت نجاست کا ظن وشک رفع ہو۔

یہ جو حدیث نبوی میں آیا ہے۔ کہ اِنَّ الْمَاءَ لَا يُجْنِبُ۔ اِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُ ترجمہ یعنی پانی جنبی نہیں ہوتا۔ پانی نجس نہیں ہوتا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ دہ در دہ جیسے کثیر پانی میں کوئی اندک نجاست پڑ جاوے تو اُس نجاست کو نکال دینا ہی کافی ہے۔ اُس نجاست کی ملاقات سے پانی جنبی یا نجس نہیں ہوتا۔ ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دو قُلّے پانی میں بول وبراز یا کوئی نجاست مغلظہ پڑ جاوے تو وہ پانی نجس نہ ہو اور نہ اسکو حدث واقع ہو اگر اس قدر قلیل پانی نجاست سے ناپاک ومتغیر نہ ہوتا تو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ لَا يَبُولَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ۔ ترجمہ

یعنے استادہ پانی جو جاری نہ ہو اس میں تم میں سے کوئی شخص بول و براز نہ کرے اور اگر کوئی ایسا کام نادانی سے کر بیٹھے تو پھر اس میں غسل نہ کرے۔

سوال۔ اگر قلتین جتنے پانی میں ناپاکی پڑنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ تو پھر یہ جو حدیث نبوی میں آیا ہے کہ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ لَمْ یَحْمِلْ خُبْثًا یعنی جب پانی کی حد دو قلے کو پہنچ جاوے تو وہ ناپاکی کو اپنے اوپر نہیں آنے دیتا۔ اس سے کیا مطلب ہے۔

جواب:۔ تعیین قلتین ایک خاص قسم کی اندک نجاستوں کے واقع ہونے سے عدم نجاست آب کا حکم ہے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق ظروف و اندک پانی میں درندے جانوروں کے منہ ڈالنے سے اُن کا ناپاک ہونا قرار دیا تھا۔ لہذا اس جگہ لوگوں کو ایک وہم پیدا ہوتا اور دقت وارد ہوتی تھی۔ اس لئے اس وہم و دقت کے رفع کے لئے تعیین قلتین ہوا کیونکہ کاروباری لوگوں کو جنگلوں و میدانوں میں بسا اوقات طہارت صغری و کبری حاصل کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے اور جنگل میں اس قدر یعنے قلتین تک پانی ملجاوے جس میں جنگل کے درندوں وغیرہ نے منہ ڈالا اور پانی پی لیا ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا اس سے طہارت صغرے و کبرے جائز ہے ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دو قلے جتنے پانی میں بول و براز یا کوئی اور نجاست مغلظہ پڑ جاوے اور وہ ناپاک نہ ہو۔

پس خوب یاد رکھو کہ تعیین قلتین کی حد محض ایک قسم کی خصوصیت کے لئے ہے۔ عام ناپاکیوں کے لئے نہیں ہے ورنہ تعیین قلتین کو عام قرار دیا جاوے۔ تو بڑی دقتیں پیش آئیں اور بہت سی احادیث میں تناقض پیدا ہو جاوے حالانکہ پانی کی کسی حدیث میں مجھ اب تک کوئی تناقض نظر نہیں آیا۔

دہ در دہ پانی میں ناپاکی پڑنے سے وہ کیوں ناپاک نہیں ہوتا

وجہ خصوصیت آب دہ در دہ

(۱) جیسا کہ خباثت کی قلت و کثرت کی حد کا متعین ہونا ضروری تھا۔ تاکہ وہ قلیل و کثیر پانی میں پڑ جاوے تو اس کا ناپاک و پاک ہونا معلوم ہو سکتا ایسا ہی پانی کی قلت و کثرت کی حد کا متعین و مقرر ہونا ضروری تھا تاکہ رفع شک اور وہم ہو لہذا دس جو جمع کثیر کا ابتدائی عدد

ہے اس امر کا معیار مقرر ہوا کیونکہ یہ عدد کثرت پاکی پر دلالت کرتا ہے پس جہاں اس قسم کی کثرت پاکی ہو وہاں قلیل ناپاکی جو بو ذائقہ رنگتِ آب کو متغیر نہ کرسکے وہ مؤثر نہیں ہوسکتی یہی وجہ ہے کہ جہاں دہ در دہ گز پانی ہو وہاں قلیل ناپاکی کا مؤثر ہونا قرار نہیں دیا جاتا - بلکہ اسکو پاک گنا جاتا ہے - کیونکہ دہ در دہ کا حاصلضرب ایک صد کی کثرت کو پہنچتا ہے یعنے ۱۰۰

(۲) قدرتی طور پر حسنات وطیبات کے افراد و اعداد کے اضعاف کا انتہا خدا تعالیٰ نے دس تک قرار دیا ہے - اسی مناسبت پر قانون طبعی کا انتقال قانون تشریعی کو ہوا یعنے خدا تعالیٰ نے ایک نیکی ایک حسنہ ایک پاکی کو اُس کے دس گُنا قرار دیا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ترجمہ یعنی جو کوئی ایک حسنہ یعنے نیکی کرے اسکو اُس حسنہ کے دس گُنے بدلہ ملیگا - لہٰذا اُس قیاس پر جیساکہ ایک اصل نیکی اپنے دس گنا ثواب کو پہونچ جاتی ہے - ٹھیک ایسا ہی ایک اصل طیّب چیز اپنے دس گُنا کا حساب رکھتی ہے اور دس گنا اصل طیّب چیز اپنے دہ در دہ پر شمار ہوتی ہے تو بریں قیاس جس طیّب پانی کا طول وعرض دہ در دہ ہو وہ دس ہزار گنا ہوجاتا ہے پس جس پاکی کی حد دس ہزار گنا ہو اس میں قلیل ناپاکی جس کی حد اصل ایک صد حصّہ اُس سے قلیل عدد تک ہو وہ اس میں موثر نہیں ہوسکتی - کیونکہ ایک سیّئہ یعنے بدی ایک ناپاکی اپنے اصل سے تجاوز نہیں کرتی بلکہ اسکو اس کے برابر ہی گنا جاتا ہے - اور اسی پر اس کا مکافات ہوتا ہے چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے مَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا ترجمہ - یعنے جو کوئی ایک بدی کرے اُس کو اس بدی کے برابر بدلہ ملیگا - ایسا ہی ناپاکی کا قیاس ہے جو بدی سے مناسبت رکھتی ہے اور اس مناسبت کا استعمال دونوں طرف آتا ہے چنانچہ جب کسی کی بدیاں تھوڑی اور نیکیاں کثیر ہوں تو نیکیوں کی کثرت بدیوں کو زایل کردیتی ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ - ترجمہ - یعنے نیکیاں زایل کردیتی ہیں بدیوں کو - اسی طرح قلیل نجاست کو آب کثیر کی کثرت زائل کردیتی ہے

تعبیرات طہارت

چونکہ رؤیا اجزائے نبوت واقسام وحی میں سے ہوتی ہے کیونکہ رؤیا کی بنا محسوسات ومشہودات کو مجازات کے پیرایہ میں دکھانا مقصود ہوتا ہے - جیساکہ عام احکام الٰہی کو علم تعبیرات سے

مناسبت ہے ایسا ہی احکام طہارت کو بھی علم تعبیرات میں بہت دخل ہے ہمیں ناظرین کتاب ہذا کو اس علم کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے تاکہ ان کو اس علم سے احکام کی علتیں سمجھنے میں امداد ملے اور اُن کی بصیرت بڑھے۔ لہذا واضح ہو کہ انسان کے ہر قول و فعل کی روحانیت عالم مثال میں جمتی رہتی ہے۔ جب مکافات اعمال یا واقعات آئندہ کا وقت نزدیک آتا ہے۔ تو بسا اوقات کسی رنگ و پیرایہ مناسبۂ عالم ہذا کی صورت میں اس کو اپنے اعمال یا واقعات آئندہ کا نقشہ عالم خواب میں دکھایا جاتا ہے۔ اور پھر ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ واقعات مکروہ کے نقشے کسی اچھے عمل۔ صدقہ خیرات۔ دعا سے عالم مثال میں ٹوٹ جاتے ہیں۔ تو ان کا ظہور عالم ہذا میں نہیں ہوتا اور اچھے واقعات ثابت رہتے ہیں حتی کہ ان کی عالم مثال والی روحانیت کسی فعل کے رنگ میں متشکل ہو کر عالم شہادت میں ظاہر ہو جاتی ہے اور جب کوئی عمل دل کے مصمم ارادہ سے کیا جاتا ہے اور اُس کی طرف انسان بار بار توجہ کرتا ہے تو وہ اپنی مناسبت پر متشکل ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کا ظہور چاہتا ہے تو حظیرۃ القدس والے ملائکہ میں ان کی تحریک ہو جاتی ہے اور ان کی توجہات کا اثر بنی آدم پر پڑتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص کوئی کام بغیر توجہ کاملہ و بغیر ہمت و بغیر ارادہ مصمم یوں ہی عبث طور پر کرتا ہے۔ تو اس کا فائدہ مترتب نہیں ہوتا۔ الغرض ہر عمل کا روح نیت پر ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ترجمہ یعنی اعمال کی جزا و سزا نیت پر موقوف ہے۔ گویا نیت ہی عمل کا روح ہوتی ہے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اس بارے میں لکھتے ہیں۔

اَلرُّوْحُ لِلْجِسْمِ وَ النِّیَّاتُ لِلْعَمَلِ ؛ تَحْیٰی بِهَا كَحَیَاةِ الْاَرْضِ بِالْمَطَرِ
فَتَبْصُرُ الزَّهْرَ وَالْاَشْجَارَ بَارِزَةً ؛ وَكُلَّمَا تُخْرِجُ الْاَشْجَارُ مِنْ ثَمَرٍ
كَذَاكَ تَخْرُجُ مِنْ اَعْمَالِنَا صُوَرٌ ؛ لَهَا رَوَائِحُ مِنْ نَتْنٍ وَمِنْ عَطْرٍ

ترجمہ۔ جسم روح سے اور عمل نیتوں سے زندہ ہوتے ہیں جیسے بادل برسنے سے زمین زندہ ہوتی ہے۔ اور پھر شگوفے کھلتے اور درخت پھوٹتے پھلتے ہوئے تم دیکھتے ہو ایسا ہی ہمارے عملوں سے کچھ صورتیں بدبودار اور خوشبودار پیدا ہو جاتی ہیں۔

سارے احکام طہارت کو علم تعبیرات میں دکھایا جاوے تو اس کتاب کی ضخامت بہت بڑھ جاویگی۔ لہذا بطور اختصار اس امر کی طرف ایما کر کے ہم کتاب الصلوٰۃ کی حکمتیں

اور وجوہات کی تشریح شروع کرتے ہیں۔

حضرت خلیل ابن شاہین و حضرت ابن سیرین کہتے ہیں کہ عالم رؤیا میں وضو و غسل کی دلالت رفع غم و رنج و دفع مرض و قرض و قضائے حاجت و مغفرت و امن و صحت مرض و درستی حال پر ہوتی ہے اور و دو وشہاسے وضو کرنا متوضی کی دیانت و خوبی و صفائی حال پر دلالت ہوتی ہے جنابت کی دلالت بُعد و سفر پر ہوتی ہے حدث اصغر چھوٹے گناہ و حدث اکبر بڑے گناہ کی طرف ایما کرتا ہے تیمم حدوث مرض پر اور کبھی کشائش پر دال ہوتا ہے

عالم رؤیا میں صاف پانی دیکھنا پاکیزہ زندگی و سعادت و مال و خیر و برکت و نکاح پر اور پانی پر چلنا قوت ایمان و یقین پر دال ہے

حیض سے غسل واجب ہونے کی وجہ

حیض کے خون کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اذیٰ یعنے گندگی فرمایا ہے پس جس گندگی سے بار بار جسم آلودہ ہو اور وہ سارے جسم سے چل کر باہر آوے اُس سے غسل واجب و لازم ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ ایک تو گندگی کی آلائش سے نفس انسانی ناپاک ہوجاتا ہے۔ دوسرا جریان خون سے لطیف پٹھوں کو ضعف پہونچتا ہے اور جب غسل کیا جاتا ہے تو ظاہری و باطنی طہارت حاصل ہوتی ہے اور پانی سے وہ پٹھے جن کو جریان خون سے ضعف پہونچا تھا۔ تر و تازہ ہو جاتے ہیں اور اُن میں وہی قوت عود کر آتی ہے۔ خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں عورت کی حالتِ حیض کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ - ترجمہ - یعنی حیض کے دنوں میں عورتوں سے کنارہ کرو۔ اور اُن کے نزدیک مت جاؤ۔ یعنی اُن سے صحبت نہ کرو جب تک کہ وہ حیض سے پاک ہو لیں اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ خاوند کو بغیر ارادہ صحبت کے اپنی عورت کو ہاتھ لگانا بھی حرام ہے۔ یہہ تو حماقت اور بیوقوفی ہوگی کہ بات کو اس قدر دور کھینچا جاوے کہ تمدن کی ضروریات میں بھی حرج واقع ہو۔ اور عورت کو ایام حیض میں ایک ایسے زہر قاتل کی طرح سمجھا جائے جس کے چھونے سے فی الفور موت نتیجہ ہے۔ اگر بغیر ارادہ صحبت عورت کو چھونا حرام ہوتا تو بیچاری عورتیں بڑی مصیبت میں پڑ جاتیں۔ بیمار ہوتیں تو کوئی نبض بھی نہ دیکھ سکتا

گرتیں تو کوئی ہاتھ سے اُٹھا نہ سکتا۔ اگر کسی درد میں ہاتھ پیر دبانے کی محتاج ہوتیں تو کوئی دبا نہ سکتا۔ اگر مرتیں تو کوئی دفن نہ کرسکتا۔ کیونکہ ایسی پلید ہوگئیں کہ ہاتھ لگانا حرام ہے سو یہ نافہموں کی جہالتیں ہیں اور حقیقت یہہ ہے کہ خاوند کو ایام حیض میں عورت سے جماع کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ لیکن اپنی عورت سے محبت و آثارِ محبت حرام نہیں ہوتے۔ اور ایام حیض میں حرمت جماع کا سبب اور عورت کو ہر ماہ میں حیض آنے کی وجہ کا ذکر اسرار شریعت جلد سوم کتاب نکاح میں ملاحظہ کرو۔

کتے اور بلی کے جوٹھے میں فرق ہونیکی وجہ

سوال۔ کُتا و بلی درندے و حرام جانوروں میں سے ہیں۔ لیکن کتا کسی برتن میں مُنہ ڈالے تو اُس کو ناپاک قرار دینا اور بلی کسی برتن میں مُنہ ڈالے تو اُس کو ناپاک نہ کہنا کس حکمت پر مبنی ہے حالانکہ کتا و بلی دونوں حرام اور درندے جانوروں میں سے ہیں۔

جواب (۱) کتا ایک ملعون جانور ہے جس سے فرشتے نفرت رکھتے ہیں۔ وجہ یہہ ہے کہ کتا شیطان سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کی فطرت میں غصہ ولعب وگندگی سے آلودہ رہنا اور لوگوں کو ایذا دینا اور شیطانی الہام کو قبول کرنا پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے۔ کہ حدیث میں میں ہے کہ بغیر عذر کُتے سے مخالطت کرنے سے دو قیراط عمل کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔ چونکہ لوگ کُتے کی مخالطت سے بالکلیہ باز نہیں رہ سکتے تھے۔ کیونکہ اون کو حفاظت مواشی و کھیتی و گھر وغیرہ کے واسطے ضرورت تھی۔ لہذا اُس سے پوری حفاظت و طہارت کا امر فرمایا۔

(۲) کتا جو چیز کھاتا ہے۔ اُس کے ساتھ اُس کا مُنہ آلودہ ہو جاوے۔ تو مُنہ کو صاف نہیں کرتا بخلاف بلی کے کہ وہ اپنے مُنہ کو پونچھ کر چاٹ کر صاف کر لیتی ہے۔ الغرض بلی اور کُتے کے اوصاف میں بڑا فرق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلی کے متعلق فرماتے ہیں۔ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِيْنَ وَالطَّوَّافَاتِ۔ ترجمہ۔ یعنی بلی کا جھوٹا نجس نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تمہارے اردگرد پھرنے والوں میں سے ہے۔ بلی کا خاصہ ہے۔ کہ وہ نجاست سے آلودہ نہیں رہتی جب کوئی چیز کھاتی ہے تو اپنے مُنہ کو صاف کر دیتی ہے یہہ بات کسی اور جانور میں نہیں ہے۔ اس میں عموم بلوی و کثرتِ ابتلا کے باعث سماحت

کا معاملہ بن گیا ہے۔

(۵) کتا و بلی اگرچہ دونوں حرام و درندے جانور ہیں لیکن اُن کے پس خوردہ کے متعلق جُدا جُدا حکم وارد ہونا اور اُن کی نجاست کی حد تمیز کرنا نورِ نبوی کا خاصہ ہے ہر کسی کا کام نہیں ہے۔ جب کہ اس مادی دنیا کے لوگ مقیاس الحرارت لگا کر گرمی و سردی کے درجات معلوم کر لیتے ہیں تو پھر خواجہ ثقلین صلی اللہ علیہ وسلم جو اس دُنیا کی ساری پاک و پلید کو الگ الگ کر کے دکھانے آئے تھے۔ اون میں اس قوتِ متمیّزہ کا مادہ سب سے بڑھا ہوا ماننا لازم ہے۔

مواشی کے دائمی آب خوروں میں وضو و غسل ناجائز ہونے کے وجوہات

احادیث نبویہ میں پانی کی طہارت کے شرائط ثلاثہ رنگ۔ بو۔ ذائقہ۔ آئے ہیں۔ جب تک ان میں تغیر نہ ہو پانی پاک سمجھا جاتا ہے۔ محدثین اور فقہاء کے نزدیک طہارت آب میں یہ بات بالاتفاق مانی گئی ہے۔ پس جن تالابوں و ڈھابوں میں مواشی بکثرت پانی پیتے رہتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے۔ کہ وہاں وہ بول و گوبر کرتے رہتے ہیں۔ اور تھوڑے ہی ایام میں پانی کا ذائقہ بدل جاتا ہے۔ خواہ وہ پانی دہ دردہ سے زیادہ ہی ہو۔ گائے بھینس اور خر مادہ کا خاصہ ہے کہ اکثر پانی پینے کے وقت پانی کے اندر بول کر دیتی ہیں ہمارے علاقہ پٹھوہار اور بعض دیگر مقامات میں لوگوں نے دہات کے نزدیک تالاب بنوائے ہوئے ہوتے ہیں جن میں اُن کے مواشی پانی پیتے اور وہ اُن میں کپڑے دھوتے اور بچے و عورتیں و مرد نہاتے اور بیبیوں بھینسوں اور دیگر جانوروں کو نہلاتے ہیں۔ ان امورات سے ایسے پانیوں کا ذائقہ بہت جلد بدل جاتا ہے۔ جس تالاب میں روزمرہ کم از کم اسی یا سو مواشی بول کرتے ہوں تو گویا بحساب اوسط نیم سیر بول فی جانور کے ایک من ہوتا ہے۔ پس جس تالاب میں دیگر کدورتوں کے علاوہ ایک من روزمرہ بول و گوبر پڑتا ہو اس کا حال ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ کیا ہوتا ہوگا۔ ایسے تمام پانیوں کے ذائقے بول و گوبر کے ہوتے ہیں۔ اور اُن میں باریک باریک کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں اور جب اس پانی کو آدمی استعمال کرتے ہیں تو وہ کیڑے انسانوں

کے مسامات میں داخل ہوجاتے ہیں اور خطرناک امراض کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں اس وجہ سے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے پانیوں میں وضو وغسل کرنا منع فرمایا کیونکہ آدمی کی صحت کے لئے مضر ہیں وجہ یہہ ہے کہ تجربہ اس امر کا کافی گواہ ہے - کہ ایسے تالاب جن میں مواشی وغیرہ کا ایک دو دن کم وبیش بول پڑے اسمیں تیسرے دن تک کیڑے پیدا ہوجاتے ہیں - اور وہ کیڑے تعفن کے باعث ہوتے ہیں اور تعفن منافی شرط طہارت ہے - بعض مقامات میں جہاں ایسے تالابوں پر آدمیوں کے نہانے دھونے اور مواشی کے پانی پینے کا گذارہ ہوتا ہے وہاں کے لوگوں کو نارو اکی بیماری بکثرت ہوتی ہے -

نبی علیہ السلام فرماتے ہیں لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الْمَاۗءِ الدَّاۗئِمِ ثُمَّ یَغْتَسِلُ فِیْہِ
ترجمہ - یعنی تم میں سے کوئی آدمی کھڑے ہوئے پانی میں بول نہ کرے غسل کرے اس میں آنحضرت نے کم وبیش کی حد بیان نہیں فرمائی - اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایسے تالابوں کے کناروں پر بچے وعورات بول کر دیتے ہیں جو کہ پانی کو متعفن کرنے وبگاڑنے کے لئے علاوہ دیگر کدورتوں کے کافی ذریعہ ہے - اور بسا اوقات بچے پانی میں بھی بول کر دیتے ہیں - کوئی احتیاط نہیں کی جاتی - ایسے تالابوں سے وضو وغسل ناجائز ہونے کے چار وجوہات ہیں - (۱) نبی علیہ السلام کے فرمودہ کی اطاعت - (۲) تعفن (۳) تغیر ذائقہ - (۴) کیڑے جو امراض مہلکہ کے باعث ہیں - اگرچہ ایسے بڑے تالابوں کا رنگ بدیر بدلتا ہے مگر بو و ذائقہ بہت جلدی بدل جاتا ہے اور پانی کی پاکی وناپاکی کے پرکھنے کا یہہ ایک بڑا معیار صحیح ہے -

سوال - تم قبل ازیں لکھ چکے ہو کہ دہ در دہ پانی میں اندک ناپاکی پڑنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا - تو پھر اتنے بڑے تالاب جو دہ در دہ سے بھی زیادہ ہوتے ہیں اُن میں کسی اندک نجاست کے گرنے سے وہ کیوں کر ناپاک ہوسکتے ہیں -

جواب - ہم نے اُس دہ در دہ پانی میں اندک ناپاکی پڑنے سے اسکو پاک قرار دیا ہے جبکہ اوصاف ثلاثہ رنگ - بو - ذائقہ میں سے کوئی ایک صفت بھی بدل نہ جاوے مگر جب اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی وصف بدل جاوے خواہ وہ دہ در دہ سے بہت زائد ہو وہ ناپاک گنا جاتا ہے - الغرض اسلام نے جس قدر نظافت وطہارت کی پابندی کا حکم کیا ہے - ایسا کسی مذہب وملت نے پابندی نہیں سکھائی - اسلام کی بنیاد ہی ظاہری نظافت وباطنی طہارت سے شروع ہوتی ہے - اور ایک اسلام ہی سلامتی کا پاک طریق ہے

بہت ایسے لوگ جو ایسے تالابوں میں وضو وغسل کرنے کے عادی ہو رہے ہیں۔ کچھ تعجب نہیں کہ وہ ہماری اس تحریر کو پڑھکر پیچ وتاب کھائیں اور ہمیں ہی ملامت کریں۔ مگر ہم کو اُن کی ہمدردی نے مجبور کیا۔ اس لئے حقیقت کو کھول کر اُن کے آگے رکھ دیا۔

جو لوگ فرمودہ نبوی کا پاس ادب کرتے ہیں اور جن میں انسانی طہارت کا کچھ احساس و لحاظ ہے وہ بالضرور فرمودہ نبوی پر عمل کریں گے۔ اسلام نے طہارت ونظافت کے لئے تاکید شدید کی ہے۔ مگر آج کل ایسی حالت ہو رہی ہے کہ اگر نظافت وطہارت کی تاکید کی جاوے تو کوئی مخالفت پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جن دیہات میں قلتِ آب ہو اُن اہل دیہات پر لازم ہے کہ مواشی اور آدمیوں کے لئے الگ الگ دو گھاٹ بنالیں اور آدمیوں والے گھاٹ میں میل وکدورت ونجاست پڑنے سے بہت حفاظت واحتیاط کریں۔

اسلامی طہارت پر عام نظر

اسلام وہ پاک مذہب ہے جس کی ابتداہی طہارت ونظافت وصفائی سے شروع ہوتی ہے بلکہ طہارت کو اسلام کا ایک جزو اعلےٰ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَلطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ۔ ترجمہ۔ یعنی پاکی آدھا ایمان ہے۔ اور فرمایا بُنِيَ الدِّينُ عَلَى النَّظَافَةِ۔ ترجمہ۔ یعنی مسلمانی کی بنا پاکی پر ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جو انسان طہارت کا پابند رہے گا۔ اُس میں صفائی وپاکیزگی کے اوصاف فطرۃً ترقی پذیر ہونگے۔ اور ایسے امور جو اُس کی ایمانی طہارت ونظافت میں کدورت کے باعث ہوں۔ اُن سے اُسکو نفرت ہوگی۔ اسی لئے اسلام نے کپڑا وجسم وجان ومکان صاف وستھرا رکھنے کا امر فرمایا۔ کہ ظاہری طہارت کا اثر انسان کے اندر ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے اسلام نے طہارت کی ترغیب جابجا بہ کثرت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ خداتعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ۔ ترجمہ یعنی خدا تعالیٰ اون لوگوں سے پیار رکھتا ہے جو اُس کی طرف رجوع کرنے والے اور ستھرے رہنے والے ہیں۔ اور فرمایا وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔ ترجمہ۔ یعنے اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندگی سے کنارہ کر۔ اس میں تمام ظاہری وباطنی نجاستوں سے طہارت ونظافت کی طرف اشارہ ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ طہارت کے چار مرتبے ہیں۔ اوّل غیر اللہ سے دل کے سر کو پاک کرنا۔ یہ

ایمان کی ایک شرط ہے۔ دوسرا درجہ پلید اخلاق حسد۔ کبر۔ ریا۔ عداوت ورعونت وغیرہ سے ظاہر دل کو پاک کرنا ایمان کی ایک شرط ہے۔ یہہ درجہ متقیوں کے ایمان کا ہے۔ تیسرا درجہ کل اندامون یعنے زبان۔ آنکھ۔ کان۔ ہاتھ۔ پاؤں کو گناہوں و ناواجب کاموں سے پاک رکہنا۔ مثلاً غیبت۔ جہوٹھ۔ حرام خوری۔ خیانت۔ نامحرم کو دیکھنے وناواجب باتیں سُننے اورناواجب کام کرنے سے رُکنا اور سب محرمات سے اندامون کو بچانا ایمان کی ایک جزو ہے یہ درجہ پارساؤں کے ایمان کا ہے۔ چوتھا درجہ تن و لباس کو سب پلیدیوں سے پاک رکھنا یہ پاکی بھی ایمان کی ایک جزو ہے۔ اور یہ درجہ عام مسلمانوں کا ہے۔ الغرض ایمان کے سب طبقات میں ظاہری و باطنی طہارت ایک اعلیٰ جزو قرار دی گئی ہے اور بُنِيَ الدِّينُ عَلَى النَّظَافَةِ فرماکر عام قسم کی ظاہری و باطنی ناپاکیوں کی نفی کردی گئی ہے۔ یاد رکہنا چاہئے کہ اسلام نے انسان کو جتنے افعال طہارت ونظافت ونماز وغیرہ کے سکہائے ہیں وہ مقصود بالذات نہیں ہیں بلکہ وہ درمیان میں کسی امر کے ذرایع ہیں۔ سو وہ خدا تعالیٰ کی پاک ذات ہے چونکہ وہ پاک ہے اور پاکی کو چاہتا ہے اسلئے اُس نے اپنی رضا کا اظہار پاکیزگی و طہارت میں رکھا۔ پس جو انسان ظاہری و باطنی ناپاکی سے آلودہ رہتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی نارضامندی اور اُس کے غضب کا مظہر ہے اور اس امر کا ثبوت کہ یہ امور مقصود بالذات نہیں ہیں۔ اس سے ہویدا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ لَمْ تَنْهَهُ صَلَاتُهُ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ لَمْ يَزْدَدْ مِنَ اللهِ اِلَّا بُعْدًا وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ اِلَّا الْجُوْعُ وَالْعَطَشُ۔ ترجمہ۔ جسکو اُسکی نماز نے بےحیائی و بدی سے نہ روکا وہ خدا سے دور ہی رہا۔ بہت سے روزہ داروں کو ان کے روزہ سے کچھ حاصل نہیں ہوتا سوائے بھوکہ و پیاس کے۔

اوہام باطلہ سے پاک رہنے کا سبق سکہانا اسلام کا خاصہ ہے کیونکہ اوہام فاسدہ و اباطیل کاذبہ نفس انسانی کو ایسے گندہ کرنے والے ہیں جیسے انسانی جسم غلاظتوں و نجاستوں سے ناپاک ہوجاتا ہے اسلئے اسلام نے اُن سب سے پاک وصاف رہنے کا تاکیدی امر فرمایا۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔ یعنے پلیدی کو چھوڑ دو خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی۔

اسرار شریعت جلد اول کتاب طہارت ختم ہوی

راقم محمد فضل ۱۸ ماہ شعبان المعظم
سنہ ۱۳۲۷ھ

کنوئیں سے اخراج نجاست کے بعد ڈول نکال لینے کی حکمت

قبل ازیں جہاں کہیں ہم نے اس کتاب میں کنوئیں سے اخراج نجاست کے بعد پانی کی طہارت کے لیئے ڈول نکال لینے کا ذکر کیا ہے وہ بطور وجوب نہیں ہے بلکہ بطور استحباب ہے اور ڈول نکال لینے کے لیئے جو وجوب کا لفظ ہم نے لکھا ہے اس سے مراد اصل تقرری تعداد کا وجوب ہے کیونکہ انسان جو کام کرے اُسکے لیئے کسی غایت وحد کا تقرر ضروری ہے۔ لہٰذا ڈول نکال لینے کے لیئے ایک تعداد وحد اگر مقرر نہ ہوتی تو بے تعداد ڈول نکالتے رہنا بیہودہ بکاری وعبث کام تھا۔ پس اگر کوئی کنوئیں سے اخراج نجاست کے بعد احتیاطاً ڈول نکال لینے چاہے تو وجوباً اس امر کے لیئے ایک حد وغایت مقرر ہوئی ورنہ ڈول نکالنا ضروری نہیں ہے اور ایسا ہی بشرط عدم ظہور رنگ وبو وذائقہ جہاں کہیں کنوئیں سے ہم نے سارا پانی نکالنا لکھا ہے وہ بھی بطور استحباب واستحسان ہے اسمیں شرعی وجوب نہیں ہے کیونکہ شناخت طہارت آب کے لیئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے صرف عدم تغیر رنگ وبو وذائقہ فرمائے ہیں اور پانی کی پلیدی حقیقی معلوم کرنے کے لیئے بھی تول وترازو تلاثہ مقرر ہیں اس سے بڑھکر اور کوئی نہیں۔

۱۔ کنوئیں سے اخراج نجاست کے بعد ڈول نکال لینے کی سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ پانی کو پانی سے جدا کرنے میں اُسکی ساری قوتوں واجزاو ذرّوں میں حرکت اور حدّت پیدا ہو جاتی ہے اور اس سبب سے پانی کے ذرّے ایک دوسرے کے نزدیک آنا چاہتے ہیں۔ اگر اسکو کشش اتصال کہیں۔ اور جس سبب سے وہ ایک دوسرے سے علیحدہ رہتے ہیں اور جس سے حسّ حرارت پیدا ہوتی ہے۔ اور جو غالباً ذرّوں کی ایک تیز اور لرزاں یا اردگرد کی حرکت ہے اسکو قوت دافعہ کہیں تو مائع حالت میں یہ دونوں قوتیں ایسی تلی رہتی ہیں کہ ذرّے بے تکلف حرکت بھی کر سکتے ہیں اور ملے جلے بھی رہتے ہیں۔ اور جب ڈول نکال لینے سے پانی کے ذرات میں حرکت وتیزی پیدا ہوتی ہے تو خباثت کے بقیہ اجزا کا پانی میں استحالہ ہو جاتا ہے اور جب خباثت کا استحالہ ہو تو وہ طیب ہو جاتی ہے اور کثیر آب میں تھوڑی سی نجاست کا تحلیل ہونا ایسا ہے جیسا کہ حیوان کے جسم میں غذا تحلیل ہو جاتی ہے اور اسکا مخالفانہ اثر نہیں رہتا۔ یا جیسا کہ نباتات میں ناپاک پانی کا استحالہ ہوتا ہے۔

شائد کوئی کہے کہ پانی میں کونسی قوت ہے جس سے وہ اشیا کو تحلیل کر دیتا ہے سو واضح ہو کہ

تم نے پانی سے لوہے کو پان چڑھا کر تیز کرنا لوہاروں کی دوکانوں میں دیکھا یا سنا ہوگا کہ وہ پانی ہی کی قوتیں ہوتی ہیں جو لوہے جیسی سخت چیز میں تیزی اور حدت پیدا کر دیتی ہیں اور یہ روزمرہ کا تجربہ عام انسانوں کے پیش نظر رہتا ہے۔ مختلف پانیوں کا طبائع انسانی پر مختلف آثار پیدا کرنا پانی میں اُنہی کم وبیش قوتوں کے موجود ہونے کا مؤید ہے۔ افغانستان کی بعض نہروں میں یہ قوت حدت اسقدر شدت وکثرت سے ہے کہ اُن پر اگر زور سے کسی لوہے وغیرہ کی دھاری دار چیز کو مارا جائے تو اسمیں بہت تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہاں کے انسانوں کی سخت گیری قوتِ پانی کی مؤید ہے

کیا کنوئیں سے رفع ناپاکی کے لئے ڈول نکالنا موافق عقل ہے

ا۔ ہم نے قبل ازیں بھی اس کتاب میں اس بات کو دوہرایا ہے اور اب پھر اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ احکام شریعت کے اسرار و حکمتیں اُنکی اوصاف مؤثرہ میں ظاہر و باہر ہیں اگر کسی حکم کی حکمت غیر معقول اور اسکا بھید عقل انسانی سے بالاتر ہوتا تو شریعت کا خطاب بھی عقل پر نہ ہوتا۔ حالانکہ یہ مسئلہ مسلم شدہ ہے کہ تمام شرائع و قوانین کا خطاب و مدار عقل پر ہے۔ اگر ساکنان زمین مجانین ہی پیدا ہوتے اور مجانین ہی مرتے تو اُنپر کسی شریعت کا نزول نہ ہوتا اور نہ اُنکے لئے کسی نبی ورسول کی بعثت کے لئے ضرورت پڑتی۔ سباع و انعام وطیور وہوام یعنے درندوں مویشیوں اور پرندوں وحشرات الارض کو عقل عطا نہیں ہوئی اسلئے اُنپر کسی شریعت کا نزول بھی نہیں ہوا مگر حضرتِ انسان جسکو عالم فرش سے لیکر عرش تک تمام اشیاء پر حکومت عطا کی گئی ہے۔ اور جسکے بارے میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ یعنے ہم نے بنی آدم کو کرامت عطا کی ہے۔ وہ یہی عقل کی کرامت وشرافت ہے جسکی وجہ سے اُنپر فوقیت رکھتا ہے ورنہ کھانے پینے سونے جماع کرنے انتقام لینے وقوت غضبیہ کا حظ حیوانات عجم وسباع وطیور میں انسان سے بڑھکر ہے انسان میں اُن سے کوئی زائد چیز ہے تو یہی عقل ہے اور اسی کی وجہ سے اسکو اُنپر کرامت وعظمت عطا ہوئی ہے۔ الغرض اس عالم کے سارے اجزائے خورد و بزرگ اسکے لئے بنائے گئے ہیں۔ پس جبکہ عالم ومافیہا اسکی تکمیل اغراض کے لئے بنایا گیا تو ضرور تھا کہ اسکے اجزائے صغار وکبار مؤثرہ ومتاثرہ کا علم اور اُنکے فوائد ونقصانات سمجھنے کے لئے اسکو کوئی قوت ممیزہ عطا کیجاتی۔ سو خدا تعالےٰ نے ایسا ہی کیا۔ کہ اس امر کے لئے انسان کو نعمتِ عقل بخشی۔
ہم لکھ چکے ہیں کہ تمام اقسام کے پانیوں کی شناختِ طہارت وخباثت ونجاست کے لئے

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رنگ و بو و ذائقہ مقرر فرمائے ہیں۔ مگر کنوئیں جیسے تنگ معدن آب میں کوئی نجاست پڑ گئی ہو اور پانی کا رنگ و بو و ذائقہ بھی نہ بدلا ہو اور نجاست غیر مرئی یا منجزی ہو تو بطور استحباب ڈول نکالنے مقرر ہوئے کیونکہ ڈول نکالنے کے اوصاف موثرہ پر نظر کیجاوے تو تجربہ ہو چکا ہے کہ جب پانی سے ڈول بھر کر نکالا جائے تو ڈول نکالنے والی جگہ کی طرف پانی کے سارے ذرات مع اشیائے دیگر حرکت کرتے ہوئے چلے آتے ہیں اور وہ کچھ تو ڈول میں پڑکر باہر نکل آتے ہیں اور باقی کو ڈول نکالنے سے پانی کی قوت صدمہ کشش انفعال وغیرہ جو تیز ہو جاتی ہیں مستحیل کر دیتی ہیں پس ڈول نکالنے کی یہی حکمت ہے ورنہ ڈول آدمی کیطرح عاقل و دانا نہیں ہوتا اور نہ اسکو کوئی قوت تمیزہ عطا ہوئی ہے کہ وہ کنوئیں سے نجاست کے ذرات صغار کو چن کر باہر نکالدے۔

۲۔ وقوع نجاست سے بباعث کراہت طبعی اکثر لوگ کنوئیں سے پانی بھرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ اسلئے جب کنوئیں جیسے رکے ہوئے پانی میں بباعث عدم تحریک شک وشبہہ پیدا ہو جاتا ہے تو ڈول نکالنے سے اس پانی میں خوب جریان ہو جاتا ہے اور جریان و تحریک آب سے شک کے آثار رفع ہو جاتے ہیں کیونکہ چشمہ وار آب سے خروج آب میں اسکے دونوں طرف میں جریان پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اسکو آب جاری کی طرح تصور کیا جاتا ہے جسکے پاک ہونے میں کسیکو شک وشبہہ و کراہت نہیں رہتا۔

۳۔ جیسا کہ آدمی کو حدث اصغر و اکبر ہوتا ہے ایسا ہی پانی کے لیے حدث اصغر و اکبر ہیں پانی کا حدث اصغر شک وشبہات کو ثابت کرتا ہے اور حدث اکبر نجاست حکمی و حقیقی کو۔ سو پانی کا حدث اصغر ڈول نکالنے سے اور حدث اکبر سارے پانی کو کنوئیں و معادن آب و ظروف سے نکالنے سے رفع ہوتا ہے۔

۴۔ ڈول نکالنے کی حکمت ظاہر ہے کہ کنوئیں کے پانی کو ڈول کے ذریعہ جاری کیا جاتا ہے تاکہ جریان آب سے نجاست کے اجزا خارج ہو جاویں۔ پس جب کنوئیں میں وقوع نجاست سے اسکے اثر کو رفع کرنے کے لئے ڈول نکالنے کی حکمت کو سمجھنا چاہو تو ڈول نکالنے کے فعل اور اسکے آثار پر نظر کرو جو پانی سے ڈول نکالنے سے پانی پر واقع ہوتے ہیں پس تمکو صاف نظر آجائیگا کہ کنوئیں سے ڈول نکالنے سے پانی میں جریان خارج کی طرف پایا جاتا ہے اور جب رکے ہوئے پانی میں اجرا ہو جاوے تو اسکو شرع نے پاک ٹھرایا ہے کیونکہ اس فعل سے پانی

میں ہلکی تیرنے والی اشیاء کے جو اجزائے صغار ہوتے ہیں وہ ڈول سے خارج ہوتے رہتے ہیں اور ثقیل اجزا پانی کے تحت میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اور پانی کی قوتوں میں اس فعل سے جو حدت و تیزی پیدا ہوتی ہے وہ انکو مضمحل کرکے بیس دیتی ہے۔ فصل۔

مگر شرع نے ڈول نکالنے کو واجب نہیں قرار دیا چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے کہ اخراج نجاست کے بعد کنوئیں سے ڈول نکالنا واجب نہیں ہے چنانچہ ہم انکی کتاب حجۃ اللہ البالغہ عربی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۸ کا ترجمہ اس امر کے متعلق ذیل میں لکھتے ہیں۔

لوگوں نے بہت سے فروع کنوئیں کے اندر جاندار چیز کے مرجانے اور دہ در دہ اور آب جاری کے متعلق نکال لئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان سب مسائل میں احادیث مروی نہیں ہیں اور صحابہ اور تابعین سے جو اس میں آثار مروی ہیں جیسے ابن زبیر سے زنگی کے بارے میں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چوہے کے بارے میں اور نخعی اور شعبی سے بلی کے قریب قریب جانوروں میں۔ سو ان اشیاء کی صحت کی نہ تو محدثین نے گواہی دی ہے اور نہ قرون اولیٰ کے جمہور کا ان پر اتفاق ہے اگر وہ آثار صحیح ہی ہوں تو ممکن ہے کہ یہ حکم دلوں کی پاکی اور پانی کی نظافت کے لئے ہو اور وجوب شرعی کے اعتبار سے نہ ہو۔ الحاصل اس باب میں کوئی معتد بہ اور واجب العمل حدیث نہیں ہے اور بلا شبہ قلتین کی حدیث ان سب سے زیادہ تر ثابت ہے اور یہ بات محال ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان سب مسائل میں اپنے بندوں کے لئے ان تدابیر کے اوپر جو انکے واسطے لازم ہیں کچھ بڑا یا ہو اور باوجود ان چیزوں کے کثرت وقوع اور عموم بلویٰ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی صاف صاف تصریح نہ فرمائی ہو اور صحابہ اور تابعین کو اس سے استفادہ نہ ہوا ہو اور خبر واحد بھی مروی نہ ہو۔

البتہ اخراج نجاست کے بعد کنوئیں سے ڈول یا سارا پانی نکالنا بطور استحباب و استحسان منع نہیں ہے۔ کیونکہ اس امر کے متعلق کچھ اشارات ملتے ہیں چنانچہ ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں مگر وہ وجوبا نہیں کیونکہ اسمیں حرج و عسر ہے جو حکمت تیسّر کے برخلاف ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا یعنے آسانی کرو اور سختی نہ کرو۔ اور جہاں کہیں ہم نے اخراج نجاست کے بعد کنوئیں سے معین ڈول نکالنے یا سارے پانی کو نکالنا لکھا ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ انسان حدث اصغر یا حدث اکبر کے شک سے وضو پر وضو یا غسل کرے تو نور علیٰ نور ہے۔ البتہ جہاں تغیر رنگ و بو و ذائقہ ہو وہاں ایسا امر ہے جیسا کہ مرنجا جسم انسان پر

حدث اصغر یا اکبر واقع ہو جاتا ہے اور وضو یا غسل لازم آتا ہے مگر جیسے شک سے وضو لازم نہیں
ہوتا ایسا ہی ولی وہم و شک سے کنواں ناپاک نہیں ہو جاتا بلکہ مدار یقین پر ہے۔ محدثین کہتے ہیں
کہ اگر باوجود عدم تغیر رنگ و بو و ذائقہ آب کنوئیں سے ڈول یا سارے پانی کا نکالنا واجب ہوتا
تو اس امر کے متعلق نص صریح وارد ہوتا جس میں ایسا وجوب و لزوم پایا جاتا تاکہ اسلام کے کسی فرقہ کو
اس میں اختلاف نہ ہوتا اور بدیں لحاظ اسکو نجاست حکمی قرار دیا جاتا۔ مگر اس امر کے متعلق نبی علیہ
الصلوٰۃ والسلام سے کوئی نص صریح وارد نہیں ہوا۔ بلکہ اسکے برخلاف وارد ہے چنانچہ لکھا ہے
سُئِلَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ وُضُوْءٍ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَهِيَ بِئْرٌ يُلْقٰى فِيْهَا الْحِيَضُ
وَالنَّتَنُ وَلُحُوْمُ الْكِلَابِ فَقَالَ الْمَاءُ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ ترجمہ یعنے نبی علیہ الصلوٰۃ و
السلام سے کنوئیں بضاعہ کے پانی سے وضو کرنے کے لئے پوچھا گیا۔ یہ ایک کنواں ہے جس میں
حیض کی لیریں اور گندگیاں اور کتوں کے گوشت پڑ جایا کرتے تھے (اور پھر وہ چیزیں کنوئیں سے
نکالی جایا کرتی تھیں) نجاستوں کا پانی سے نکالنا وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ سے نکلتا ہے تو اس پر اخراج نجا ست
کے بعد فرمایا کہ یہ پانی پاک کرنے والا ہے اسکو کوئی ناپاک چیز ناپاک نہیں کرتی۔ انکا دعویٰ ہے
کہ اگر اخراج نجاست کے بعد باوجود عدم تغیر رنگ و بو و ذائقہ کنوئیں کی نجاست حکمی ہوتی اور اسکے
رفع کے لئے ڈول نکالنے واجب و لازم ہوتے تو جب صحابہ کرام نے ایسے پانی کے متعلق آنحضرت
سے پوچھا تو آپ ڈول نکالنے یا سارے پانی کے اخراج کا حکم فرماتے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اسکے لئے ڈول نکالنے کا امر دیکر یوں فرماتے کہ اتنے ڈول نکالو گے تو کنواں پاک ہو جائیگا
تو پھر صحابہ کو پوچھنے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہتی اور نہ انکو کوئی شک ہوتا بلکہ وہ تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے اشارات پر جان نثار تھے بار بار پوچھنے کی انکو عادت نہ تھی۔ اس امر کے متعلق
یہی ایک نص ہے اِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ اِلَّا مَا غَلَبَ عَلٰى رِيْحِهٖ وَطَعْمِهٖ وَلَوْنِهٖ ترجمہ یعنے
پانی کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی مگر وہ جو اسکی بو اور ذائقہ اور رنگ پر غالب ہو جاوے۔ فصل

شناخت طہارت آب کے لئے اوصاف ثلاثہ
رنگ۔ بو۔ ذائقہ مقرر ہونیکی وجہ

اسبات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس عالم کی ہر چیز کی اصلی حالت صحت و صفائی

و طہارت اور اسکا سقم و اختلال معلوم و محسوس کرنیکے لئے معیار و موازین عدالت مقرر و معین ہیں لہذا
کثیر پانی کی طہارت و صفائی یعنے پاکیزگی معلوم کرنیکے لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رنگ و بو و
ذائقہ مقرر فرمائے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ
اِلَّا مَا غَلَبَ عَلٰى رِيْحِهٖ وَطَعْمِهٖ وَلَوْنِهٖ (ابن ماجہ جلد اول) ترجمہ یعنے پانی کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی
مگر وہ جو پانی کی اصل بو۔ ذائقہ۔ رنگ پر غالب آجاوے۔ فصل۔
شناخت طہارت آب کے لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اوصاف ثلاثہ رنگ بو و ذائقہ
مقرر کرنا ایسا ہے جیساکہ انسانی جسم کی تشخیص صحت و اختلال و مرض کے لئے ملاحظہ رنگ جسم
ونبض و رنگ قارورہ حکما و اطبا کے نزدیک ضروری ہے تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ
بسا اوقات ایسا واقع ہوتا ہے کہ اکثر انسان اپنی طبع سے ایسی ایسی مخالف اشیاء کھاتے اور
استعمال کر لیتے ہیں جنسے انکی صحت جسمی کے بگڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے مگر خدا تعالےٰ نے انکی طبیعت
و فطرت میں دافعہ و جاذبہ و ہاضمہ وغیرہ قوتیں بمنزلہ معالج کے رکھی ہوئی ہیں جب تک وہ اپنی
صحت پر ہوں اور اغذیہ مخالفہ سے زیادہ قوی ہوں تو انکے آثار کو مضمحل و مستحیل کر دیتی ہیں۔
اسلیے صحت جسم میں کوئی اختلال و بیماری ظاہر نہیں ہوتی۔ ایسا ہی خدا تعالےٰ نے پانی کے اندر
کچھ قوتیں رکھی ہیں جنکو قوت صدمہ۔ دافعہ۔ کشش انتقال وغیرہ کہتے ہیں بلکہ یوں سمجھو کہ جتنی
قوتیں انسانی جسم کے اندر موجود ہیں وہی قوتیں پانی کے اندر موجود ہیں کیونکہ انسانی اجسام وغیرہ
پانی ہی سے تیار ہوئے ہیں۔ لہذا پانی کی وہ قوتیں جو خالق نے اسکے اندر رکھی ہیں وہ اجزائے
نجاست و غلاظت کو ایسا منہضم و مستحیل کر دیتی ہیں جیساکہ انسانی اجسام مخالف اغذیہ کے
آثار کو منہضم و مستحیل کر دیتی ہیں اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ضعف قوتوں کے باعث جیساکہ
اجسام میں آثار اختلال و امراض ظاہر ہو جاتے ہیں ایسا ہی پانی کے ضعف قوتی کے باعث اسمیں
نجاست مستحیل و منہضم نہ ہو سکے تو نجاست کے آثار ثلاثہ رنگ یا بو یا ذائقہ پانی میں ظاہر ہو جاتے
ہیں لہذا وہ پانی ناپاک ٹھہرایا جاتا ہے کثیر پانی میں کسی نجاست کے پڑنے سے اسکی طہارت و نجاست
کے معیار نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی تین اوصاف ٹھہرائے ہیں سو جو کوئی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے اس میزان و معیار مقرر سے بڑھکر کوئی اور معیار ٹھہراتا ہے وہ سخت بے ادب ہے
اور خدا تعالےٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے آگے قدم مارتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالےٰ
کے فرمودہ سے باہر جارہا ہے۔ چنانچہ ایسے امور کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ
ترجمہ۔ اے ایمان والو آگے نہ بڑھو اللہ اور اُسکے رسول سے اور ڈرتے رہو اللہ سے وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

یہ آیت اس امر کے متعلق ہے کہ خدا تعالےٰ کے احکام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمکو پہونچ چکے ہیں اُنہی پر چلو۔ انہیں کمی و بیشی نہ کرو ورنہ تم خدا کے حدود سے تجاوز کرنے والے ٹھہروگے۔ اس آیت میں قرآن وحی جلی وحدیث وحی خفی کے اتباع کا حکم ہے۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ایک بات کے متعلق قرآن وحدیث میں نص صریح وارد ہوا ہو تو انسانی استنباط واستخراج کو اُسپر ترجیح دیتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے حق میں ہے مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ یعنے اُنہوں نے خدا کی قدر شناسی نہیں کی۔

بعض لوگ محض صحبت نجاست سے پانی کو ناپاک قرار دیتے ہیں اگرچہ وہ نجاست پانی سے الگ کی گئی ہو حالانکہ یہ امر نص قرآن سے برخلاف ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں صاف آچکا ہو کہ دودھ بھینسوں اور گائیوں کے نجاستِ شکم گوبر وخون میں ملا ہوا ہوتا ہے اور جب اُسکو نجاستِ گوبر وخون کی صحبت واختلاط سے الگ کیا جاتا ہے تو وہ پلید نہیں رہتا۔ چنانچہ ۱۴ سپارے میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ ترجمہ اور تحقیق تمہارے لئے چوپاؤں میں نشان عبرت ہیں کہ ہم تمکو پلاتے ہیں اُنکے پیٹ کی چیزوں میں سے گوبر اور لہو کے بیچیں سے دودھ نکال کر جو کہ خالص وستھرا اور خوشگوار ہے پینے والوں کے لئے۔

اب یہ مسئلہ واضح تر ہو چکا کہ کوئی چیز جب صحبت نجاست سے الگ کیجائے تو وہ پلید نہیں رہتی ورنہ اگر کوئی چیز محض صحبتِ نجاست سے باوجود اس سے جدا ہونیکے پلید رہتی ہے تو پھر دودھ بالاولیٰ پلید ہونا چاہئے کیونکہ وہ صحبت نجاست سے جدا ہوتا ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ پانی کی قوتیں جب تک بحال خود ہوں اسکا خاصہ ہے کہ وہ کسی نجاست کو اپنے اندر نہیں رہنے دیتا۔ ثقالت والی نجاست کو تحت میں بٹھا دیتا اور ہلکی کو منہضم کرتا یا اوپر لے آتا ہے کیونکہ پانی کی خاصیتِ طہارت ضد نجاست ہے۔

پھر واضح رہے کہ نجاست دو قسم ہے حقیقی وحکمی نجاست حقیقی جو مرئی ونمودار ہو وہ تو عین رفع نجاست سے دور ہوتی ہے اسکے متعلق نص صریح ہے تو یہی کہ اسکو بالکل رفع

وہ زائل کیا جائے۔ مگر اس قسم کے ہر نوع نجاست کے تعین کے لئے نص وارد نہیں ہے کیونکہ اس قسم کی نجاست کی شناخت عام طبائع انسانی میں موجود ہے اور اس سے انکو تنفر ہے جب تک اسکو زائل نہ کرلیں انکو اطمینان نہیں آتا۔

دوسری نجاست حکمی ہے۔ اُسکے متعلق نص صریح موجود ہے اور اسمیں اسلام کے کسی طائفہ کو اختلاف نہیں ہے۔ مثلاً حدث اصغر و اکبر جنکے لئے وضو و غسل کرنیکا امر ہوا۔ یہ حکمی و معنوی نجاست ہے۔ ایسا ہی قلیل معادن آب و ظروف میں نجاست پڑنے سے حکمی نجاست ہے خواہ رنگ و بو و ذائقہ نہ بھی ہو۔ فصل

قلیل پانی کی نجاسات حکمی کی حکمتیں

پانی کی ضرورت تمام اشیائے عالم میں نظر آتی ہے۔ چنانچہ اسکا کثیر الوجود ہونا خود اس بات پر دال ہے اور ہر چیز میں اسکا کثرت استعمال خارجی مؤثرات کو ثابت کرتا ہے۔ تمام حیوانات کو اسکی ضرورت رہتی ہے۔ عالم کے تمام جانداروں کا اسی پر آمد و رفت کرنا اور انکی زندگی کا اسی پر موقوف ہونا عیاں ہے لہذا پانی کی اسقدر کثرت استعمالی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ جن پانیوں میں درندوں و نجاستوں کے اثر پڑکر آدمیوں کو ضرر دیں اُن پانیوں کی حد بنی آدم کو بتائی جائے تاکہ وہ آگاہ ہوکر نقصانات و ضرروں سے بچیں۔ آب قلیل کی حد محدثین کے نزدیک قلتین ہے اور احناف کے نزدیک وہ دردہ سے کم۔

یہ مسئلہ ظاہر و باہر ہے کہ جس بار عظیم و اثر کثیر کو ایک ضخیم الجثہ و کثیر الوجود چیز متحمل ہوسکتی ہے اسکو قلیل الوجود اٹھا نہیں سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ نور نبوی نے قلیل پانیوں میں نجاست حکمی یعنے معنوی و حقیقی کو مؤثر ہوتے ہوئے اور آب کثیر میں غیر مؤثر دیکھکر دونوں کے درمیان ایک حد فاصل مقرر فرمادی۔

جو حکم قلیل پانی کے لئے ہے وہی حکم کثیر کے لئے ہوتا تو دنیا میں لوگوں کے بڑے بڑے نقصانات ہوتے اور وہ دِقتوں میں پڑجاتے اور انکی زندگیاں اُنپر دوبھر ہوجاتیں حکمی و حقیقی نجاست مرئی کے ہوئے قلیل پانیوں و ظروف میں واقع ہونے سے ان کو ناپاک کر دیتی ہیں۔ خواہ ایسے پانیوں کا رنگ و بو و ذائقہ نہ بھی متغیر ہو۔ ایسے پانی جب تک

ظروف و معادن سے خالی نہ کئے جاویں وہ ناپاک سمجھے گئے ہیں۔ کتوں و درندوں و حرام جانوروں بلی وچوہے کے سوا قلیل پانیوں میں منہ ڈالنا حکمی نجاست ہے اور ان میں مری یعنی نمودار نجاستوں کا پڑنا حقیقی نجاست ہے اور یہ دونوں نجاستیں ایسے قلیل پانیوں کو یکساں پلید کرتی ہیں ایسے پانیوں میں جنبی کا غسل کرنا حکمی نجاست ہے اور ایسے پانیوں میں بول و براز پڑنا حقیقی نجاست ہے چنانچہ ایسے ہی پانیوں کے متعلق حدیث نبوی میں وارد ہے لَا یَغْتَسِلُ اَحَدُکُمْ فِی الْمَاءِ الدَّائِمِ وَھُوَ جُنُبٌ ترجمہ یعنے تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے جبکہ وہ جنبی ہو ورنہ کثیر آب میں ہزاروں جنبی غسل کریں اسکو کوئی ناپاکی لاحق نہیں ہوتی۔

قلیل پانیوں کے متعلق وارد ہے لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِیْ لَا یَجْرِیْ الخ ترجمہ یعنے تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو بول نہ کرے اور کوئی ایسا کر بیٹھے تو اسمیں غسل نہ کرے۔ حدیث میں قلیل و کثیر پانی کی حد نہیں بتائی گئی۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ قلیل و کثیر پانیوں کے ساتھ یہ فعل کوئی بھی نہ کرے کہ سوء ادب پر دال ہے۔

ایسے پانیوں میں اگرچہ بول و براز پڑنے اور درندوں وکتوں وغیرہ کے منہ ڈالنے سے آثار نمودار نہ ہوں مگر استعمال کرنے و پینے والے میں مؤثر ہوتے ہیں اسلئے ایسے پانیوں کا استعمال اور پینا منع ہے۔ ایسے پانی جن معادن و ظروف میں ہوں انکو پانی سے خالی کر دینے کے بعد وہ پاک ہوتے ہیں اور پھر ظروف کو خلوئے آب کے بعد سات بار دہونے کا حکم ہے۔

باوجود وقوع نجاست جاری پانی پاک ہونیکی وجہ

جس رُکے ہوئے قلیل پانی میں نجاست پڑ جاوے بوجہ رُکاوٹ اُسکا رنگ و بو وذائقہ متغیر ہو جاتا ہے اور اگر متغیر نہ بھی ہو تو بوجہ قلت اُس میں نجاست سائر و مؤثر ہو جاتی ہے مگر جاری پانی میں نجاست کے اوصاف بوجہ جریان قائم نہیں رہ سکتے کیونکہ نجاست کا تعفن اور اسکے آثار جریان کے ساتھ خارج ہو جاتے ہیں اسلئے اُسکے رنگ و بو وذائقہ میں تغیر واقع نہیں ہوتا۔ تم نے جاری پانی میں کبھی کسی دہوبی وغیرہ کو صابون سے کپڑے دہوتے ہوئے دیکھا ہوگا کہ اسمیں سے کس طرح صابون کی جھاگ اور میل جریان کے ساتھ بہتی ہوئی باہر چلی جاتی ہے۔ پہلا باسی پانی بہہ جاتا اور تازہ آجاتا ہے۔

حقیقتِ واجب۔ مستحب۔ مباح۔ مکروہ۔ حرام

اس کتاب کے بعض مضامین سابقہ میں افعال انسانی کے متعلق (الفاظ واجب۔ مستحب۔ مکروہ وغیرہ ذکر کئے گئے ہیں۔ جنکی حقیقت سمجھنے میں اکثر انسانوں کو اشتباہ ہوتا ہے ۔ لہذا واضح ہو کہ بندوں کے بعض افعال ایسے ہوتے ہیں جنکے کرنے سے خدا تعالےٰ اُن سے خوش ہوتا ہے اور بعض فعلوں (حرام) کی وجہ سے وہ اُن سے ناراض ہوتا ہے اور بعض فعل (مباح) ایسے ہیں جنسے نہ وہ خوش ہوتا ہے نہ ناراض ہوتا ہے۔ اسی واسطے خدا کی حکمت بالغہ اور رحمت کاملہ کا اقتضا ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوات والسلام کو مبعوث کر کے لوگوں کو انکے افعال پر آگاہ کرے جنسے اسکی رضامندی اور ناراضی کا تعلق ہوا کرتا ہے اس ذریعہ سے خداوند کریم پسندیدہ امور کا مطالبہ کرے اور امور ناپسند کو منع کر دے اور باقی امور میں انکو مختار رہنے دے تاکہ جو ہلاک ہونے والے ہیں وہ دلیل کے بعد ہلاک ہوں اور جو زندگی حاصل کرنے والے ہیں وہ بھی بعد دلیل کے زندہ ہوں۔ پس کسی فعل سے خدا تعالیٰ کی رضا اور عدم رضا کا متعلق ہونا یا دونوں حالتوں سے افعال کا بے تعلق ہونا اس کا نام حکم ہے ۔ یا یوں کہو کہ حکم کسی شئے کا ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ لوگوں سے اسکا (واجب) مطالبہ کیا جائے یا وہ اس سے روکے جائیں یا اسمیں مختار (مباح) ٹھرائے جائیں۔ جو چاہو سو کہو۔ اور بعض اشیاء کا مطالبہ تاکیدی (واجب) ہوا کرتا ہے کہ اُنکے کرنے پر رضائے الٰہی اور ثواب حاصل ہوتا ہے اور اُن (واجب) کے نہ کرنے پر خدا کی ناراضگی اور عذاب الٰہی ہوا کرتا ہے ۔ اور بعض کا ایسا تاکیدی امر نہیں ہوا کرتا (مستحب) اُس امر مطلوب کے کرنے پر رضاؤ ثواب حاصل ہوتا ہے لیکن اسکے نہ کرنے پر کچھ ناراضگی اور عذاب کا استحقاق نہیں ہوتا۔ جیسے مطالبہ کے دو حصے ہیں۔ ایسے ہی نہی کرنے کے بھی دو ہی صورتیں ہیں بشرطیکہ منع کرنے کی وجہ سے باز رہا ہو اور اُس فعل کے کرنے سے ناراضگی اور عذاب میں گرفتاری ہو۔ تم اس امر کا اندازہ اپنے اور لوگوں کے محاورات کے الفاظ طلب اور منع میں کر سکتے ہو کہ جو بات اول کہی جاتی ہے اُسکے خلاف میں رضامندی یا ناراضگی کے اثر سے ایک قسم کی دو قسمیں ہو جایا کرتی ہیں۔ یہ ایک لازمی اور قدرتی امر ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے احکام کی پانچ قسمیں ہو گئی ہیں (۱) ایجاب (۲) استحباب (۳) اباحت (۴) کراہت (۵) تحریم۔

لوگوں کے سامنے افعال مکلفین میں سے ہر ہر فعل کی علیحدہ علیحدہ حالت پیش نہیں کیجا سکتی ہے۔ یہ افعال علاوہ اسکے کہ حصر میں نہیں آسکتے۔ لوگ پوری طرح پر انکو معلوم بھی نہیں کر سکتے اسواسطے یہ ضروری ہوا کہ لوگوں کو وہ قواعد کلی کی صورت میں بتائے جائیں۔ مجموعی صورت وحدت سے بیان کی جائے اور کثرت اس میں لپٹی ہوئی ہو۔ اس طرح پر لوگ ان افعال کو معلوم کر سکیں گے اور اپنے افعال کی حالت پہچان سکیں گے۔ علوم کلیہ کو دیکھو خاص خاص امور کے لئے اُن میں کیسے قوانین قرار دیئے گئے ہیں۔ نحوی کہتا ہے اَلْفَاعِلُ مَرْفُوْعٌ تو سامع اسکا یہ قول محفوظ کر کے قَامَ زَیْدٌ میں زید کا حال اور قَعَدَ عَمْرٌو میں عمرو کا حال معلوم کر لیتا ہے۔ وعلیٰ ہذا۔ یہی وحدت جسمیں کثرت منسلک ہوا کرتی ہے حکم کی علت اور اسکی مدار علیہ ہوا کرتی ہے۔ اس علت کی دو قسمیں ہیں۔ اول وہ جسمیں اسی حالت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ جو مکلفین میں موجود ہوا کرتی ہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ صرف مکلفین کی کوئی دائمی اور لازمی حالت کا اعتبار کیا جائے۔ جسکا اثر یہ ہو کہ انکو ہمیشہ کے لئے کسی حکم کی تکلیف دیجائے۔ یہ امر مکلفین کے قابو سے باہر ہے ایسی تکلیف صرف ایمان میں ہی ہو سکتی ہے اور احکام میں اس وجہ سے ضرور ہے کہ ایک ایسی حالت کا اعتبار کیا جائے کہ تکلیف دادہ شخص کی لازمی صفت بھی اُس میں شامل ہو۔ اسی صفت کی وجہ سے وہ شخص قابل خطاب شارع ہو سکے۔ اور اُسکے ساتھ ہی کسی عارضی حالت میں دقت ہوتی ہے۔ کبھی آسانی سے اُس کام کا ہو سکنا کبھی حرج کا احتمال یا کبھی کسی شئے کا قصد کرنا۔

آب قلیل و کثیر کی حد مقرر ہونے کی حکمت

ضرور تھا کہ پانی کے لئے حد قلیل و کثیر متمیز ہوتا کہ اس میں وقوع نجاست حکمی و حقیقی سے ایک دوسرے کے احکام میں التباس ہو کر بد استعمالی لازم نہ آوے۔ اور لوگوں پر حرج و عسر واقع نہ ہو۔ یہ جو حدیث نبوی میں آیا ہے لَا یَغْتَسِلُ اَحَدُکُمْ فِی الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ ترجمہ۔ یعنے تم میں سے کوئی شخص رُکے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے جبکہ وہ جنبی ہو۔ یہ امر آب قلیل کے لئے مخصوص ہے۔ کیونکہ آب کثیر جو رُکے ہوئے ہوں اُن میں خواہ صدہا جنبی غسل کریں باتفاق آئمہ عظام و علمائے کرام ناپاک نہیں ہوتا البتہ آب کثیر و قلیل کی حدوں میں اختلاف ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دہ در دہ گز سے کم پانی قلیل ہے اور دیگر ائمہ کے نزدیک قلتین سے کم پانی قلیل ہے۔

بشرط عدم تغیر اوصاف سہ گانہ قلتین جتنے پانی کا وقوع نجاست سے پاک و ناپاک ہونیکے وجوہات

محدثین کہتے ہیں کہ اگر وقوع نجاست سے باوجود عدم تغیر اوصاف سہ گانہ قلتین جتنا پانی ناپاک ہوجاتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آب قلیل وکثیر کے اندر کوئی اور حد فاصل بیان فرماتے۔ مگر قلتین کے سوا آب قلیل وکثیر کی حد فاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور کوئی بیان نہیں فرمائی اسلیئے وہ قلتین جتنے پانی کو وقوع نجاست سے بشرط عدم تغیر اوصاف سہ گانہ پاک قرار دیتے ہیں اور وہ حدیث یہ ہے اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْئٌ ترجمہ یعنے جب پانی کی حد دو قلے تک پہونچ جائے تو اسکو کوئی نجاست پلید نہیں کرتی۔ یعنے اتنے پانی میں کوئی ایسی نجاست پڑجائے جسکے اوصاف سہ گانہ کا ظہور نہ ہو تو وہ پانی پاک ہے۔ خواہ کنوئیں میں ہو خواہ گڑھے ہیں۔

احناف کہتے ہیں کہ اگر قلتین جتنا پانی وقوع نجاست سے باوجود عدم تغیر اوصاف سہ گانہ ناپاک نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوں نہ فرماتے لَا يَبُولَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ ترجمہ۔ یعنے تم میں سے کوئی شخص رکے ہوئے پانی میں جو جاری نہیں ہے بول نہ کرے۔ اگر ایسا فعل کوئی کر بیٹھے یا اس میں بول و براز پڑ جاوے تو اسمیں کوئی غسل نہ کرے۔ دوسری حدیث یہ ہے لَا يَغْتَسِلُ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ۔ ترجمہ۔ یعنے تم میں سے کوئی شخص رکے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے جبکہ وہ جنبی ہو۔

بعض علمائے حنفیہ رحمہم اللہ تعالےٰ کہتے ہیں تمام رکے ہوئے پانی جنکی حد دہ دردہ سے نیچے ہے انمیں کوئی جنبی غسل کرے یا انمیں بول و براز پڑ جاوے وہ بموجب احادیث مذکورہ کے ناپاک ہوجاتے ہیں خواہ انکے اوصاف سہ گانہ کا ظہور نہ ہو۔ مؤلف کنز وغیرہ نے اس امر کو محیط لکھا ہے یعنے انکا اسمیں اختلاف بیان کیا ہے۔ محدثین کہتے ہیں یہ حدیثیں قلیل پانیوں کے متعلق ہیں جنکی حد قلتین سے نیچے ہے۔ احناف نے آب کثیر کی حد دہ دردہ گز ٹھرائی ہے۔ کیونکہ دس جمع کثیر کا پہلا عدد ہے۔ جو کثرت پاکی پر دال ہے۔ راقم کے نزدیک اگر آب کثیر ملجائے تو تھوڑے پانی سے اجتناب چاہئے ورنہ مجبوراً قلیل کو استعمال کرنا ہی پڑتا ہے۔ فضل

چوہے و بلی کا جوٹھا پاک ہونے کی وجہ

سائل کا خیال ہے کہ جو عداوت چوہے اور بلی کے درمیان ہے وہ انکے لئے اختلاف حکم کی موجب ہے جیسا کہ بکری اور بھیڑیئے میں عداوت ہے اور انکے متعلق حکم شریعت بھی مختلف ہے۔

جواب۔ یہ سوال سائل کی عدم واقفیت و جہل کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ یہ ایسا امر ہے کہ اس کو طہارت و نجاست و حلت و حرمت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو کچھ شریعت کا حکم اس امر کے متعلق ہے اسکی بنا نہایت حکمت آلہی و مصلحت عامہ پر ہے۔ کیونکہ اگر شریعت کا حکم ان جانوروں کی نجاست کا ہوتا تو اس میں امت پر حرج عظیم و مشقت کثیر واقع ہوتی کیونکہ یہ جانور شب و روز لوگوں کے فرشوں و کپڑوں و طعاموں و پانیوں پر پھرتے رہتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طہارت بلی کے باب میں اس امر کیطرف ایما فرماتے ہیں اِنَّھَا لَیْسَتْ بِنَجِسٍ اِنَّھَا مِنَ الطَّوَّافِیْنَ عَلَیْکُمْ وَالطَّوَّافَاتِ ترجمہ۔ یعنے بلی پلید نہیں ہے کیونکہ وہ تمہارے ارد گرد پھرنے والوں اور پھرنے والیوں میں سے ہے۔ ابن قیم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ طیبہ طوافین والطوافات میں ان تمام جانوروں کی طرف ایما ہے جنکو فقہائے مشرح طور پر اپنی کتابوں میں لکھا ہے چنانچہ قدوری میں لکھا ہے وَسُؤْرُ الْھِرَّۃِ وَالدَّجَاجَۃِ الْمُخَلَّاۃِ وَسِبَاعِ الطُّیُوْرِ وَمَا یَسْکُنُ فِی الْبُیُوْتِ مِثْلُ الْفَارَۃِ وَالْحَیَّۃِ مَکْرُوْہٌ ترجمہ یعنے جوٹھا بلی اور کوچہ گرد مرغی اور درندے پرندوں اور ان جانوروں کا جو گھروں میں رہتے ہیں مثل چوہے اور سانپ کے مکروہ ہے۔

اس سے مراد کراہت تنزیہی ہے یعنے طبعی کراہت ہے شرعی کراہت نہیں ہے یعنے کسیکی طبیعت چاہے تو ان جانوروں کا جوٹھا کھالے اور نہ چاہے تو نہ کھائے۔

ابھی کل کا واقع ہے کہ ہمارے ہاں گھی کا ایک برتن ننگا پڑا تھا جو بشکل خالص ملا تھا اُسمیں مرغی نے منہ ڈال دیا اب اگر اُسکے لئے پلیدی کا حکم ہوتا تو کتنا بڑا نقصان تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہی مرغی آٹے کے برتن پر چڑھکر آٹے کو چونچیں مارنے لگی۔ اسی طرح ان جانوروں کا حال ہے جو گھروں میں رہتے ہیں اگر انکو گھروں سے نکالا بھی جائے تو پھر مڑ مڑ کر گھروں میں گھس جاتے ہیں اور برتنوں وغیرہ میں منہ ڈالتے اور انپر پھرتے رہتے ہیں۔

اگر ان جانوروں کا پس خوردہ ومس کردہ ناپاک قرار دیا جاتا تو لوگوں کے ہر آن وہر لحظہ بیں نقصانات عظیم ہوتے اور لوگوں پر زندگی دوبھر ہو جاتی۔ اور اگر کوئی اُس پس خوردہ ومس کردہ کو باعث حرص یا بباعث کمی اشیاء کھا جاتا تو خدا تعالےٰ کا نافرمان ٹھرتا۔ لہذا ان جانوروں کے پس خوردہ ومس کردہ کے متعلق مساحت کا معاملہ برتا گیا تاکہ لوگ تکالیف میں نہ پڑ جائیں اور اُن اشیاء کو پھینک دینے سے انکے نقصانات نہ ہوں۔ فصل

حکمت طہارت مادّی ومعنوی

چونکہ اس کتاب میں طہارت صغریٰ وکبریٰ کی حکمتوں کو حتیٰ الامکان بالاستیعاب بیان کرنا ہمیں منظور ہے اور انہی دونوں کے حاصل کرنیکے لئے ہر قسم کے پانی کی تنقید کیجاتی ہے۔ لہذا اب ہم بطور اختصار طہارت صغریٰ وکبریٰ کی حکمتوں کو بمزید تشریح لکھکر کتاب طہارت کو ختم کرتے ہیں۔

۱- بدن کو دھونے سے بدن میں سرور پیدا ہوتا ہے اور ظاہری میل جو بہت سی جسمانی بیماریوں اور علتوں کی باعث ہے دور ہوتی ہے۔

۲- جب بدن پر طہارت کا سرور اور لذت پیدا ہوتی ہے تو اسکا اثر انسان کے اندر جاکر دل میں راحت وسرور پیدا کرتا ہے۔ بدن کا پاک کرنا کپڑے کے پاک کرنے پر دال ہے پس مومن کا کپڑا اور بدن پاک ہونا چاہیئے۔ الغرض طہارت مادی کے فوائد مشہور ومعروف ہیں طویل بیان کے محتاج نہیں ہیں۔

طہارت معنوی یہ ہے کہ شہوت وحرص نفسانی کی آلودگی اور رعونت نفس سے پاک وصاف ہوکر عبادت الٰہی کے لئے تیار ہو۔ اس حکم الٰہی میں تمام لوگوں کے شامل ہونے سے انسان کو اپنے اور دوسرے کے درمیان مساوات وبرابری حقوق کا پتہ ملتا ہے خواہ کوئی چھوٹا ہو یا بڑا اسکی حق تلفی نہ کرنا طہارت معنوی میں داخل ہے۔

طہارت دست۔ حسب فرمودہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام طہارت آدھا ایمان ہے۔ مومن کو لازم ہے کہ طہارت کے معانی مقصودہ ومراد مطلوب کو سمجھکر اسکی عظمت کا حق بجالائے غسل کرنے والا اپنے دونوں ہاتھوں سے کسی ایسی حرام چیز کو پکڑنے ولینے سے پاک وطاہر رکھے جسمیں حکم الٰہی کی مخالفت ہو۔ ناحق کسیکو نہ مارے نہ کسیکا مال چھینے نہ کسیکو ضرر دینے کے لئے

دست درازی کرے۔

طہارت منہ۔ جب منہ کو صاف کرنیکے لئے منہ میں پانی ڈالے تو اسوقت حرام چیزوں کے کھانے پینے اور حرام باتیں منہ سے نکالنے کی طہارت کو ملحوظ رکھے یعنے ایسے اقوال کو منہ سے نکالنے اور ایسی اشیاء کو کھانے سے اپنے منہ سے نفی کرنے کے لئے مستعد رہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ اسکا منہ روحانی نجاست سے آلودہ ہوکر مستحق لعنت بنے۔ اور ایسی چیزوں کے کھانے پینے اور ایسے اقوال منہ سے نکالنے کے لئے تیار رہے جنسے اُسکو خداتعالےٰ کی طرف سے ثواب ملے اور لوگوں میں مستحق صفت و ثنا ہو۔

طہارت ناک۔ جب ناک کو پاک کرنے کے لئے ناک میں پانی ڈالے تو خیر و بھلائی کی خوشبو سونگھنے کے لئے آمادہ ہو اور بدی و شرارت کی بو کو چھینک دے۔ ناک طہارت میں ننگ و خود بینی سے پاک رہنے کو غور کرے کیونکہ ننگ و خود بینی و عار ایسے امور ہیں جن سے انسان میں اپنے ہی بنی نوع پر بلندی اور بڑائی چاہنے اور نافرمانی الٰہی کا خیال و مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔

طہارت چہرہ۔ اپنا چہرہ دھونے کے وقت ماسوائے الٰہی سے اپنی تمام امیدیں اور توجہات اور ایسے اعمال بجالانے سے منقطع کر دے جنکا رُخ و رجوع خداتعالےٰ کی طرف نہ ہو اور اپنے منہ پہ آب شرم ڈالے اور بے شرمی سے پردۂ شرم کو خداتعالےٰ اور لوگوں کے آگے سے نہ اُٹھائے اور اپنی آبرو کو غیر اللہ کے لئے صرف نہ کرے۔

طہارت گردن۔ مسح گردن کے وقت حرص و ہوائے نفسانی سے اپنی گردن کو چھڑانے اور خداتعالےٰ کے احکام کی فرمانبرداری و اطاعت کا حق ادا کرنے اور گردن کشی کا خیال چھوڑنے پر آمادہ ہو۔ تاکہ اُن اشیاء کے حلقۂ اطاعت سے اپنی گردن چھوڑا کر آزاد ہو جاوے جو حضور الٰہی سے مانع ہیں۔ حدیث نبوی میں آیا ہے تَعِسَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ تَعِسَ عَبْدُ الزَّوْجَةِ تَعِسَ عَبْدُ الْقَطِيْفَةِ ترجمہ۔ ہلاک و بدبخت ہوا روپوں اور دیناروں کا غلام۔ ہلاک و بدبخت ہوا بیوی کا غلام۔ ہلاک و بدبخت ہوا چادر کا بندہ۔ اسمیں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جب انسان پر حرص و ہوائے نفسانی غالب ہو وہ لوگوں میں سے کسیکا سچا دوست نہیں بن سکتا۔ بلکہ وہ تو دم زیادہ طلبی کا غلام ہے جہاں اُسکو زیادہ مال ملجائے وہاں ہی اُسکا دل ہوگا۔ ایسا شخص حقوق کے تلف کرنے والا اور وعدہ شکن و خائن

و غلام زن و چادر و بندۂ حرص و ہوا ہوتا ہے اسکا ہر کام حرص پر مبنی ہوتا ہے نہ خدا کے لئے۔ بباعث حرص و ہوا میزان عدالت سے اسکا رُخ پھرا ہوا ہوتا ہے کیونکہ نفسانی حرص کا طوق اسکی گردن میں ہوتا ہے۔

طہارت پشت ۔ پیٹھ دہونے کے وقت تکیہ ماسوائے الٰہی اور کسی حق گو و عادل کی غیبت کرنے سے دست برداری کو مدنظر رکھے۔

طہارت سینہ ۔ سینہ دہونے کے وقت اپنے سینہ سے مخلوق الٰہی کے ساتھ کینہ کرنے اور انکو دہوکا دینے کے خیالات کو نکال ڈالے اور مختلف خیالات و مشارب و مذاہب والے لوگوں کے لئے نیک نیت رکھنے اور انکو فائدہ پہونچانے کا ارادہ کرے اور بغیر حق صدر نشین ہونے اور باوجود جاہل عالم ہونے کے دعوی کو سینہ سے پاک کر ڈالے۔

کُنْ عَالِمًا وَارْضَ بِصَفِّ النِّعَالِ لَا تَطْلُبِ الصَّدْرَ بِغَيْرِ الْكَمَالِ فَإِنْ تَصَدَّرْتَ بِلَا آلَةٍ يَكُوْنُ ذَاكَ الصَّدْرُ صَفَّ النِّعَالِ	عالم ہوکر جوتیوں کی صف میں بیٹھنے یعنے تحت نشین ہونے میں راضی ہو اور بغیر حصول کمال صدر نشینی نہ طلب کر۔ اگر تو بغیر حصول کمال صدر نشین ہوگا تو تیری یہ صدر نشینی جوتیوں کی صف میں بیٹھنے کی مثال ہوگی۔

طہارت شکم ۔ اپنے شکم دہونے کے وقت اشیاء حرام و مشتبہہ کھانے و پینے سے طہارت شکم کو مدنظر رکھکر ایسی نجاستوں سے اپنے شکم کو پاک رکھے۔

طہارت شرمگاہ و ران ۔ شرمگاہ و ران دہونے کے وقت تمام امور ممنوعہ کے لئے بیٹھنے و اُٹھنے سے اپنے آپکو بچائے۔

طہارت قدم ۔ پاؤں دہونے کے وقت حرص و ہوائے نفسانی کے لئے چلنے اور ایسے امور کیطرف قدم زنی کرنے سے اپنے قدموں کو بچائے جو اُسکے دین میں مضر ہوں اور جن سے کسی مخلوق الٰہی کو ضرر پہونچے۔

خدا را بر آں بندہ بخشائشے است
کہ خلق از وجودش در آسائشے است

کتاب الصلوٰۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقلِ انسانی کی صحت کا معیار

امابعد

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ مع التسلیم ۔

چونکہ اس کتاب میں شریعت اسلام کو معقولی پیرایہ میں بیان کرنا ہمارا مقصود ہے لہذا ہماری انسانی عقل کی صحت کا بھی کوئی معیار و میزانِ عدالت مقرر ہونی ضرور چاہیئے۔ سو وہ الہام الٰہی یعنے قرآن و حدیث ہے ورنہ جو عقل اس میزان سے باہر ہو جاوے وہ عقل نہیں بلکہ مالیخولیا و جنون ہوگا اور جو عقل خالق عقول کے کلام سے مستفیض اور اسکے نور سے منور ہے وہ صحیح ہے اور جو اس سے باہر ہو اسکے غلط ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ وجہ یہ کہ اگر تمام عقول انسانی صحیح ہوتیں تو دنیا کے مذاہب میں اختلاف و تناقض ہوتا محض عقل انسانی کو بغیر اسنادِ کلام الٰہی صحیح قرار دینے سے تمام مذاہب باطلہ کے پیروؤں کے عقائد اور انکے عندیات کو درست کہنا پڑتا ہے جنکے متعلق وہ اپنے اپنے دلائل عقول سفلیہ کے پیش کر رہے ہیں۔ مگر چونکہ انکے عقول خالق عقول سے مستفیض نہیں ہیں اسلئے وہ بھٹک رہے ہیں۔ اگر عقل انسانی بغیر اقتباس نور نبوت مفید ہوتی اور تمام عقدہ کشائیاں اس سے ہو سکتیں تو نصاریٰ آریہ۔ دہریہ۔ وغیرہ وغیرہ کے عقائد و عندیات میں زمین و آسمان جتنے دور دراز کے اختلافات نہ ہوتے۔ مذہب کے معاملہ میں انسانی عقل کی آنکھ بجز نور آفتاب نبوت بالکل کور ہے کچھ نہیں دیکھ سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ چشمۂ نبوت سے منکر ہیں انکی عقلیں مذہب کے معاملہ میں بھٹک رہی ہیں۔ عقل بجز امداد و اقتباس نور نبوت حقیقت شناس نہیں ہو سکتی۔ انسانی عقل آنکھ کی مثل ہے پس جیسا کہ جسمانی چشم نورِ آفتاب کے بغیر کچھ دیکھ نہیں سکتی ایسا ہی روحانی چشم عقل بھی آفتابِ نبوت کے نور کے سوا مذہبی صداقت کو دیکھ ہی نہیں سکتی اور نہ سیدھی راہ پا سکتی ہے۔ فقط۔

حاجتِ نفسے بود ہر چشم را — ایں چنیں افتاد قانونِ خدا
چشمِ بینا بے خورِ تاباں کہ دید — کے چنیں چشمے خداوند آفرید
تافتن رو از خورِ تاباں کہ من — خود برآرم روشنی از خویشتن
عالمے را کور کرد است ایں خیال — سرنگوں افگند در چاہِ ضلال
ناز بر فطنت مکن گر فطنتے است — در رہِ تو ایں خردمندی ہیچ است
عقل کاں با کبر مے دارند خلق — ہست حمق و عقل پندارند خلق
کبر شہرِ عقل را ویراں کند — عاقلاں را گمرہ و حیراں کند
چوں بینائی زیرِ تابِ آفتاب — کے فتد بر تو شعاعے در حجاب
منتہائے عقل تعلیمِ خدا است — ہر صداقت را ظہور از انبیا است
ہر کہ علمے یافت از تعلیم یافت — تافت آں روئے کزو روئے نتافت
باز بانِ حال گوید روزگار — اے قصیر العمر گیر آموزگار
از کس و ناکس بیاموزی فنوں — عار داری زاں حکیمِ بیچگوں

طبعِ زادِ ناقصاں ہم ناقص است
گر ترا گوشے بود حرفے بس است (احمد)

جبکہ انسانی عقل کی میزان عدالت و معیار صحیح خدا تعالیٰ کا کلام ٹھہرا لہذا ہم اس کتاب میں جس مسئلہ کی فلاسفی و حقیقت بیان کرینگے اُسکا استنباط و اسناد قرآن کریم و احادیث نبویہ سے ہوگا۔ گو بعض مقاموں میں حذف اسناد ہی ہوگا۔ کیونکہ اختصار کو پسند کرنے والی طبائع طویل الکلامی و بیان دراز سے ملول ہو جاتی ہیں۔

عبادات کے لئے تخصیص اوقات کی حکمتیں

۱۔ جیسا کہ انسان پر ظاہری اور جسمانی طور پر تغیر اوقات و تبدیل حالات مشاہدہ میں آرہے ہیں ایسا ہی تغیر اوقات کے ساتھ اُسپر روحانی تبدیلیاں بھی واقع ہوتی رہتی ہیں اور جیسا کہ ان تغیر اوقات کا اثر انسان کے جسم پر پڑتا ہے ایسا ہی اسکی روحانیت پر بھی اثر ہوتا ہے۔

تبدیل اوقات و حالات کے ایسے بعض دَور کا وقت روزانہ دَور کے ساتھ ہوتا ہے وہ روزانہ پانچ نمازوں کے اوقات ہیں اور بعض اوقات کا دَور ہفتہ کے دَور کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے وہ روز جمعہ کا

وقت ہے۔ اور بعض اوقات کا دَور سال کے دَور کے ساتھ ہوا کرتا ہے وہ رمضان شریف وعیدین ہیں۔

۲۔ لوگوں کے اعمال کا درگاہِ الٰہی میں دوشنبہ وپنجشنبہ کو پیش ہونا جو احادیث نبویہ میں مذکور ہے اور رمضان میں قرآن کریم کا نازل ہونا فضیلتِ اوقات وانسانی حالات کی خصوصیتوں کی طرف ایما ہے

۳۔ جیسا کہ جسم کی حفاظت کے لئے بطور حفظ ماتقدم خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ اشیاء وادویہ وغذائیں حسب مناسبت وقت استعمال کیجاتی ہیں ایسا ہی روحانیت کی حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ کے فرمودہ احکام کی بجاآوری بمناسبتِ اوقاتِ معینہ کیجاتی ہے۔

۴۔ نماز کے لئے وقت کا مقرر کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ وقت کی تعیین سے انسانوں کے دلوں کو اسکی طرف توجہ رہتی ہے اور انکو جمعیت رہتی ہے اور نہ یہ جھگڑا رہتا ہے کہ ہر شخص اپنی رائے پہ چلے۔ کیونکہ جس امر کی تعیین نہ ہو اُس میں ہر شخص اپنی رائے کا دخل دینا چاہتا ہے۔ خواہ اسمیں اسکا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔

۵۔ اگر عبادات کے لئے اوقات معین نہ ہوتے تو اکثر لوگ تھوڑی سی نماز روزہ کو زیادہ خیال کرتے جو بالکل رائگاں اور غیر مفید ہوتا۔ تعیین اوقات میں یہ بھی ایما ہے کہ اگر کوئی شخص ان اوقات کی پابندی سے آزاد رہنا چاہے اور انکے ترک کرنے کے حیلے حوالے کرے تو اسکی گوشمالی ممکن ہوسکے۔

۶۔ حکمتِ الٰہی کا اقتضا ہوا کہ انسان کو زمانے کے ہر ایک حصہ کے بعد نماز کی پابندی اور اُسکے وقت کا حکم دیا جاوے تاکہ نماز سے پہلے اسکا انتظار کرنا اور اسکے لئے تیار رہنا اور نماز پڑھ لینے کے بعد اُسکے نور کا اثر اور اُسکے رنگ کا بقیہ بھی بمنزلہ نماز ہی کے ہوجائے۔ اور غفلت کے اوقات میں خدا تعالیٰ کا ذکر بہ نظر آ کرے اور اسکی اطاعت میں دل متعلق رہے۔ اسمیں مسلمان کا حال اُس گھوڑے کی طرح رہتا ہے جسکی اگاڑی پچھاڑی بندھی ہوتی ہے اور ایک دو دفعہ کودتا ہے اور پھر بے بس ہو کر رہ جاتا ہے اور نماز کی پابندی سے غفلت اور گناہوں کی سیاہی دلوں کے اندر نہیں بیٹھنی۔

۷۔ تقرری اوقات خمسہ میں پابندی اوقات اور امور مہمہ میں تاخیر نہ کرنے کی طرف ایما ہے۔ لَا تُؤَخِّرْ عَمَلَ الْيَوْمِ لِغَدٍ۔ یعنے آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔ فضل ولی اللہ۔

وجہ تعیین اوقات پنجگانہ نماز

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں نماز کے پنجگانہ اوقات کی خصوصیت کی فلاسفی وحقیقت سمجھنے کے لئے اوقات خمسہ کے اوصاف موثرہ کی طرف توجہ دلائی ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ

تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ۔ ترجمہ (خدا تعالیٰ کی یاد کا وقت ہے جب تم شام کرو اور جب صبح کرو۔ اور اسکی خوبیاں بیان کیجاتی ہیں آسمانوں و زمین میں اور پچھلے وقت اور دوپہر میں)

عبارت قرآنی سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ان اوقات میں زمین و آسمان کے اندر تغیرات عظیمہ واقع ہوتے ہیں جنمیں خدا تعالیٰ کی جدید تسبیح و تحمید کا موقع آتا ہے اور ان تغیرات کا اثر انسانی روح و جسم دونوں پر واقع ہوتا ہے۔ الغرض پنجگانہ نمازیں کیا ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کے لئے اُنکا وارد ہونا ضروری ہے۔

وجہ تعیین نماز ظہر

۱۔ پہلے جبکہ تم مطلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنیوالی ہے۔ مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہو۔ یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوش حالی میں خلل ڈالا سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا اسکے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی۔ جسکا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زوال کی ساعت کی نسبت فرمایا ہے کہ اسمیں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اسلئے میں پسند کرتا ہوں کہ اسوقت میرا کوئی عمل آسمان کی طرف صعود کرے۔ فرمایا رات کے فرشتوں سے پہلے دن کے فرشتے آسمان کی طرف صعود کرتے ہیں اور دن کے فرشتوں سے پہلے رات کے فرشتے صعود کرتے ہیں۔ خاتم اولیا۔

اس وقت کے تغیرات کے آثار جو جسم انسانی پر ظاہر ہوتے ہیں طبیبوں نے اپنی طبی کتابوں میں بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ مفرح القلوب شرح قانونچہ میں لکھا ہے کہ "نوم بعد زوال کہ مسمّٰی است بہ حیلولہ لکونہ حائلاً بین النائم والصلوٰۃ محدث نسیان ست"۔ ترجمہ۔ یعنے دوپہر کے بعد کی نیند جسکو حیلولہ کہتے ہیں نسیان کی مرض پیدا کرتی ہے اور حیلولہ اسکو اسلئے کہتے ہیں کہ سونیوالے اور نماز کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ ارزانی۔

ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کی حکمت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ

ترجمہ۔ یعنے جب گرمی کی شدت ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو۔ کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کا اُبھان ہے اس سے یہ مطلب ہے کہ جنت و جہنم کا خدا تعالےٰ کے ہاں خزانہ ہے اُس خزانہ میں سے اس عالم میں کیفیات مناسبہ اور منافرہ کا فیضان ہوتا رہتا ہے اور کاسنی وغیرہ کے متعلق جو حدیث آئی ہے اُسکی بھی یہی تاویل ہے۔

وجہ تعیین نماز عصر

۲۔ دوسرا تغیر اُسوقت تپر آتا ہے جبکہ تم بلا کے محل سے بہت نزدیک کئے جاتے ہو مثلاً جبکہ تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہوکر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہو یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارا خوف سے خون خشک اور تسلی کا نور تم سے رخصت ہونے کو ہوتا ہے۔ سو یہ حالت تمہارے اُس وقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب سے نور کم ہو جاتا ہے اور نظر اُسپر جم سکتی ہے اور صریح نظر آتا ہے کہ اب اسکا غروب نزدیک ہے اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عصر مقرر ہوئی ہے۔ یہ ایسا وقت ہے کہ اسوقت کی غفلت کوئی تدارک نہیں رکھتی۔ اسوقت کی غفلت جسمانیت پر بھی بہت بُرا اثر ڈالتی ہے۔ چنانچہ حضرت محمد ارزانی حکیم لکھتے ہیں کہ "نوم آخر روز کہ مسمّی است بقیلولہ باعث آفات کثیرہ است بہلاکت میکشد" ترجمہ۔ یعنے دیگر کے وقت کی نیند جسکو عربی میں قیلولہ کہتے ہیں بہت بیماریاں پیدا کرتی ہے۔ بسا اوقات اس وقت کی نیند سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ خاتم اولیا فصل ارزانی۔

وجہ تعیین نماز مغرب

۳۔ تیسرا تغیر تم پر اُسوقت آتا ہے جب اس بلا سے رہائی پانے کی بکلی امید منقطع ہو جاتی ہے مثلاً تمہارے نام فرد قرار داد جرم لکھی جاتی ہے اور مخالفانہ گواہ تمہاری ہلاکت کے لئے گذر جاتے ہیں یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارے اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور تم اپنے تئیں ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ سو یہ حالت اُسوقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور تمام امیدیں دن کی روشنی کی ختم ہو جاتی ہیں۔ اس روحانی حالت کے مقابل پہ نماز مغرب مقرر ہے۔ خاتم اولیا۔

وجہ تعیین نماز عشاء

۴۔ چوتھا تغیر اُسوقت تم پہ آتا ہے کہ جب بلا تم پہ وارد ہی ہو جاتی ہے اور اسکی سخت تاریکی تم پہ

احاطہ کر لیتی ہے۔ مثلاً جبکہ فرد قرار داد جرم اور شہادتوں کے بعد حکم سزا تمکو سنایا جاتا ہے۔ اور قید کے لئے ایک پولیس مین کے تم حوالے کئے جاتے ہو سو یہ حالت اُس حالت سے مشابہ ہے جبکہ رات پڑ جاتی ہے اور ایک سخت اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عشا مقرر ہوئی ہے۔ رات و تاریکیوں کو مصائب سے اور دن و روشنیوں کو آرام و نجات سے قدرتی تعلق ہے چنانچہ عرب کا ایک شاعر اس قدرتی مناسبت کو یوں بیان کرتا ہے۔

تَوَقَّعْ صُنْعَ رَبِّكَ كَيْفَ يَأْتِيْ
بِمَا تَهْوَاهُ مِنْ فَرَجٍ قَرِيْبِ
وَلَا تَيْأَسْ إِذَا مَا نَالَ خَطْبٌ
فَكَمْ فِي الْغَيْبِ مِنْ عَجَبٍ عَجِيْبِ
أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّيْلَ لَمَّا تَرَاكَمَتْ
دُجَاهُ بَدَا وَجْهُ الصَّبَاحِ دُنُوْرُهُ
فَلَا تُصْحِبَنَّ الْيَأْسَ إِنْ كُنْتَ عَالِمًا
لَبِيْبًا فَإِنَّ الدَّهْرَ شَتَّى أُمُوْرُهُ

یعنے خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کی صنعت کو دیکھکر امید رکھ کر کشائیش جسکو تو چاہتا ہے اُسکا آنا رات کے بعد فجر کی مثال میں مقرر ہے۔ جب تجھکو مصیبت کی رات گھیرلے تو خدا تعالےٰ کے آگے تضرع و زاری کرنے سے نہ تھک اور نا امید نہ بن کیونکہ مصیبت کی اندھیری رات کے بعد کشائیش کا طلوع فجر ہونا مقرر ہے وجہ یہ کہ خدا نے مصائب کے پردہ میں انسان کے لئے عجیب اسرار و فائدے رکھے ہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب اندھیری رات چھا جاتی ہے تو اسکے بعد صبح کا نور آیا کرتا ہے۔ پس اگر تو دانا ہے تو نا امید نہ ہو کہ زمانہ کے مصائب میں راز مختلفہ ہوتے ہیں۔

جب آدمی سونے کا قصد کرتا ہے تو اُس وقت ضرورت ہوتی ہے کہ مشغلوں سے جو چرک طبیعت میں جم جاتی ہے وہ صیقل سے دور کر دیجائے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ عشاء کے بعد لوگ قصے اور شعر نہ پڑھا کریں۔

وجہ تعیین نماز فجر

۵۔ پھر جبکہ تم مدت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہو تو پھر آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہیں اس تاریکی سے نجات دیتا ہے۔ مثلاً تاریکی کے بعد آخر کار پھر صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی چمک کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے سو اس حالت روحانی کے مقابل پر نماز فجر مقرر ہے خدا تعالیٰ نے تمہارے فطرتی تغیرات میں پانچ نمازیں تمہارے لئے مقرر کیں۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدے کے لئے ہیں پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچے رہو تو تم پنجگانہ نمازوں کو ترک نہ کرو کہ وہ تمہارے اندرونی اور روحانی تغیرات کا ظل ہیں۔ نمازیں آنیوالی

بلاؤں کا علاج ہیں۔ تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کی قضاؤ قدر تمہارے لئے لائیگا۔ پس تم قبل اسکے جو دن چڑھے ہے تم اپنے مولیٰ کی جناب میں تضرع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا دن چڑھے ہے۔ ختم اولیا۔

بہرحال یہ امر مسلم شدہ ہے کہ ان اوقات مذکورہ بالا میں زمین پر انتشار روحانیت اور ایک مثالی قوت کا ظہور ہوتا ہے۔ پس قبول طاعات واستجابت دعا کے لئے ان اوقات سے عمدہ اور مناسب و بہتر اور کوئی وقت نہیں ہے۔ اس امر کو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور ہزارہا اہل اللہ نے مشاہدہ فرما کر گواہی دی ہے کہ ان اوقات میں انوار و برکات سماوی کا نزول ہوتا ہے اور قبولیت دعا کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ان وقتوں میں رحمت الٰہی کی ایک خاص ہوا چلتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان اوقات میں نماز مقرر ہوئی ہے۔ چنانچہ قبل ازیں ہم اس مضمون کی ابتدا میں اس امر کا حوالہ قرآن کریم سے لکھ چکے ہیں۔

یہ ایسا وقت ہے کہ اگر اس وقت انسان خدا تعالیٰ سے غافل ہو تو اسکی روحانیت پر بہت برا اثر پڑتا ہے اور سویا ہو تو اسکی جسمانیت کو سخت مضر پہونچتا ہے۔ چنانچہ صاحب مفرح القلوب لکھتا ہے "اما نوم بامداد کہ مسمّی است بعُیلُولہ سخت زیان دارد خاصۃً اگر معدہ خالی بود"۔ یعنے فجر کی نیند جسکو عربی میں عیلولہ کہتے ہیں سونے والے کو سخت زیان پہونچاتی ہے۔ خاصکر اگر معدہ خالی ہو تو ضرور ضرر پہونچتا ہے۔

اوقات نماز کے لئے اول و آخر حد مقرر ہونیکا راز

اگر لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا کہ تمام لوگ ایک ہی وقت یعنے ایک ہی ساعت کے اندر اندر نماز پڑھیں اور اس سے آگے پیچھے نہ پڑھ سکیں تو اس میں حرج عظیم تھا اسواسطے اوقات کے اندر کسی قدر توسیع اور گنجائش بھی کر دیگئی اور اوقات کے اوائل اور آخر کے لئے حدیں جو منضبط اور محسوس ہیں مقرر کی گئیں۔

نماز کا شعائر الٰہی میں سے ہونے کی وجہ

نماز کا شعائر الٰہی ہونا اسواسطے ہے کہ اس سے مقصود بندگان شاہی سے مشابہت کا اظہار ہے جب وہ حضور شاہی میں دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور عاجزانہ درخواست وہاں کیجاتی ہے

اس لئے دعا کرنے سے پہلے تعریف کیجاتی ہے۔ اور آدمی کو ایسی ایسی باتیں اختیار کرنی پڑتی ہیں جو مناجات کے وقت سلاطین کے سامنے اختیار کیجاتی ہیں۔ ہاتھ پاؤں سمٹ لئے جاتے ہیں۔ کسی قسم کی بے توجہی نہیں کیجاتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو خداوند کریم اُسکے مُنہ کے سامنے ہوتا ہے۔

انسان پر نماز مقرر ہونے کا راز

۱۔ انسان پر نماز خدا تعالیٰ کی یادآوری اور اُسکے حضور میں عاجزی کرنے کے لئے مشروع کی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ یعنے میری یاد کرنے کو نماز قائم کر۔

۲۔ نماز سے یہ بھی مقصود ہے کہ اُسکے طفیل سے آخرت میں دیدار خدا نصیب ہو جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ ھٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِیْ رُؤْیَتِہٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰی صَلٰوۃٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَصَلٰوۃٍ قَبْلَ غُرُوْبِھَا فَافْعَلُوْا۔ ترجمہ۔ یعنے بیشک تم اپنے پروردگار کو ایسا ہی دیکھو گے جیسا اس چاند کو دیکھتے ہو اسکے دیدار میں کچھ شک وشبہ نہ ہوگا پس اگر تم سے ہو سکے کہ سورج نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے کوئی چیز تمکو نماز سے باز نہ رکھے تو ایسا ہی کرو۔

میرا اسمیں اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ نماز بحضور دل پڑھنے سے دنیا ہی میں کشف حقائق الاشیاء کم و بیش ہوتا رہتا ہے اور روحانی چشم تیز بیں ہو جاتی ہے۔ ایک بار نماز چاشت کے وقت مجھے معلوم ہوا کہ نماز بحضور دل پڑھنے سے گویا انسان کا روحانی جسم ایک نہایت منور آئینہ کی طرح ہونے کو تیار ہے جسمیں ہر خارجی چیز کی شبیہ و صورت منعکس ہو جاتی ہے اور یہ امر بھی محسوس ہوا کہ کوئی غیر شرعی امر و ناجائز غصہ و غضب کی کلام صادر ہونے سے اس روحانی آئینہ پر کدورت اور سیاہی آنی شروع ہو جاتی ہے۔

باب الاذان

حکمت اذان نماز

نماز کی جماعت ایک ضروری امر ہے۔ اور ایک وقت اور ایک جگہ میں لوگوں کا اجتماع

اعلام اور آگاہ ہونے کے سوا وشوار ہے اس لئے حکمت الٰہی کا اقتضا یہ ہوا کہ اذان کے اندر صرف اعلام اور تنبیہہ نہ پائی جائے بلکہ وہ شعار اسلام میں سے ایک شعار ٹھرایا جائے اور لوگوں پر اسکے الفاظ پکارے جائیں اور اس نشان میں مذہب کی عزت کیجاوے اور اُسکا قبول کر لینا لوگوں کے دین الٰہی کے تابع ہو جانے کی پہچان ہو اسلئے یہ بات ضروری ہوئی کہ ذکر الٰہی اور شہادتین سے اسکی ترکیب ہو۔ اور نماز کے لئے بلانا بھی اُسمیں پایا جائے تاکہ جو چیز اُس سے منظور ہے وہ اس سے صراحتہً سمجھ میں آجائے۔

وجہ تسمیہ اذان۔ اذان کے معنے اطلاع و خبر دینے و آگاہ کرنے کے ہیں۔ چونکہ اس فعل میں لوگوں کو جاعت نماز میں شامل ہونے کے لئے اطلاع دیجاتی ہے لہذا اس فعل کا نام اذان ہوا۔

مسجد کی دائیں طرف اذان دینے کا راز۔ دائیں کو بائیں پر فضیلت ہے اسلئے ہر امر خیر کا ابتدا دائیں جانب سے کرنیکا حکم ہوا۔ اسی حکمت کی وجہ سے اذان مسجد کی دائیں جانب دینی مشروع ہوئی ہے۔

عدالت کا خاصہ ہے کہ فضیلت والی چیز کو فضیلت کا مقام دیا جائے۔ سو دائیں جانب کو بائیں پر فضیلت ہے لہذا اذان جو کہ ایک فضیلت کا کام ہے اسکی مناسبت دائیں جانب کے ساتھ ہے۔ ہم قبل ازیں حکمت وضو میں اس امر کی تشریح کر چکے ہیں اور آئندہ بھی ایسے امور کی تفصیل آتی رہیگی۔ فقط۔

جواب اذان دینے کی وجہ

چونکہ اذان شعائر اسلام میں سے ایک شعار ہے اور اس شناخت کے لئے بنائی گئی ہے کہ لوگوں کا مذہب الٰہی کا قبول کر لینا اُس سے پہچان لیا کریں اسواسطے اذان کے جواب دینے کا لوگوں کو حکم دیا گیا تاکہ اُن سے جو مقصود ہے جواب دینے میں اُسکی تصریح ہو جاوے۔

عبرت اذان۔ جب مؤذن کی اذان سنو تو اپنے دل میں قیامت کی پکار کی دہشت حاضر کرو اور اذان کو سنتے ہی اپنے ظاہر اور باطن سے اسکی اجابت کے لئے مستعد ہو اور جلدی کرو۔ کیونکہ جو لوگ مؤذن کی اذان کے لئے جلدی کرینگے وہ قیامت کے روز لطف کے ساتھ پکارے جائیں گے۔ اگر اذان سے خوشی اور فرحت پاؤ اور نماز کو جلدی چلنے کی رغبت سے پر ہو تو جان لو کہ

روز جزا میں تمکو بشارت اور فلاح پانے کی آواز دیجائے گی۔ اسلئے نبی علیہ الصلوٰة والسلام نے فرمایا اَرِحْنَا یَا بِلَال یعنے اے بلال اذان پڑھنے سے ہمکو راحت پہونچاؤ۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں تھی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلوٰة یعنے میری آنکھ کی ٹھنڈک مجھے نماز میں حاصل ہوتی ہے۔

تکرارِ اقامتِ جماعتِ نماز میں حکمتِ خصوصیت مؤذن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ اَذَّنَ فَھُوَ یُقِیْمُ۔ یعنے جو شخص اذان کہے وہی اقامت بھی کہے۔ اسکی وجہ یہ بھی ہے کہ جب ایک شخص نے اذان شروع کی تو اُسکے بھائی مسلمانوں پر ضروری ہوا کہ اُس نے جو منافع حاصل کرنا چاہا ہے اور وہ اُسکے لئے مباح ہیں اور کسیکی ملک میں نہیں ہیں اُنمیں اسکی مزاحمت نہ کریں جسطرح حضور علیہ الصلوٰة والسلام نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی ہونے پر اپنی منگنی نہ کرے لَا یَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰی خِطْبَةِ اَخِیْهِ۔

اذان کا نبوت کی شاخوں میں سے ہونیکا راز

اذان نبوت کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے کیونکہ اسمیں اسلام کے بڑے عظیم الشان رکن پر اور اسپر جو سب کی اصل ہے لوگوں کو ترغیب و دعوت کیجاتی ہے اور جسقدر خدا تعالیٰ کی رضامندی اور شیطان لعین کو سوزش اس نیکی میں ہوتی ہے جو اوروں کی طرف پہونچے اور اُس میں خدا کی بات اونچی رہے کسی چیز میں نہیں ہوتی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلوٰةِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ لَهٗ ضِرَاطٌ۔ یعنے جب نماز کے لئے لوگوں کو پکار ہوتی ہے تو شیطان وہاں سے پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور اسکا گوز نکل جاتا ہے۔

اذان کے فضائل اس سے سمجھ لو کہ وہ ایسا شعار اسلام ہے کہ جسکی وجہ سے کسی ملک کو دار اسلام ہونے کا حکم ہوتا ہے۔

اذان کا نبوت کی شاخوں میں سے ہونے کی قرآن کریم شہادت دیتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ ترجمہ یعنے اس سے بہتر کس کی بات ہے جس نے بلایا خدا کی طرف اور کیا نیک کام۔ اور کہا میں خدا کا فرمان بردار ہوں۔

کان میں انگلی دیکر اذان دینے کی وجہ

ابن ماجہ میں لکھا ہے اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَالًا اَنْ یَّجْعَلَ اِصْبَعَیْہِ فِیْ اُذُنَیْہِ قَالَ اِنَّہٗ اَرْفَعُ لِصَوْتِکَ ترجمہ۔ یعنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت بلال رض کو امر فرمایا کہ اذان دینے کے وقت اپنی دونوں انگلیوں کو اپنے دونوں کانوں میں ڈال کر اذان دیا کرو۔ فرمایا اسطرح کرنے سے تمہارا آواز بلند ہوگا۔

تجربہ اس امر کا شاہد ہے کہ واقعی ایسا ہی امر ہے۔ اور مؤلف کتاب ہذا خود اس امر کا پابند ہے کئی بار تجربہ کیا گیا ہے کہ اگر بوقت اذان کانوں میں انگلیاں نہ دیجائیں تو خوب بلند آواز نہیں نکلتا صدق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

قیامت میں مؤذن کا دراز گردن ہونیکی وجہ

نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا ترجمہ۔ یعنے مؤذن لوگ سب لوگوں سے زیادہ لمبی لمبی گردنوں والے ہونگے۔ اور فرمایا جہانتک مؤذن کی آواز پہونچتی ہے اُسیقدر اُسکے لئے بخشش ہوگی۔ اور جن اور انسان اُسکی گواہی دینگے۔ اَلْمُؤَذِّنُ یُغْفَرُ لَہٗ مَدٰی صَوْتِہٖ وَیَشْہَدُ لَہُ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ جزا و سزا کا معاملہ معانی کی صورتوں کے ساتھ تناسب اور ارواح کے اشباح کے ساتھ تعلق پر مبنی ہے اسلئے یہ بات ضروری ہے کہ مؤذن کی اَوروں کے اوپر اُسکی گردن ہو اور آواز کے اعتبار سے اسکا علو شان ہو۔ اور جسطرح اسکی خداتعالیٰ کی طرف سے پکار لوگوں میں پھیل جاتی ہے اُسیطرح سے خداتعالیٰ کی رحمت اُسکے اوپر پھیل جائیگی۔

نوزائیدہ بچہ کے کان میں اذان دینے کا راز

۱۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسکے کان میں اذان دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو آواز بچہ کے کان میں پہلے پڑتی ہے اسکا اثر اسکے دماغ میں مستقل اور اسکی فطرت میں مرکوز ہوجاتا ہے اسلئے بانی اسلام علیہ الصلوۃ والسلام نے بچہ کے کان میں اذان دینا ٹھرایا کہ اسکی فطرت میں پہلی آواز جو اسکی ولادت کے بعد جاکر قائم ہووہ توحید الٰہی و رسالت نبوی کی آواز ہو کیونکہ وقت ولادت کا آواز بچہ کی فطرت

وطبیعت میں کالنقش فی الحجر ہو جاتا ہے۔ خاتم اولیا۔

۲۔ اذان شعائر اسلام اور اعلانات دین محمدی میں سے ہے۔ پھر ضروری ہے کہ خصوصیت مولود کی اس اذان کے ساتھ ہو اور وہ بھی بایں طور کہ مولود کے کان میں آواز سے اسکو کہا جائے۔

۳۔ علاوہ ازیں اذان کی یہ خصوصیت ہے جو کہ قبل ازیں بھی ہم لکھ چکے ہیں کہ اذان سے شیطان بھاگتا ہے اور بچہ کے پیدا ہوتے ہی شیطان اسکو ایذا دیتا ہے چنانچہ حدیث نبوی میں آ چکا ہے کہ مولود کا چلانا اسی سبب سے ہوتا ہے۔ لہٰذا بچہ کے کان میں اذان دینا اس لحاظ سے بھی ہے کہ شیطان کے شر سے مولود محفوظ رہے۔ شیطان کا مولود کو ضرر و ایذا دینا احادیث نبویہ و قرآن کریم سے ثابت ہو چکا ہے۔ چنانچہ جب مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں تو انکی والدہ نے مریم اور اسکی ذریت کے حق میں خدا تعالیٰ کے آگے شیطان سے محفوظ رہنے کی دعا بکلمات ذیل مانگی۔ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ ترجمہ۔ اے خدا، میں اسکی اولاد کو شیطان مردود کی شر سے محفوظ رہنے کے لئے میں تیری پناہ میں لاتی ہوں۔

پس جب کہ قرآن اور احادیث نبویہ کی اس امر پر دلالت ہے کہ وقت ولادت و بعد بچہ کو شیاطین و جنات سے ضرر و ایذا کا اندیشہ ہے تو شیاطین و جنات کو بھگانے والے اسباب وسائل کو کام میں لانے اور انکے اضداد کے ساتھ انکا مقابلہ کرنے کا امر ہوا۔ فضل۔

۴۔ مولود کے کان میں اذان دینے سے مولود ام الصبیان کی مرض سے محفوظ رہتا ہے۔ واضح رہے کہ جب ہم اس کتاب میں کسی حکم الٰہی کی کئی حکمتیں بیان کریں تو اس میں ہماری یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ حکم ان تمام حکمتوں پر مبنی ہے۔ لہٰذا مولود کے کان میں اذان دینا ان تمام حکمتوں پر مبنی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

باب صفت الصلوٰۃ

نماز میں استقبال خانہ کعبہ کی وجہ

۱۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مکان کی طرف جاتا ہے تو مکین مقصود ہوتا ہے اسطرف کو آداب بجا لانے کو ہر شخص صاحب خانہ کے لئے سمجھتا ہے۔ غرض جیسے کسی تخت نشین کو اگر اسکے تخت کی طرف جھک کر سلام کرتے ہیں تو وہ صاحب تخت کو ہوتا ہے خود تخت کو نہیں ہوتا۔ بالجملہ لفظ بیت اللہ اس

جانب مشیر ہے کہ خانہ مقصود نہیں بلکہ صاحب خانہ مقصود ہے۔

۲۔ چونکہ جناب باری تعالیٰ جہت وغیرہ سے پاک ہے اسواسطے اُسکے گھر کی طرف اور اُسکی طرف جو اسکا بڑا شعار ہے توجہ کرنا خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کا قائم مقام ہوا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مُقْبِلاً اِلَى اللّٰهِ بِوَجْهِهٖ وَقَلْبِهٖ ترجمہ۔ یعنے دراں حالیکہ اپنے منہ اور دل سے خدا کی طرف متوجہ ہو۔

۳۔ قبلہ کو نماز میں منہ کرنا دین حنیفی کی بڑی پہچان ہے جسکی وجہ سے آدمی غیر مسلمین سے متمیز ہو سکتا ہے اسلئے ضروری ہوا کہ ایسی چیز اسلام کے اندر داخل ہونے کی علامت مقرر کیجائے۔ اسواسطے ایک بڑی نامی اور عظیم الشان عبادت کے ساتھ اُسکو مقرر کیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِىْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ ترجمہ۔ یعنے جو شخص ہماری بتائی ہوئی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف نماز میں منہ کرے اور ہماری مذبوحہ یعنے مسلمانوں کی مذبوحہ کھاوے تو وہ مسلمان ہے خدا تعالیٰ اور اس کا رسول اُسکے ضامن ہیں۔

ہمیں تعجب اُن لوگوں سے آتا ہے کہ جو لوگ باوجود اسقدر واقفیت کے اہل قبلہ نماز گزار لوگوں کو آپسمیں کسی فرعی اختلاف کی وجہ سے کافر قرار دیدیتے ہیں۔ خدا اور رسول تو اہل قبلہ کے ضامن بنتے ہیں مگر وہ خدا کو بھی منع کرتے ہیں کہ تو ایسا نہ کر۔

۴۔ قبلہ رخ ہونے کے یہ معنے ہیں کہ اپنے ظاہر کو سب طرف سے پھیر کر خدا تعالےٰ کے خانہ کعبہ کی طرف کر لو۔ پھر کیا سمجھتے ہو کہ دل کا پھیرنا تمام معاملات سے خدا تعالےٰ کے امر کیطرف تم سے مطلوب نہیں ہے۔ بلکہ یوں سمجھو کہ خدا تعالےٰ کے سوائے اَور کوئی مقصود نہیں ہے۔ یہ ظاہر کے اعمال سب باطن کی تحریک کے واسطے اور اعضاء کو ضبط سے رکھنے اور انکو ایک طرف میں ساکن کرنیکے لئے ہیں تاکہ یہ اعضاء دل پر بغاوت نہ کریں کیونکہ اگر دل پر بغاوت کرینگے اور اپنی اپنی حرکات اور اپنی اپنی جہات کی طرف التفات کرینگے تو دل کو بھی اپنے پیچھے لگالیں گے۔ اور خدا کی طرف سے اُسکو پھیر دینگے اس صورت میں چاہیئے کہ تمہارے بدن کی توجہ کے ساتھ ہی دل کی توجہ بھی ہو۔ یعنے جسطرح کہ چہرہ خانہ کعبہ کیطرف بجز اس بات کے نہیں ہو سکتا کہ اسکو سب طرفوں سے پھیر لیا جاوے اسیطرح دل بھی خدا کی طرف نہیں پھرتا جب تک اُسکو ماسوا سے خالی نہ کر لیا جائے۔

۵۔ نماز میں سب مسلمانوں کو ایک ہی جانب یعنے کعبہ کی طرف رُخ کرنیکا حکم انکو آپسمیں اتفاق واتحاد

اور الفت و انس قائم رکھنے کیطرف ایما ہے۔

مخالفین کا اعتراض کرنا کہ خانہ کعبہ کی طرف نماز میں منہ کرنا سنگ و مکان و جہت پرستی ہے یہ اعتراض بے جا و عبث ہے کیونکہ سنگ و مکان و جہت پرستی جب ہوتی کہ کعبہ کی طرف نماز میں منہ کرنیکا حکم خدا کی طرف سے نہ ہوتا اور انسان خود بخود ایک طرف کو اپنے خیال سے مخصوص کر لیتا۔ مگر جبکہ کعبہ کو نماز میں رخ کرنے کا امر خدا تعالٰی کی طرف سے ہوا تو اس حکم کی اطاعت خدا تعالٰی کی اطاعت و فرمانبرداری ہوئی نہ کچھ اور۔ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ پ۲ ترجمہ۔ یعنے مشرق و مغرب خدا ہی کا ہے۔ چلاتا ہے وہ راہِ راست پر جسکو چاہتا ہے۔

یہ آیت تحویل قبلہ کے وقت معترضین کے جواب میں آئی تھی۔ یہ آیت اس امر کی طرف ایما کرتی ہے کہ خدا تعالٰی کے حکم پر چلنا عین راہِ ہدایت پر چلنا ہے۔

ہمارے مخالفین جو خود بخود اپنے خیالات و عندیات سے سنگ پرستی و عناصر پرستی وغیرہ کرتے ہیں انکے مشرک و بت پرست ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ کیونکہ شرک اسی امر کو کہتے ہیں کہ اپنے تراشیدہ خیالات و اوہام کی پیروی سے کسی چیز کی پرستش کی جاوے اور اُس میں امر الٰہی نہ ہو۔ فقل۔

نماز کے لئے صفائی مکان و ستھرائی لباس کا راز

۱۔ بادشاہوں کے دربار میں نظافت و طہارت مکان و لباس کا لحاظ ہوتا ہے۔ اُنکے دربار میں شامل ہونے والوں کے لئے پاک و اچھی جگہ و لباس میں ہوکر داخل ہونا ضروری مدنظر ہوتا ہے پس جیسا کہ صفائی لباس و ستھرائی مکان بادشاہوں کو پسند ہوتی ہے ایسا ہی اُس خالق الکل و احکم الحاکمین و مالک الملوک پاک ذات کو پاکیزگی و ستھرائی لباس و مکان و نظافت دل مدنظر ہے۔ کیونکہ وہ پاک ہے اور پاک کو چاہتا ہے اور ہر قسم کی گندگی و میل سے اُسکو نفرت و کراہیت ہے چونکہ بادشاہ بھی اُس پاک ذات کی تجلی و دست قدرت سے قائم ہوتے ہیں۔ اسلئے اُن میں بھی پاکی و نظافت کا لحاظ اُسی پاک ذات کے پرتو سے دل نشین ہوتا ہے۔ خدا تعالٰی پاک ہے وہ پاکی و طہارت کو چاہتا ہے اسلئے نماز میں پاکی مکان و ستھرائی لباس ضروری شرائط قرار دیئے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فرماتا ہے وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ترجمہ۔ یعنے اپنے لباس کو پاک کر

اور گندگی سے کنارہ کر۔

۲۔ ناپاکی و میل سے شیاطین کو مناسبت ہے۔ اسلئے خدا تعالےٰ کے حضور میں کھڑا ہونیکے وقت شیاطین سے مناسبت رکھنے والی اشیاء سے بکلی قطع تعلق و کنارہ چاہیئے ورنہ حضور دل میں خلل ہوگا۔ فقط۔

نماز کے لئے تعین ارکان و شروط کا راز

اگر لوگوں کے لئے عبادت کے ارکان اور شروط معین نہ ہوں تو وہ بے بصیرتی سے ہاتھ پاؤں مارتے رہیں احکام الٰہیہ کی تکلیف جب ہی مکمل ہوتی ہے کہ اُنکے لئے اوقات۔ ارکان شروط قرار دیئے جاتے ہیں۔

دل کے اندر خدا تعالےٰ کے لئے خضوع کا ہونا اور اُسکی طرف توجہ کا بطور تعظیم اور رغبت اور خوف کے ہونا ایک پوشیدہ امر ہے خارج میں اسکے واسطے کوئی امر ہونا چاہیئے جس سے اسکا انضباط ہو سکے۔ اسلئے دو چیزوں کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو منضبط کیا۔ ایک تو یہ کہ اپنا منہ اور بدن قبلہ کی طرف کر کے کھڑا ہووے۔ اور دوسرے یہ کہ زبان سے اللہ اکبر کہے۔ اسواسطے کہ انسان کی جبلت میں یہ بات داخل ہے کہ جب اُسکے دل میں کوئی بات جمتی ہے تو اسکی زبان اور تمام اعضاء اُسی کے موافق حرکت کرتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ فِی جَسَدِ ابْنِ آدَمَ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَتِ الْجَسَدُ كُلُّهَا۔ ترجمہ۔ آدمی کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا بدن درست ہوتا ہے۔ اسلئے زبان اور باقی اعضاء کا فعل دل کی حالت پر قرینہ قویہ اور اُسکا قائم مقام ہوتا ہے۔ ایسی چیز سے دلی حالت کا انضباط ہو سکتا ہے۔

حقیقت نماز

جب آدمی اپنے پروردگار سے مصیبت کے رفع ہونے یا کسی نعمت کے ملنے کی درخواست کرتا ہے اُس وقت زیادہ مناسب یہی ہوتا ہے کہ تعظیمی افعال اور اقوال میں مستغرق ہو جائے تاکہ اسکی ہمت کا جو درخواست کی روح ہے کچھ اثر پڑ سکے۔ نماز استسقاء اسی وجہ سے مسنون ہوئی ہے۔ نماز میں اصلی امور تین ہیں (۱) خدا تعالےٰ کی بزرگی اور جلال دیکھکر دلی

عاجزی کرنا (۲) خدا تعالےٰ کی عظمت اور اپنی خاکساری کو خوش بیانی سے ظاہر کرنا (۳) اُس خاکساری کی حالت کے موافق اعضاء میں آداب کا استعمال کرنا۔ چنانچہ اس امر میں کسی کا شعر ہے

اَفَادَتْکُمُ النَّعْمَاءُ مِنِّیْ ثَلَاثَۃً	یعنے تمہاری نعمتوں کا فائدہ تین چیزوں کو پہونچا۔
یَدِیْ وَلِسَانِیْ وَالضَّمِیْرَ الْمُحَجَّبَا	میرے ہاتھ اور زبان اور پوشیدہ دل کو۔

افعال تعظیمی میں سے یہ بھی ہے کہ خدا کے حضور میں کھڑا ہو کر مناجات کرے اور کھڑے ہونے سے بھی زیادہ تعظیم اسمیں ہے کہ اپنی خاکساری اور پروردگار کی عزت و برتری کا خیال کرکے سرنگوں ہو جائے۔ تمام لوگوں اور بہائم میں فطری امر ہے کہ گردن کشی۔ غرور اور تکبر کی علامت ہے۔ اور سرنگوں ہونا نیاز مندی اور فروتنی کی علامت ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِيْنَ پ۱۹ ترجمہ۔ یعنے انکی گردنیں عاجزی سے اُسکے سامنے جُھک گئیں۔ اور اس سے بھی زیادہ تعظیم کی بات یہ ہے کہ اُسکے حضور میں اپنے سر کو زمین پر رگڑ دے۔ جو تمام اعضاء میں سے زیادہ بزرگ اور حواس انسانی کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ یہی تینوں قسم کی تعظیمیں تمام لوگوں میں رائج ہیں۔ وہ ہمیشہ اپنی نمازوں میں۔ اپنے سلاطین اور امراء کے حضور میں انہی کو استعمال کرتے ہیں۔ اور سب صورتوں میں نماز کی وہ صورت عمدہ ہے جسمیں یہ تینوں امر جمع ہوں اور اُسکے ساتھ ہی ادنیٰ تعظیمی حالات سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہوتا کہ دمبدم نیاز مندی اور خاکساری کی حالت زیادہ ہوتی ہوئی معلوم ہو۔ جو فائدہ اس ترقی کی حالت میں ہو سکتا ہے وہ تنہا اعلیٰ درجہ کی تعظیم میں یا اعلیٰ حالت سے ادنیٰ کیطرف منتقل ہونے میں معلوم نہیں ہو سکتا اور نماز میں یہ تقرب کے اعمال اصلی قرار دیئے گئے ہیں۔ شاہ ولی اللہ۔

نماز کیا چیز ہے؟

نماز یہی ہے کہ اپنے عجز و نیاز اور کمزوریوں کو خدا تعالےٰ کے آگے پیش کرنا اور اُس سے اپنی حاجت روائی چاہنا۔ کبھی اُسکی عظمت اور اُسکے احکام کی بجاآوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا اور کبھی مذلت اور فروتنی سے اُسکے آگے سجدہ میں گر جانا۔ اُس سے حاجات کا مانگنا۔ یہی نماز ہے۔ ایک سائل کی طرح کبھی اُس مسئول کی تعریف کرنا کہ تو ایسا ہے اُسکی عظمت اور جلال کا اظہار کرکے اُسکی رحمت کو جنبش دلانا اور پھر اُس سے مانگنا۔ انسان ہر وقت محتاج ہے کہ اُس سے اُسکی رضا کی راہیں مانگتا رہے اور اُسکے فضل کا اُسی سے خواستگار ہو کیونکہ

اُسکی دی ہوئی توفیق سے کچھ کیا جاسکتا ہے۔ اے خدا ہمکو توفیق دے کہ ہم تیرے ہو جائیں اور تیری رضا پر کاربند ہو کر تجھے راضی کرلیں۔ خدا تعالیٰ کی محبت اور اُسی کا خوف اُسی کی یاد میں دل لگا رہنے کا نام نماز ہے۔ جو شخص خدا سے ملنا چاہتا ہے اور اُسکے دربار میں پہونچنے کی خواہش رکھتا ہے اُس کے واسطے نماز ایک ریل گاڑی ہے جس پر سوار ہو کر وہ جلد تر پہونچ سکتا ہے۔ اور نماز وہ مقصود کو پہونچانی ہے جس میں حضور دل ہو ورنہ اس مقولہ کا مصداق بننا ہو گا۔ ے

وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ مَالَهُ مِنْ صَلَاتِهِ سِوَىٰ رُؤْيَةِ الْمِحْرَابِ وَالْكَدِّ وَالْعَنَاءِ

ترجمہ۔ بہت سے ایسے نمازی ہوتے ہیں کہ انکو اپنی نماز سے سوائے محراب دیکھنے اور تکلیف و مشقت اُٹھانے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (فتوحات مکیہ)

خانہ کعبہ کا شعائر الٰہی میں سے ہونیکی حکمت

خانہ کعبہ کا شعائر الٰہی میں سے ہونا اسلیئے قرار پایا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ میں لوگوں نے آفتاب اور ستاروں کے نام پر بکثرت عبادت خانے اور گرجے بنائے تھے انکی نظر میں کسی ذات مجرد و غیر محسوس کی طرف متوجہ ہونا بغیر اسکے محال تھا کہ اسکے نام کی ہیکل بنائی جائے اس میں جانا اور رہنا باعث تقرب کا ہو بادی الرائے میں انکی عقلوں میں اور کوئی بات نہیں آتی تھی اسلیئے اُس زمانہ کے لوگوں کے واسطے ضرور ہوا کہ خدا کی رحمت کا ظہور ایک گھر کے ذریعہ سے ہو۔ لوگ اسکا طواف کریں اُسکے ذریعہ سے خدا سے تقرب حاصل کریں اسلیئے خدا نے انکو خانہ کعبہ کی طرف بلایا۔ اسکی تعظیم کا حکم دیا اسکے بعد ایک زمانہ بعد زمانہ آتا رہا۔ ہر زمانہ میں یہ حکم پیدا ہوتا رہا کہ خانہ کعبہ کی تعظیم خدا کی تعظیم ہے اسمیں کمی خدا کی شان میں کمی ہے اسلیئے خانہ کعبہ کا حج فرض ہوا۔ اور اسکی تعظیم کا اسطرح حکم دیا گیا کہ بغیر صفائی و طہارت کے اسکا طواف نہ کریں۔ نماز میں اُسکے سامنے کھڑے ہوں اور ضرورت بشری کے وقت اُسکے سامنے نہ ہوں نہ اُسکی طرف پشت کریں۔

وجہ تسمیہ صلوۃ

صلوۃ عربی لغت ہے جسکے معنے ہیں دعا رحمت۔ یہ اسم ہے اور قائم مقام مصدر کے آتا ہے۔ اصل میں تصلیہ مصدر ہے جسکے معنے دعا کرنے اور آگ کے ساتھ لاٹھی کو سیدھا کرنیکے ہیں۔ صلوۃ کا لفظ اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ حقیقت صلوۃ کسی قسم کی حرکت اور سوزش کو

چاہتی ہے لہذا واضح ہو کہ جب انسان کی روح ہمہ نیستی اور تذلل تام ہو کر آستانہ اُلوہیت پر گرے۔ اور جو زبان بولتی ہے روح بھی بولے اُسیوقت ایک سرور اور نور اور تسکین حاصل ہو جاتی ہے۔ انسان جسقدر مراتب طے کرکے انسان بنتا ہے یعنے نطفہ۔ بلکہ اس سے بھی پہلے نطفہ کے اجزا یعنے مختلف قسم کی اغذیہ اور انکی ساخت اور بناوٹ پھر نطفہ کے بعد مختلف مدارج کے بعد بچہ پھر جوان بوڑھا غرض ان تمام عالموں میں جو اُسپر مختلف اوقات میں گزرے ہیں اللہ تعالےٰ کی ربوبیت کا اقرار کرے اور معترف ہو اور وہ نقشہ ہر آن اُسکے ذہن میں کھنچا رہے تو وہ اس قابل ہو سکتا ہے کہ ربوبیت کے مقابل میں اپنی عبودیت کو ڈالدے۔ غرض مدعا یہ ہے کہ نماز میں لذت اور سرور عبودیت اور ربوبیت کے ایک تعلق سے پیدا ہوتا ہے۔ جب تک اپنے آپکو عدم محض یا مشابہ بالعدم قرار دیکر جو ربوبیت کا تقاضا ہے نہ ڈالدے۔ اُسکا فیضان اور پرتو اُسپر نہیں پڑتا اور اگر ایسا ہو تو پھر اعلیٰ درجہ کی لذت حاصل ہو جاتی ہے جس سے بڑھکر کوئی حظ نہیں ہے۔ اس مقام پر انسان کی روح جب ہمہ نیستی ہو جاتی ہے تو وہ خدا تعالےٰ کی طرف ایک چشمہ کی طرح بہتی ہے اور ماسوی اللہ سے اُسے انقطاع تام ہو جاتا ہے اُسوقت خدا تعالےٰ کی محبت اُس پر گرتی ہے اس اتصال کے وقت ان دو جوشوں سے جو اوپر کی طرف سے ربوبیت کا جوش اور نیچے کی طرف سے عبودیت کا جوش ہوتا ہے ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے اسکا نام **صلوٰۃ** ہے۔ پس یہی وہ صلوٰۃ ہے جو سیئات کو بھسم کرتی اور جلا دیتی ہے اور اپنی جگہ ایک نور اور چمک چھوڑ دیتی ہے جو سالک کو رستہ کے خطرات اور مشکلات کے وقت ایک منور شمع کا کام دیتی ہے اور ہر قسم کے خس و خاشاک اور ٹھوکر کے پتھروں سے جو اسکی راہ میں ہوتے ہیں آگاہ کرکے بچاتی ہے۔ اسی لئے نماز کا نام صلوٰۃ رکھا گیا ہے کیونکہ مذکورہ بالا ہیئت کے تمام معنوں پر حاوی ہے اور یہی وہ حالت ہے جب کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ کا اطلاق ہو سکتا ہے کیونکہ اُسکے ہاتھ میں بلکہ اُسکے شمعدان دل میں ایک روشن چراغ رکھا ہوا ہوتا ہے اور یہ درجہ کامل تذلل اور کامل نیستی اور فروتنی اور پوری اطاعت سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر گناہ کا خیال اِسے کیونکر ہو سکتا ہے مختار کی طرف اُسکی نظر اُٹھ ہی نہیں سکتی۔ خاتم اولیا۔ فضل۔

نماز میں ناف کے نیچے یا ناف و سینہ پر ہاتھ باندھنے کی وجہ

چونکہ شریعت کا کوئی حکم عقل کے برخلاف نہیں ہے کیونکہ شریعت کا خطاب ہی عقل پر ہے۔

لہذا انسان کی عقل کا تقاضا و قانون فطرت کا ایما اس امر پر ہے کہ وہ بحضور سلاطین انکے دربار میں دست بستہ مؤدب ہو کر کھڑا ہو اور دست بستہ ہونا اس روش و طریق کے لائق ہے جو صاحب دربار کو پسند ہو ورنہ الٹا سوء ادب کا الزام آئیگا۔ اسی قانون فطرت کی وجہ سے خدا تعالیٰ مالک الملوک کے حضور میں بحالت نماز دست بستہ کھڑا ہونے کا حکم ہوا ہے اور اسی روش پر اسلام کے سب فرقے متفق ہیں۔ الا حضرت امام مالک و اہل تشیعہ کہ وہ ارسال کرتے ہیں نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث و روایات مختلفہ آئی ہیں۔ بعض نے ناف کے نیچے اور بعض نے ناف و سینہ پر باندھنے کا ذکر کیا ہے۔ اگرچہ بعض نے بعض کو ضعیف بھی لکھا ہے مگر دراصل تینوں باتیں معقول و مناسب فطرت انسانی ہیں اور ان تینوں امور کا ابتک ہر ایک اسلامی طائفہ میں رواج زمان نبوی سے چلا آنا اسبات پر کافی گواہی ملتی ہے کہ اس زمانہ میں صحابہ میں بھی ہاتھ باندھنے کا طریق اسیطرح تھا۔ بعض ناف کے نیچے اور بعض ناف و سینہ پر باندھتے تھے۔ چنانچہ کتب مسند اور فقہ میں بھی اس امر کا ذکر ہے۔ ان سب امور کی دلالت اسبات پر ہے کہ درحقیقت انکا اصل بھی کچھ زمان نبوی میں تھا ورنہ ؎ تا نہ باشد چیزکے ہرگز نگویند چیزہا"۔ دیکھو صلوۃ مسعودی۔ لہذا ہمارا حق نہیں ہے کہ بلا وجہ و بلا دلیل بین ان میں سے کسیکو ضعیف قرار دیں بلکہ قرآن کریم و احادیث نبویہ میں ان سب کے صریح اشارات ملتے ہیں۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں عفت و ستر عورت کی التجا، اور ناف پر ہاتھ باندھنے میں اکل و شرب حلال ملنے کا ایما، اور سینہ پر ہاتھ باندھنے میں سچ و حق پر ثابت رہنے و شرح صدر کی دعا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ نماز کے اندر جتنے افعال و ارکان بجالائے جاتے ہیں وہ سب دعاؤں و مناجات کے اشارات و صورتیں ہیں جو کہ خدا کے حضور میں بزبان حال پیش کرنے کیلئے موضوع ہیں۔ خدا تعالے نے انسان کے لئے شریعت کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں رکھا اور نہ کسی عبث امر کا حکم کیا ہے۔ مثلاً تکبیر تحریمہ میں کانوں پر ہاتھ رکھنا۔ روبقبلہ ہو کر دست بستہ کھڑا ہونا۔ قرأت فاتحہ و ضم سورۃ۔ تسبیح۔ تسمیع۔ تحمید۔ رکوع و سجود۔ قعدہ۔ تشہد وغیرہ وغیرہ یہ سب ادعیہ حالیہ و قالیہ کے اشکال و صورتیں ہیں جو خدا تعالے کے حضور میں پیش کیجاتی ہیں۔

یہ جو ہم نے لکھا ہے کہ ناف کے نیچے و ناف و سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق قرآن و احادیث میں صریح اشارات ملتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ نماز کے سارے افعال و ارکان زبان حال و قال کی دعائیں ہیں کیونکہ دعا میں زبان حال و قال دونوں کا ہونا ضروری ہے جب ہی تو دعا امر تبہ

قبولیت و اجابت کو پہونچتی ہے۔

۱۔ لہذا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں عفت وستر عورت کی طرف اشارہ ہے جو کہ حالی دعا ہے اور اسی کے مطابق قالی دعائیں احادیث میں وارد ہیں منجملہ ازاں یہ ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِیْ (ابن ماجہ) ترجمہ۔ یعنے اے خدا ڈھانپ دے میرے عیب اور مجھکو امن دے خوف کی چیزوں سے۔ پھر ایک اور حدیث میں بطور تعلیم وارد ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَنِیِّیْ ترجمہ اے خدا میں منی کی شر سے تیرے پاس پناہ طلب کرتا ہوں۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی ترجمہ۔ اے خدا میں تجھ سے ہدایت وتقوی وپارسائی وغنا کا سوال کرتا ہوں۔ اسیطرح قرآن کریم کی ادعیہ بھی ہیں۔

۲۔ ناف پر ہاتھ باندھنے میں طلب رزق حلال کی دعا بزبان حال ہے اور اسی کے مطابق قرآن واحادیث میں ادعیہ قالیہ وارد ہیں۔ منجملہ ازاں ایک یہ ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِزْقًا حَلَالًا طَیِّبًا مُّبَارَكًا (ابن ماجہ) ترجمہ۔ یعنے اے خدا میں تجھ سے رزق حلال اور پاکیزہ بابرکت طلب کرتا ہوں۔ پھر ایک حدیث میں وارد ہے اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ (ابن ماجہ) ترجمہ۔ یعنے اے خدا مجھے کفایت دے اپنی حلال روزی سے اور بچا مجھکو حرام روزی سے اور مجھکو لوگوں کے اموال سے لاپرواہ کر اپنے اموال دیکر۔ ایسا ہی قرآن کریم کی ادعیہ بھی ہیں۔ علم تعبیرات میں ناف کے متعلق لکھا ہے مَنْ رَاٰی سُرَّتَهٗ فِی الْمَنَامِ فَھِیَ کَسْبُهُ الَّذِیْ کَانَ یَعِیْشُ مِنْهُ اَوْ حِرْفَتُهُ الَّتِیْ یَتَعَهَّدُھَا۔ ترجمہ۔ یعنے جو کوئی خواب میں اپنی ناف کو دیکھے اسکی تعبیر یہ ہے کہ یہ اسکی کمائی ومال ہے جسپر اسکی گذران ہے یا اسکا کوئی پیشہ ہے جسمیں وہ مشغول رہتا ہے۔ (کذا فی تعطیر الانام فی تعبیر المنام صفحہ ۲۷۹)۔

اور سینہ پر ہاتھ باندھنے میں حق پر ثابت رہنے وشرح صدر کی حالی دعا ہے اور اسی کے مطابق قرآن کریم واحادیث نبویہ میں ادعیہ قالیہ وارد ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَھَّابُ (پ۳) ترجمہ یعنے اے خدا ہمارے دل کو ٹیڑھا نہ کر ہدایت دینے کے بعد اور اپنے پاس سے رحمت بخش تو ہی بخشش کرنے والا ہے۔ پھر قرآن کریم کے ایک اور مقام میں وارد ہے رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ترجمہ یعنے اے خدا مجھے شرح صدر

عطا کر اور میرا کام آسان کر اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات کو سمجھ لیں۔
ایک حدیث میں وارد ہے۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِی عَلٰی دِیْنِکَ ترجمہ یعنے اے خدا میرے دل کو اپنے دین اسلام پر محکم کر دے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے اِھْدِ قَلْبِی وَاسْلُلْ سَخِیْمَۃَ صَدْرِیْ ترجمہ۔ یعنے اے خدا میرے دل کو ہدایت کر اور میرے سینہ کا کینہ نکال دے۔
علم تعبیرات میں سینے کو خواب میں دیکھنے کے متعلق حضرت ابن سیرین لکھتے ہیں مَنْ رَأیٰ صَدْرَہٗ وَاسِعًا نَالَ سُرُوْرًا ترجمہ یعنے جو کوئی اپنے سینہ کو خواب میں فراخ دیکھے اسکو خوشی وراحت ملیگی۔ وَمَنْ رَأیٰ ضِیْقَ الصَّدْرِ فَھُوَ ضَلَالٌ ترجمہ یعنے جو کوئی سینہ کی تنگی دیکھے تو اس سے مراد گمراہی ہے وَاِذَا رَأیٰ الْکَافِرُ سَعَۃَ صَدْرِہٖ فَاِنَّہٗ یُسْلِمُ وَیَرْبَحُ فِیْ تِجَارَتِہٖ ترجمہ یعنے جب کافر اپنے سینہ کی فراخی دیکھے تو وہ مسلمان ہو جائیگا اور تجارت میں اس کو نفع حاصل ہوگا۔
پس اب واضح ہوا کہ قرآن کریم واحادیث سے ناف کے نیچے وناف وسینہ پر ہاتھوں کا باندھنا ثابت ہے وجہ یہ ہے کہ طلب ستر عورت وعفت۔ وطلب رزق حلال۔ وشرح صدر واثبات علی الحق کی دعائیں قالیہ قرآن کریم واحادیث نبویہ میں وارد ہیں سوا انکے لئے دعائیں حالیہ بھی انہی حالتوں کے مناسب لازم ہیں لہذا ان دعاؤں نے جو قرآن واحادیث میں وارد ہیں انھوں نے اپنے اپنے مقاموں کی طرف ایما کر دیا ہے اور وہ تینوں مقام ناف کے نیچے اور ناف وسینہ ہیں۔
سوال۔ قرآن واحادیث میں صدہا قسم کی ادعیہ وارد ہیں تم نے سب کی تین قسم کی دعاؤں میں تخصیص کیوں کر دی ہے۔ **جواب**۔ واضح ہو کہ یہ تینوں قسم کی دعائیں سب کی جامع ہیں۔ ستر عورت یعنے عفت وتقویٰ۔ رزق حلال۔ شرح صدر۔ یہ تینوں ایسے امور ہیں جنکے حاصل ہونے سے انسان دارین میں کامیاب وبامراد ہو سکتا ہے اور ایسی جامع دعائیں ان امور کے متعلق قرآن واحادیث میں بکثرت وارد ہیں۔ مثلاً رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ ترجمہ اے خدا ہمکو دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور عذاب دوزخ سے بچا۔
عفت وتقویٰ اختیار کرنے ورزق حلال کھانے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ترجمہ یعنے خدا تعالےٰ پرہیزگاروں کی دعائیں وصدقات خیرات قبول کر لیتا ہے۔ پس جبکہ تقویٰ واکل حلال کی شرط مفقود ہو جائے تو دعاؤں کا قبول ہونا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ عفت واکل حلال دعا کے لئے ایسی شرائط ہیں جیسی ادویہ کی ذاتی تاثیرات

جب ہی موثر ہوتی ہیں کہ چیز متاثر و قابل اثر قبول کرنے والی موجود ہو ورنہ پتھر پر سم الفار ڈالنے سے کیا اثر ظاہر ہوگا۔

سوال۔ اسجگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب تم نے نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق تین مقام بتائے ہیں تو ان تینوں میں سے افضل کون مقام ہے۔ **جواب**۔ واضح ہو کہ ان تینوں میں سے بحسب فرمودہ خدا تعالےٰ و رسول کریم سینہ سب سے افضل ہے۔ کیونکہ شریعت کا خطاب ہی سینہ یعنے دل پر ہے اسلئے از روئے علم طب و شرع شریف سارے جسم سے دل افضل ہے اگر دل قابو میں آجاوے تو سارا وجود قابو میں آجاتا ہے۔ چنانچہ مثل مشہور ہے "دل بدست آور کہ حج اکبر است از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است"۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ

ترجمہ۔ یعنے انسان کے جسم میں ایک بوٹی ہے جب وہ درست ہو جاوے تو سارا جسم درست رہتا ہے اور جب وہ بوٹی بگڑ جاوے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ سنو کہ وہ بوٹی بنی آدم کا دل ہے

اسی فضیلت کی وجہ سے بعض محدثین نے سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث کو قوی قرار دیا ہے اور باقی کو نظر سے گرا دیا۔ حالانکہ سب اپنے اپنے موقعہ پر قوی ہیں کوئی ضعیف نہیں ہے۔ اور مؤلف کتاب ہذا تینوں کا عامل ہے۔ البتہ افضلیت مقدم الذکر میں کوئی کلام نہیں ہے چنانچہ قرآن کریم کی آیات مذکورہ و علم الابدان کے تجربات و احادیث نبویہ کی شہادات اس امر کی مؤید ہیں۔ چنانچہ فاضل سندھی امام ابی الحسن محمد بن عبد الھادی حنفی ابن ماجہ مطبوعہ مصر صہ۱ پر احادیث ذیل اس امر کے متعلق پیش کرتا ہے قد جاء حدیث قبیصۃ بن ھلب فی مسند احمد قال رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضَعُ یَدَہٗ عَلٰی صَدْرِہٖ وَیَاْخُذُ شِمَالَہٗ بِیَمِیْنِہٖ۔ وقد جاء فی صحیح ابن خزیمۃ عن وائل ابن حجر قال صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلٰی یَدِہِ الْیُسْرٰی عَلٰی صَدْرِہٖ وقد روی ابوداؤد عن طاؤس قال کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضَعُ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلٰی یَدِہِ الْیُسْرٰی ثُمَّ یَشُدُّ بِھِمَا عَلٰی صَدْرِہٖ وَھُوَ فِی الصَّلٰوۃِ ترجمہ۔ یعنے مسند احمد میں قبیصہ بن ہلب کی حدیث میں مذکور ہے۔ قبیصہ بن ہلب راوی ہے کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنا ہاتھ سینے پر رکھتے اور بائیں کو دائیں سے پکڑتے۔ اور ابن خزیمہ کی صحیح میں لکھا ہے وائل بن حجر راوی ہے کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں

اپنے سینے پر رکھتے تھے۔ اور ابوداؤد نے طاؤس سے روایت کی ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا کرتے تھے۔ پھر دونوں کو نماز میں اپنے سینے پر باندھا کرتے تھے۔ فاضل مذکور اس حدیث کے حاشیہ پر لکھتا ہے وَهٰذَا الْحَدِيْثُ وَاِنْ كَانَ مُرْسَلًا لٰكِنَّ الْمُرْسَلَ حُجَّةٌ عِنْدَ الْكُلِّ وَبِالْجُمْلَةِ فَكَمَا صَحَّ اَنَّ الْوَضْعَ هُوَ السُّنَّةُ دُوْنَ الْاِرْسَالِ ثَبَتَ اَنَّ مَحَلَّهُ الصَّدْرُ وَلَا غَيْرُ وَاَمَّا حَدِيْثُ اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ وَضْعَ الْاَكُفِّ عَلَى الْاَكُفِّ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ فَقَدِ اتَّفَقُوْا عَلٰى ضُعْفِهٖ كَذَا ذَكَرَهُ ابْنُ الْهُمَامِ نَقْلًا عَنِ النَّوَوِيِّ وَسَكَتَ عَلَيْهِ۔ ترجمہ یعنے یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن مرسل سب کے نزدیک پوری دلیل صحت ہے اور بالجملہ جیساکہ یہ امر صحیح ثابت ہوچکا ہے کہ ہاتھ باندھنا سنت ہے اور ارسال درست نہیں ہے ایسا ہی ثابت ہوچکا ہے کہ ہاتھ باندھنے کا محل سینہ ہے نہ اور کوئی۔ اور یہ جو حدیث میں وارد ہے کہ نماز میں ہتھیلیوں کا ہتھیلیوں پر رکھنا ناف کے نیچے سنت ہے اسکے ضعف پر سب محدثین نے اتفاق کیا ہے۔ ابن ہمام نے نووی سے بھی ایسا ہی ذکر کیا ہے اور پھر اس نے کچھ نہیں لکھا۔ ابن ہمام فتح قدیر کا مؤلف ہے۔

مؤلف ہذا کی رائے میں ہاتھ باندھنے کے مقاموں میں کوئی تناقض و ضعف نہیں ہے تینوں صحیح ہیں اور محدثین نے تینوں روایتیں لکھی ہیں۔

آج شب سورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۰۹ء کو ناف کے نیچے یا ناف و سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق بعض کی کمزوری کا مجھے خیال ہوا تو اسی وقت بین النوم والیقظہ مجھپر ایک حالت طاری ہوئی اور نمودار ہوا کہ ان باتوں میں سے کسیکی کمزوری و ضعف چاہنا الٰہی ارادہ میں نہیں ہے۔ البتہ کسی ایک امر کا افضل ہونا اور باقی کا اُس سے ادنیٰ ہونے سے کسیکی کمزوری و ضعف ثابت نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ بسا اوقات ادنیٰ کی ضرورت بہ نسبت اعلیٰ کے زیادہ تر ہوجاتی ہے اور اُس موقعہ پر وہ ادنیٰ ہی اعلیٰ و افضل ہوجاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص رزق حلال کے لیئے بذریعہ کسب و ملازمت وغیرہ درخواست کرنی چاہتا ہے تو اسکے لیئے ناف پر ہاتھ باندھنے کو مناسبت ہے۔ اور طلب عفت و ستر عورت و زوجہ و اولاد صالح اور انکی اصلاح حال کی دعا کو زیر ناف ہاتھ باندھنے میں مناسبت ہے۔ اگرچہ سینہ پر ہاتھ باندھنے میں یہ سب باتیں آجاتی ہیں مگر کسی ایک امر مخصوص کی دعائے حال کو بھی مخصوص کرکے شامل کرلیوے۔ اور غموم و ہموم دنیاوی کے دور ہونے و رفع خفقان کے لیئے اور حق پر ثابت قدم رہنے اور دشمنان دین پر غالب آنے و انشراح صدر و صحت مرض و قبول توبہ

واز دیا دعلم وطلب ہدایت کی دعا کو سینہ پر ہاتھ باندھنے میں مناسبت ہے۔ اور اس امر کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی جبلت میں یہ بات داخل ہے کہ جب اُسکے دل میں کوئی بات جمتی ہے تو اسکی زبان اور اُسکے تمام اعضا اُسی کے موافق حرکت کرتے ہیں اور زبان اور باقی اعضار کا فعل دل کی حالت پر قرینہ قویہ اور اُسکا قائم مقام ہوتا ہے۔ فقط۔

جماعت کی صف میں ممانعت فرجہ کی وجہ

۱۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں اَلَا تَصُفُّوْنَ کَمَا تَصُفُّ الْمَلٰئِکَۃُ عِنْدَ رَبِّھَا
ترجمہ۔ یعنے جس طرح فرشتے اپنے پروردگار کے سامنے صف باندھے ہوئے برابر کھڑے ہوتے ہیں تم اسطرح کیوں نہیں کھڑے ہوتے ہو۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہر فرشتہ کے لئے ایک درجہ مقرر ہے اور استعدادوں کے اندر ترتیب عقلی کے موافق انکو پیدا کیا ہے اِسلئے اُن میں فرجہ نہیں نکلتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنِّی لَاَرَی الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ کَاَنَّھَا الْحَذَفُ
ترجمہ یعنے میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ صفوں کے فرجہ سے نکلتا ہے گویا کہ بھیڑ کا بچہ ہے سیاہ۔
حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہم نے اسباب کا تجربہ کیا ہے کہ ذکر کے حلقوں میں ملکر بیٹھنے سے جمعی خوب ہوتی ہے اور ذکر کی حلاوت معلوم ہوتی ہے اور خطرات بند ہوتے ہیں اور اسباب کے ترک کرنے سے یہ باتیں کم ہو جاتی ہیں اور اِن باتوں میں سے جسقدر کسی بات میں کمی ہوتی ہے اُسیقدر وہاں شیطان کو دخل ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیوجہ سے صف کے اندر شیطان کو داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور اس خاص صورت میں دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ عادت کے اعتبار سے بھیڑ کا بچہ اکثر ایسی تنگ جگھوں میں گھستا پھرتا ہے۔ اور پھر اسکو سیاہی کی صفت کے ساتھ دیکھنا جو ایک شے کی بدطینتی پر دلالت کرتی ہے اسوجہ سے شیطان آپ کے سامنے متمثل ہوا۔

۲۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَکُمْ اَوْ لَیُخَالِفَنَّ اللّٰہُ بَیْنَ وُجُوْھِکُمْ
ترجمہ۔ یعنے اپنی صفوں کو برابر کرو ورنہ خدا تعالے تمہارے منہ کو پھیر دیگا اور تم میں مخالفت ڈالدیگا یعنے انسان کے ہر فعل میں اثر ہوتا ہے۔ اور کجی صف کا اثر تم میں مخالفت کے رنگ میں ظاہر ہوگا۔

نماز میں مؤدب ہو کر کھڑا ہونے کی حکمت

نماز میں تمام بدن کا جناب باری کے سامنے سکوڑ لینا نفس کو خدا کے حضور میں مؤدب ہو کر کھڑا ہونے پہ آگاہ کرنے کے لئے ہے جیسا کہ ادنیٰ لوگوں کو بادشاہوں کے حضور میں عرض معروض کرتے وقت دہشت اور ہیبت کی حالت طاری ہوتی ہے۔ مثلاً دونوں قدموں کا برابر رکھنا اور دست بستہ کھڑا ہونا اور نظر کو پست کرنا اور ادہر اُدہر نہ دیکھنا۔

تکبیر تحریمہ میں دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانیکا راز

جب آدمی اللہ اکبر کہے دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھاوے تاکہ معلوم ہو کہ خدا تعالےٰ کے ماسوائے سے وہ دست بردار ہو کر خدا تعالےٰ کے حضور میں آگیا۔ اور کانوں تک خواہ مونڈھوں تک اونکو اٹھاوے ہر ایک سنت ہے۔ حضرت مولانا مولوی معنوی اس امر کے متعلق فرماتے ہیں۔

معنیٔ تکبیر این است اے سلیم ۔۔۔ کاے خدا پیش تو ما قرباں شدیم
وقت ذبح اللہ اکبر مے کنی ۔۔۔ ہمچنیں در ذبح نفس کشتنی
گوئی اللہ اکبر وایں شوم را ۔۔۔ سر ببر تا وارہد جاں از عنا

ترجمہ۔ تکبیر تحریمہ سے یہ مراد ہے کہ اے خدا میں نے اپنے آپ کو تیرے لئے قربانی کر دیا جیسا کہ جانور کو ذبح کرنے کے وقت تم اللہ اکبر کہا کرتے ہو ایسا ہی نفس امارہ پر تکبیر کہو جو کہ قابل ذبح ہے تکبیر کہکر اس بدبخت نفس امارہ کی خواہشوں کا سر کاٹ ڈالو۔ یعنے تمام مجموعہ بری اور ناجائز خواہشوں کا جو نفس امارہ ہے اُنکو چھوڑ دو تاکہ تمہاری جان عذاب سے بچ جاوے۔

تکبیر تحریمہ میں عورت کا کاندھوں تک ہاتھ اٹھانیکی وجہ

تکبیر تحریمہ میں عورت کا مونڈھوں تک ہاتھ اُٹھانے میں اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ عورت کا مرتبہ مرد سے نیچے ہے اور عورت کے ستر حال کے مناسب اسی حد تک ہاتھ اُٹھانے مناسب ہیں جسمیں تین اشارات مرکوز ہیں (۱) غیر اللہ سے روگردانی (۲) تمام کدورتوں گناہوں سے اعراض (۳) اپنے ستر حال کی درخواست

نماز میں دست بستہ کھڑا ہونے کی وجہ

نماز شعائر آلہی میں سے ہے کیونکہ اس سے مقصود بندگان شاہی سے مشابہت کا اظہار ہے

جب وہ حضور شاہی میں دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور عاجزانہ درخواست وہاں کیجاتی ہے اسلئے دعا کرنے سے پہلے تعریف کیجاتی ہے اور آدمی کو ایسی ہیئتیں اختیار کرنی پڑتی ہیں جو مناجات کے وقت سلاطین کے سامنے اختیار کیجاتی ہیں۔ تمام ہاتھ پاؤں سمیٹ لئے جاتے ہیں اور کسی قسم کی بے توجہی نہیں کیجاتی۔ از سرتا پا مؤدب ہوکر کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو خداوند کریم اُسکے منہ کے سامنے ہوتا ہے۔ الغرض نماز میں دست بستہ کھڑا ہونا قانونِ فطرت کے رُو سے بھی بندگی کے لئے مناسب ہے۔

نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنے کی وجہ

ہر ایک صاحبِ حق کو اُسکا حق و صاحبِ فضیلت کو اُسکی فضیلت و صاحب امانت کو اُسکی امانت دینا و ادا کرنا عدالت و انصاف ہے۔ خدا کا فرمودہ ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا۔ ترجمہ۔ یعنے خدا تعالےٰ کا یہ حکم ہے کہ امانت صاحبِ امانت کو ادا کرو۔ پھر خدا تعالےٰ کا فرمودہ ہے اِنَّ اللّٰہَ یُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَہٗ ترجمہ۔ یعنے خدا تعالےٰ کا یہ قانون قدرت ہے کہ وہ ہر صاحبِ فضیلت کو اسکی فضیلت کا حق عطا کرتا ہے۔ پس تم بھی اُسی قانون کی پیروی کرو۔ دائیں کو بائیں پر فضیلت و فوقیت ہے لہٰذا فضیلت و فوقیت کا منصب اوپر ہی سے مناسبت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنا بوجہ فوقیت یمین علی الیسار سنت نبوی ٹھیرا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی اُسوۂ حسنہ تھا۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ترجمہ۔ یعنے تمکو لازم ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی چال کی پیروی کرو کیونکہ اسمیں حسن وخوبی ہے۔ قبیصہ بن ہلب اپنے باپ سے راوی ہے کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یؤمنا فیاخذ شمالہ بیمینہ ترجمہ۔ یعنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے امام ہوا کرتے تھے اور نماز میں بائیں ہاتھ کو دائیں کے نیچے رکھا کرتے تھے۔ ابن مسعود راوی ہے کہ میرے پاس رسول علیہ السلام ہوکر گذرے اور میں نے بائیں ہاتھ کو دائیں پر رکھا تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے دائیں ہاتھ کو پکڑ کر بائیں پر رکھدیا۔ فقط۔

نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا لوگوں سے کلام کرنا منع ہونیکی وجہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا یَزَالُ اللّٰہُ تَعَالٰے مُقْبِلًا عَلَی الْعَبْدِ وَھُوَ فِیْ

صَلوٰتِہٖ مَا لَمْ یَلْتَفِتْ فَاِذَا الْتَفَتَ اَعْرَضَ عَنْہُ ترجمہ۔ یعنے جب تک کہ بندہ نماز میں رہتا ہے خدا تعالےٰ برابر اسکی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک وہ اِدہر اُدہر نہ دیکھے پھر جب وہ اِدہر اُدہر دیکھتا ہے تو خدا تعالےٰ اسکی طرف متوجہ نہیں رہتا ہے یعنے خدا تعالےٰ کی توجہ اُس سے ہٹ جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب کوئی بندہ خدا کی جانب متوجہ ہوتا ہے اُسکے لئے خدا کی بخشش کا دروازہ کھل جاتا ہے اور جب بندہ اُس سے اعراض کرتا ہے تو اس سے صرف محروم نہیں رہتا بلکہ اپنے اعراض کی وجہ سے عذاب الٰہی کا مستحق ہوتا ہے۔ جب ایک دنیاوی بادشاہ و حاکم کے دربار میں جاتا ہے تو اُسکے روبرو ندا اِدہر اُدہر دیکھنا نہ کسی اور سے کلام کرتا نہ کوئی نامناسب کام کرتا ہے تو احکم الحاکمین کے دربار میں ایسے امور کب جائز ہو سکتے ہیں۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَلَا یَمْسَحِ الْحَصٰی فَاِنَّ الرَّحْمَۃَ تُوَاجِھُہٗ ترجمہ۔ یعنے جب تم میں سے کوئی نماز کو کھڑا ہو تو ٹھیکریوں کو صاف نہ کرے اسلئے کہ رحمت اُسکے روبرو ہوتی ہے۔ ایسا ہی آنحضرتؐ فرماتے ہیں اِنَّ ھٰذِہِ الصَّلٰوۃَ لَا یَصْلُحُ فِیْھَا شَیْءٌ مِنْ کَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا ھِیَ التَّسْبِیْحُ وَالتَّکْبِیْرُ وَقِرَاءَۃُ الْقُرْاٰنِ۔ ترجمہ۔ یعنے نماز میں لوگوں سے بول چال کچھ درست نہیں ہے نماز تو تسبیح اور تکبیر اور قرآن کریم کا پڑھنا ہے۔

نماز میں ثنا پڑھنے کی وجہ

۱۔ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ بمنزلہ سلام دربار کے ہے۔

۲۔ بنی آدم میں یہ فطرتی امر ہے کہ جب سائل کسی عالیشان و امیر کبیر سے سوال کرتا اور اُس سے اپنی حاجت روائی چاہتا ہے تو پہلے اُسکی مدح و ثنا اور اُسکی بزرگی و جلال اور اپنی مذلت و انکسار بیان کرتا ہوا اپنی حاجت کا اظہار شروع کرتا ہے وہی طریق یہاں بھی سکھایا گیا ہے۔ تا کہ انسانی نفس کو خدا کی بزرگی اور اپنی پستی پر آگاہی ہو اور دل میں کمال حضور و انکسار پیدا ہو۔ در اصل دعائے استفتاح یعنے ثنا اسلئے پڑھی جاتی ہے کہ حضور قلب پیدا ہو اور مناجات کی طرف میلان ہو۔ فضل۔

ثنا کے بعد اعوذ پڑھنے کا سِر

نماز میں ثنا کے بعد اعوذ پڑھنا اسواسطے مقرر ہے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ترجمہ۔ یعنے جب تو قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے۔ تو شیطان مردود کے مکر سے اور اُسکے وسواس سے بچنے کے لئے خدا تعالےٰ سے پناہ طلب کر لو۔ چونکہ فاتحہ و ضم سورہ قرآن سے ہوتی ہیں اسلئے اُن سے پہلے اعوذ پڑھنا ضروری ٹھرا۔

ابتدائے فاتحہ میں قرأت تسمیہ کی وجہ

ابتدائے فاتحہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کا یہ راز ہے کہ خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں کے واسطے قرآن پڑھنے کے لئے پہلے اپنے پاک نام سے برکت حاصل کرنے کو مقرر فرمایا ہے۔ علاوہ بریں بسم اللہ پڑھنے میں احتیاط بھی ہے کیونکہ اسکے جزو فاتحہ ہونے میں مختلف روائتیں آئی ہیں۔

نماز میں فاتحہ پڑھے جانیکا راز

نماز میں فاتحہ کا پڑھنا اسواسطے ضروری ہوا کہ وہ جامع دعا ہے خدا تعالےٰ نے بندوں کی طرف سے گویا انکو اسبات کی تعلیم کرنے کے لئے نازل فرمایا ہے کہ ہماری حمد و ثنا اس طرح کیا کرتے ہیں اور اسطرح خاص ہم سے استعانت چاہتے ہیں اور خاص ہمارے لئے عبادت کا اقرار کیا کرتے ہیں۔ اور اسطرح وہ راستہ جو ہر قسم کی ابتری کا جامع ہے مانگا کرتے ہیں۔ اور اُن لوگوں کے طریقے سے جنپر ہمارا غصہ ہوا ہے اور جو گمراہ ہیں پناہ مانگا کرتے ہیں۔ اور بہتر دعا وہی ہوتی ہے جو جامع ہوتی ہے۔ فاتحہ میں اول خدا تعالےٰ کی تعریف اور اسکی تربیت عام اور اسکی رحمت عامہ اور خاصہ اور اسکی مالکیت اور اختیار جزا و سزا کا ذکر کرکے خدا سے ہدایت کی دعا مانگی جاتی ہے۔

فاتحہ خلف الامام جائز و ناجائز ہونیکے وجوہات

۱۔ محدثین فاتحہ خلف الامام کے متعلق یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ فاتحہ ہر واحد کی عرض ہے علاوہ بریں بوجہ اشتمال مضامین حمد و ثنا سبحانک سے زیادہ تر مشابہ ہے۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ بطور معروضات رعیت ایک شخص سب کی طرف سے عرض کر لیتا ہے یہاں بھی ایک شخص سب کی طرف سے معروض معلوم عرض کر لیگا تو اشتمال مذکور اور تعدد اہل عرض کا بھی خیال چاہیئے اور ظاہر ہے

کہ بخیالِ اشتمالِ مذکور و خیالِ تعددِ اہلِ غرض ہر ایک کا فاتحہ پڑھنا مناسب نظر آتا ہے۔

۲۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ مقتدی پر واجب ہے کہ چپ کھڑا رہے اور قرآن کو سنتا رہے۔ پھر اگر امام جہر سے پڑھتا ہے تو جب وہ سکوت کیا کرے اُس وقت وہ پڑھ لیا کرے اور اگر امام آہستہ پڑھ رہا ہے تو مقتدی کو اختیار ہے اگر مقتدی پڑھے تو سورۃ فاتحہ کو پڑھ لے مگر اسطرح سے پڑھے کہ امام اسکے پڑھنے سے اپنا پڑھنا نہ بھول جائے۔ اور سب سے بہتر یہ قول ہے اور تمام احادیث کی تطبیق ہو جاتی ہے۔ اسمیں بھید وہی ہے جسکی تصریح کر دیگئی ہے کہ امام کے ساتھ آواز سے قرآن پڑھنا امام کی تشویش کا باعث ہوگا۔ اور اسوجہ سے قرآن کے اندر تدبر نہ ہو سکیگا اور قرآن کی تعظیم کے خلاف ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے یہ حکم نہیں دیا کہ آہستہ پڑھیں اسواسطے جب تمام لوگ صحیح صحیح حروف ادا کرنے کی کوشش کرینگے تو سب کی آوازوں سے ایک آواز پیدا ہوگی جو امام کے لئے موجب تشویش خاطر ہوگی اور اُسکو قرآن پڑھنا مشکل پڑجائیگا اسواسطے تشویش پیدا کر دینے سے آپ نے نہی فرما دی اور جو تشویش کا موجب ہو اسکا آپ نے حکم نہیں دیا۔ اور انکو اختیار دیدیا کہ جس سے ہو سکے وہ کرے مؤلف کتاب ہذا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس امر میں متفق الرآے ہے۔ اور اسی پر عملدرآمد ہے۔

قرأتوں کے نام

سورۃ قٓ سے آخر تک جو سورتیں ہیں انکو مفصل کہتے ہیں۔ پس قٓ سے بروج تک کو طوال مفصل کہتے ہیں۔ اور بروج سے والضحیٰ اور بعض کے نزدیک لم یکن تک اوساط مفصل کہتے ہیں اور والضحیٰ سے آخر تک قصار مفصل کہتے ہیں۔

فاتحہ کے ساتھ ضم سورۃ کا راز

سوال۔ مجھسے ایک مولوی صاحب نے سوال کیا تھا کہ جب قرآن کریم میں آچکا ہے فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ (یعنے پڑھ لو نماز میں جو تم کو آسان و یاد ہو قرآن سے) تو بدیں خیال چونکہ سورۃ فاتحہ بھی قرآن کریم ہی کا ٹکڑا ہے اسلئے نماز میں کیوں صرف فاتحہ ہی کے پڑھنے پر اکتفا نہ کیا جائے اور دوسری سورت فاتحہ کے ساتھ ضم نہ کیجائے۔ بیّنوا حکمۃ ضم السورۃ مع الفاتحۃ فی الصلوٰۃ

جواب (۱) فاتحہ قرآن مجمل ہے۔ اسلئے اسکے بعد فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ہیں قرآن مفصل کے پڑھنے کا امر ہے یہی وجہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے فاتحہ وقرآن کریم کو الگ الگ ہونا قرآن کریم میں ایک وجہ سے بتایا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ترجمہ یعنے ہم نے دی ہیں تجھکو سات آیتیں وظیفہ جو مجمل طور پر تمام مقاصد قرآنیہ پر مشتمل ہیں اور انکے مقابلہ پر قرآن عظیم بھی عطا فرمایا ہے جو مفصل طور پر تمام مقاصد دینیہ کو ظاہر کرتا ہے۔ فاتحہ مجمل قرآن ہے اور اسکے پڑھنے کا الگ حکم آیا ہے اور الٓمٓ سے لیکر والناس تک مفصل ومکرر قرآن ہے اور اسکے پڑھنے کا الگ امر ہے اور قرآن مجمل کے بعد قرات قرآن مفصل کی حکمتوں میں سے یہ امر بھی ہے کہ حکمنامہ مجمل کے بعد قرأت حکمنامہ مفصل مزید توضیح وتشریح کے لئے سلاطین امر کردیں تو جائے تعجب نہیں ہے بلکہ احسن ومناسب امر ہے فقط۔

۲۔ جبکہ فاتحہ عرض وسوال ہے تو سورۃ قرآن کا اسکے بعد پڑھنا اس سوال وعرض کا جواب ہے جسمیں مفصل طور پر تمام انسانی کامیابیوں کا راز ہے۔ جب سوال اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے بعد سورت پڑھی گئی تو بدلالت ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یہ معلوم ہوا کہ سائل کا سوال پورا ہوگیا اور اسکی امید پوری ہوگئی۔ اسلئے اس انعام کے شکریہ میں آداب ونیاز بجالانا اسکے ذمہ ضرور ہوا۔ یہ حکمت بیّن ہے کہ رکوع وسجود مثل آداب ونیاز کے ہیں جو عطائے انعام کے وقت بجالائے جاتے ہیں۔ البتہ اس تقریر کے موافق یہ مناسب تھا کہ سارا قرآن بعد فاتحہ ہر رکعت میں پڑھا جایا کرتا کیونکہ مجموعہ کتاب کی نسبت یہ ارشاد ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یعنے یہ کتاب متقیوں کے لئے ہدایت نامہ ہے۔ شاید یہی وجہ ہوئی کہ بعض صحابہ نے بعض اوقات ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھ لیا تھا۔ مگر جیسے پانی کے ہر قطرہ کو پانی اور خاک کے ہر ذرہ کو خاک کہتے ہیں ایسا ہی قرآن کے ہر ٹکڑے کو بشرطیکہ کتاب ہونا یعنے حال خبر یا طلب ہونا اسمیں پایا جاتا ہو کتاب کہہ سکتے ہیں۔ اسلئے بغرض تخفیف تھوڑا سا پڑھ لینا جائز رکھا چنانچہ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ بھی اس پر شاہد ہے کہ اصل میں یہی تھا کہ سب قرآن پڑھا جایا کرتا۔ پھر تخفیف کے باعث کمی کی اجازت ہوگئی۔

۳۔ بلحاظ عظمت وشان مسئول عنہ کے یہ دونوں ضروری ہیں یعنے فاتحہ کے بعد قرآن کریم میں سے کچھ پڑھا جاتا ہے تاکہ اس حکمنامہ خداوندی کی قرأت وسماعت سے جو امام ومنفرد یکساں ادب کرتے ہیں یہ ظاہر ہوجائے کہ ہم ہر طرح خدا تعالےٰ کے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ اصل غرض ضم سورۃ سے

جواب سوال اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ہے اسلئے سورۃ منضمہ بمنزلہ حکمنامہ احکم الحاکمین کے ہے۔

۴۔ چونکہ دین کے اندر قرآن کریم کی تعظیم اور اسکی تلاوت واجب و لازم ہے اور اس سے بڑھکر کوئی تعظیم کی صورت نہیں کہ جو اسلام کا رکن اعظم اور عبادات میں اصل اور شعار دین میں بڑا نامی شعار ہے اُسکے اندر قرآن کریم کی کسی صورت کا پڑھنا ضروری کیا گیا کیونکہ سورت ایک پورا کلام ہے جسکی بلاغت سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے منکرین نبوت کو عاجز کر دیا۔ دوسرے یہ کہ ہر صورت اپنی ابتدا اور انتہا کی وجہ سے ایک جدا کلام ہوتا ہے اور ہر سورت کی اسلوب جدا جدا ہے اور چونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض مرتبہ سورت کے ایک ٹکڑے کو بھی نماز میں پڑھا اسلئے تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت کو بھی اُسکے حکم میں داخل کیا ہے۔ قاسم۔

۵۔ گویا بندہ کا اپنے خدا تعالے سے طلب ہدایت کا سوال ایسا ہوتا ہے جیسا مریض طبیب سے دوا کی درخواست کرتا ہے کہ امراض اعمال ناوا جبہ و اعتقادات ردیہ سے خلاصی ہو۔ پس خدا تعالے اُسکو فرماتا ہے کہ اپنی مرضوں کے رفع کی دوا میرے کلام سے لو اور اس سے کچھ پڑھ لو یہی ایک دوا عام امراض فسق و شرک ریا و کبر حسد حقد وغیرہ کے لئے کافی و شافی ہے۔ اسکی تلاوت سے تمکو اپنی بیماریوں کی دوا ملیگی۔ پس نمازی فاتحہ کے سوا کچھ قدر قرآن کریم سے پڑھتا ہے۔ گویا فاتحہ ایسی ہے جیسے مریض طبیب کے آگے اپنا حال زار بیان کرتا ہے۔ اور فاتحہ کے ساتھ ضم سورہ کرنا ایسا ہے جیسا کہ طبیب کا بیمار کو دوا بتا دینا اور اسکا اسکو شکریہ سے قبول کر لینا۔ فضل۔

حقیقت رکوع و سجود

۱۔ غور سے دیکھئے تو رکوع و سجود ان دونوں حالتوں پر دلالت کرتے ہیں جو بندہ سراپا اطاعت کو وقت سوال و استماع مژدۂ انجاح و حاجت روائی ہونے چاہئیں۔ یعنے سائل کو اول تو مسئول عنہ کی طرف میلان ضرور ہے اس میلان پر سوال متفرع ہوتا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے اور بعد سننے و استماع مژدۂ جان بخش کے خاص اُس صورت میں جس میں مطلوب دلی طلب رضائے محبوب ہو انقیاد اور امتثال و اطاعت لازم ہے۔ اول پر تو رکوع دال ہے چنانچہ اُدھر کو جھکنا۔

۲۔ جب احکم الحاکمین کا پروانہ قرآن کریم پڑھا گیا تو اُسکی امتثال امر کے لئے جھکنا اور سجدہ کرنا جو اطاعت و فرمانبرداری پر دلالت کرتے ہیں لازم ہوا کیونکہ جب حکام کی طرف سے رعیت کو

حکمنامہ آتا ہے اور انکو پڑھکر سنایا جاتا ہے تو رعیت کی طرف سے اُس حکمنامہ کی اطلاع یابی و اطاعت کا ایک نمونہ ضرور ہوا کرتا ہے۔ سو رکوع و سجود اُس حکم آلہی کی اطاعت پر دال ہیں جو انکو پڑھکر سنایا جاتا ہے۔

۱۳۔ نماز میں انسان کو خدا تعالےٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑتا ہے اور قیام بھی آداب خدمتگاران میں سے ہے رکوع جو دوسرا حصہ ہے بتلاتا ہے کہ گویا تیاری ہے کہ وہ تعمیل حکم آلہی کو کسقدر گردن جھکاتا ہے اور سجدہ کمال آداب اور کمال تذلل اور نیستی کو جو عبادت کا مقصود ہے ظاہر کرتا ہے۔ یہ آداب اور طریق ہیں جو خدا نے بطور یادداشت کے مقرر کئے ہیں۔ اور جسم کو باطنی طریق سے حصہ دینے کی خاطر انکو مقرر کیا ہے۔ قاسم۔

حقیقت ارکان نماز

علاوہ ازیں باطن کے اثبات کی خاطر ایک ظاہری طریق بھی رکھدیا ہے۔ نماز نشست و برخاست کا نام نہیں ہے بلکہ نماز کا مغز اور روح وہ دعا ہے جو ایک لذت اور سرور اپنے اندر رکھتی ہے۔ ارکان نماز دراصل روحانی نشست و برخاست کے لئے ہیں چونکہ رکوع و سجود اسوقت تعظیم پر دلالت کرتے ہیں کہ کچھ دیر تک آدمی اس حالت پر پڑا رہے اور پروردگار عالم کے روبرو اپنے آپ کو پست کرے اور اسکا دل اُس حالت کے اندر اس تعظیم سے خبردار ہوجاوے اسواسطے اسکو ایک رکن لازم قرار دیا گیا۔

چونکہ سجدہ کرنا اور پیٹ کے بل لیٹ جانا۔ اور جو ہیئتیں اُسکے قریب ہیں سب کے اندر سر کا زمین پر رکھنا پایا جاتا ہے۔ مگر تعظیم صرف سجدہ کے اندر ہی پائی جاتی ہے۔ اسواسطے کوئی مابہ الفرق مقرر کرنا ضروری ہوا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰی سَبْعَۃِ آرَابٍ۔ ترجمہ یعنے مجھکو سات اعضاء سے سجدہ کرنیکا حکم ہے۔

رکوع و سجود میں انسان کے عجز و تضرع اور انکسار کا ایک نقشہ ہے کہ جب انسان حالت فنا پر پہونچتا ہے تو وہ خدا تعالےٰ کے آگے سر رکھدیتا ہے۔ مگر یہ باتیں صرف تقریر اور الفاظ کے ساتھ تعلق نہیں رکھتیں جو چاہے اسکو آزمائے اور دیکھے کہ اسکے کیا نتائج ہوتے ہیں خاتم اولیاء

حقیقت قیام نماز

چونکہ کھڑا ہونا بھی کئی قسم کا ہوتا ہے اور سب لوگ ایک طرح سے کھڑے نہیں ہوتے۔

کوئی نیچے کو سر ڈالکر کھڑا ہوتا ہے کوئی جھک کر کھڑا ہوتا ہے اور عرف میں یہ سب کھڑا ہونے میں داخل ہے اسواسطے شارع کو جو انحنا یعنے جھکنا مقصود ہے اُسکو قیام سے تمیز کرنے کی حاجت ہے لہذا رکوع کے ساتھ اُسکو تمیز کر دیا جو اسقدر جھکنے کا نام ہے کہ انگلیوں کی پوریں گھٹنوں تک پہونچ جائیں۔

سمع اللہ کہنے کی حکمت

جھکنا اس عالمِ شہادت میں تعبیرِ میلان ہے اور رکوع کے بعد سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہنا اسپر شاہد ہے۔ اور سمع اللہ کہنا سوائے اِس امر کے موزوں نہیں ہو سکتا کہ رکوع کو سوال حالی کہا جائے اور انتظارِ توجہِ محبوب جسکو اِستماع سے تعبیر کیا جاتا ہے اُسکی مقتضیات میں سے قرار دیجئے

ہر رکعت میں رکوع ایک و سجود دو ہونے کی وجہ

۱۔ چونکہ میلان یعنے جھکنا فی حدِ ذاتہٖ ایک امر واحد ہے اور امتثال کی متعدد صورتیں ہیں تو جیسا حکم ہو ویسا ہی اسکا امتثال ہوگا اسلیئے رکوع میں وحدت اور سجود میں تعدد مطلوب ہوا یا یوں کہئے اصل انقیاد و شوق ہے یا خوف ہے اور باعثِ شوق اگر اسم نافع ہے تو موجب خوف اسم ضار ہے اسلیئے دو سجدے مقرر ہوئے تا تثنیۃ الانواعِ امتثال پر دلالت کرے بہرحال سوالِ قالی کے ساتھ سوالِ حالی بھی جمع کیا گیا تاکہ وہمِ نفاق پاس نہ آنے پائے مگر چونکہ سوالِ حالی گو باعتبارِ تحقق سوالِ قالی سے مقدم ہو لیکن ظہور میں اُس سے متاخر بلکہ اُسکا محتاج تھا۔ اس لئے وہ افعال جو بالطبع مظہرِ احوالِ مشارالیہ ہوں وضع میں سوالِ قالی سے موٴخر ہے۔

تمام عبادات سے فضیلتِ نماز کی وجہ

اِس صورت میں نماز کے تمام ارکان کا استدعائے استماع کے لئے موضوع ہونا زیادہ تر روشن ہوگیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ افضلیت طولِ قنوت غلط نہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جیسے ایمان بایں وجہ کہ وہ نیت ایک عام اور عزمِ انقیادِ مطلق ہے تمام اعمال سے افضل ہے۔ حالانکہ ہر عمل میں نیت خاص کا ہونا ضرور ہے۔ ایسا ہی صلوٰۃ بایں وجہ کہ اُسمیں استدعائے ہدایتِ مطلقہ

اور اظہار امتثال ہوتا ہے۔ جملہ عبادات سے افضل ہے۔

۲۔ جسمانی تعظیم کے اندر اصل تین باتیں ہیں ایک تو سامنے کھڑا ہونا اور ایک سجدہ۔ اور عمدہ تعظیم وہ ہے جو سب کی جامع ہو۔ اور خضوع کے لئے نفس کی تنبیہہ مناسب طور پر اسطرح ہوسکتی ہے کہ تعظیم کی ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف بتدریج انتقال کیا جائے اور اعلیٰ درجہ کی تعظیم سجدہ کرنا ہے بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقصود بالذات سجدہ ہی ہے اور باقی قیام اور رکوع اسکو لئے واسطہ وذرائع ہیں۔ اسواسطے ضروری ہوا کہ اسکو کما حقہ ادا کیا جائے۔ اور اوسکی صورت یہی ہے کہ دو مرتبہ اسکو ادا کریں۔

رفع یدین جائز و ناجائز ہونیکی وجہ

نماز میں بعض محدثین رفع یدین کرتے ہیں انکے نزدیک اسمیں یہ راز ہے کہ رفع یدین ایک تعظیمی فعل ہے جس سے نفس کو ان اشغال کے چھوڑنے پر جو نماز کے منافی ہیں اور مناجات میں داخل ہونے پر آگاہی ہوجاتی ہے اسواسطے تعظیمات ثلاثہ میں سے ہر فعل کی ابتداء رفع یدین سے مقرر کی گئی تاکہ از سر نو ہر دفعہ نفس کو اس فعل کے ثمرہ یعنے تعظیم پر تنبیہہ ہوتی رہے۔ نماز کے اندر جتنے افعال ہیں ان سب کے شروع میں بار بار نفس کو ماسوا کے ترک پر آگاہ کرنا مقصود ہے رفع یدین ان امور میں سے ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی اسکو کیا ہے اور کبھی ترک کیا ہے۔

الغرض یہ دونوں امر سنت ہیں اور ہر ایک کو صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور بعض نے نہیں کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ جبکہ رفع یدین کا کرنا اور ترک دونوں ثابت ہیں تو ایسی صورتوں میں مناسب نہیں ہے کہ تمام شہر والوں کا فتنہ اور شور اپنے اوپر لے لیوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا لَوْلَاحِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ یعنے اگر تیری قوم نو مسلم نہ ہوتی تو میں کعبہ کو منہدم کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد کے موافق بناتا۔

اور کچھ بعید نہیں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی نے خیال کیا ہو کہ اخیر سنت متقررہ پر رفع یدین کا ترک کرنا ہے اس خیال سے کہ نماز کا مدار اعضا کے سکون پر ہے۔

نماز میں سات اعضاء پر سجدہ کرنیکی وجہ

۱۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اِذَا سَجَدَ الْعَبْدُ سَجَدَ مَعَہٗ سَبْعَۃُ اٰرَابٍ اَلْوَجْہُ وَکَفَّاہُ وَرُکْبَتَاہُ وَقَدَمَاہُ ترجمہ یعنے جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اُسکے ساتھ سات اندام سجدہ کرتے ہیں۔ مُنہ اور اُسکی دونوں ہتیلیاں اور اُسکے دونوں گھٹنے اور اُسکے دونوں قدم سجدہ کرتے ہیں۔ چونکہ انسان کے سارے جسم کی ساخت و بناوٹ انہی اندام سبع سے تیار ہوتی ہے لہذا انکے سجدہ کرنے سے سارے جسم کا سجدہ ادا ہو جاتا ہے۔ اور اسی غرض سے سات اندموں کا نام بہ تخصیص فرمایا۔

۲۔ دوزخ کے سات طبقات ہیں اور ان سات اندموں کے سجدہ کرنے سے ساتوں اندموں یعنے سارے جسم کو دوزخ کے سات طبقات سے آزادی ملجاتی ہے۔ فضل۔

نماز میں قومہ مقرر ہونے کی وجہ

چونکہ جب آدمی سجدہ کرنا چاہتا ہے تو سجدہ تک پہونچنے کے لئے اُسکو جھکنا ضرور ہوتا ہے اور وہ جھکنا رکوع نہیں ہوتا بلکہ صرف سجدہ میں پہونچنے کا ذریعہ ہوتا ہے اسلئے ضرورت ہوئی کہ رکوع اور سجدے میں ایک تیسرا فعل جو ان دونوں سے جدا ہے اُنکے درمیان لایا جائے تاکہ رکوع سجدے سے اور سجدہ رکوع سے علیحدہ ہوکر ایک مستقل عبادت ٹھرے اور ہر ایک کے لئے نفس کا ارادہ جدا ہووے تاکہ نفس کو ہر ایک کے اثر معلوم کرنے میں تنبیہ و آگاہی بھی جداگانہ پائی جائے اور وہ تیسرا فعل قومہ ہے۔

نماز میں تعیین جلسہ کا راز

دو سجدے آپسمیں اُسوقت متمیز ہو سکتے ہیں کہ جب ایک تیسرا فعل اُنکے درمیان میں حائل ہوجائے اِسلئے دو سجدوں کے درمیان میں جلسہ مقرر کیا گیا۔ اور چونکہ قومہ اور جلسہ بدون طمینان کے ایک طرح کا کھیل ہے۔ اور آدمی کے ہلکاپنے پر دلالت کرتا ہے جو شانِ عبادت کے بالکل خلاف ہے۔ اور اُن دونوں کو بھی اطمینان کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔

حکمتِ تکرارِ تکبیر بوقت رکوع و سجود

۱۔ ہر مرتبہ جھکنے اور سر اُٹھانے کے وقت تکبیر کہنے میں یہ راز ہے کہ نفس کو ہر مرتبہ خدا کی عظمت اور اُسکی کبریائی پر آگاہی اور تنبیہ ہوتی رہے اور اسکو اپنی ذلت اور مسکنت پر توجہ بڑھتی رہے۔

۲۔ دوسری اس امر میں یہ حکمت ہے کہ جماعت کے لوگ تکبیر کو سنکر امام کا ایک حالت سے دوسری حالت کیطرف منتقل ہونا معلوم کرتے رہیں۔

سجدہ و رکوع میں قرأتی و عا نہ ہونیکا راز

واضح ہو کہ قرآن کریم ملک العلام اور حی و قیوم خدا تعالےٰ کا کلام ہے۔ شاہی کلام اور فرمان ہمیشہ کھڑے ہو کر پڑھا جاتا ہے خصوصاً دربار شاہی میں۔ رکوع و سجود عبودیت اور ذلت کا مقام ہے اس موقعہ پر کلام آلہی کا پڑھنا مناسبت نہیں رکھتا۔ بلکہ اس موقعہ پر عبودیت کے رنگ میں دعا کرنی لازم ہے۔ اس امر کی یہی وجہ ہے کیونکہ رکوع و سجدہ فروتنی کا وقت ہے اور خدا تعالےٰ کا کلام عظمت چاہتا ہے۔ حدیث سے بھی کہیں ثابت نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع یا سجود میں کوئی قرآنی دعا پڑھی ہو۔ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّہٗ قَالَ اَلَا اِنِّی نُھِیْتُ اَنْ اَقْرَأَ الْقُرْاٰنَ رَاکِعًا اَوْ سَاجِدًا فَاَمَّا الرُّکُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِیْہِ الرَّبَّ وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَھِدُوْا فِیْہِ مِنَ الدُّعَآءِ فَقَمِنٌ اَنْ یُّسْتَجَابَ لَکُمْ

ترجمہ۔ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آگاہ رہو کہ مجھے رکوع اور سجدہ میں قرآن پڑھنا منع کیا گیا ہے۔ رکوع میں خدا کی بزرگی بیان کرو اور سجدہ میں دعا کرنے کی کوشش کرو۔ پس یہ امر لائق ہے کہ تمہاری دعا اس سے قبول ہو۔ (مسلم) ۔ نور۔

نماز میں جماہی آنے سے منہ پر ہاتھ رکھنے کی وجہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیَکْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ فِیْ فِیْہِ **ترجمہ**۔ یعنے نماز کے اندر جب تم میں سے کسیکو جماہی آئے تو جہانتک ممکن ہو ضبط کرے اسلئے کہ شیطان اسکے منہ میں گھس جاتا ہے

اس سے مراد یہ ہے کہ جمائی لینے سے اکثر مکھی وغیرہ مُنہ میں پڑ جاتی ہے۔ اسوجہ سے نمازی کا دل بٹ جاتا ہے اور جس امر کے درپے ہے یہ امر اس سے مانع ہو جاتا ہے۔ لہذا اگر جمائی آئے تو مُنہ پر ہاتھ رکھنا مناسب ہوا۔

ظہر و عصر کی نمازوں میں خفیہ و مغرب و عشار و فجر میں جہری قرأت پڑھنے کی وجہ

ظہر و عصر کی نمازوں میں خفیہ اور مغرب و عشار و فجر کی نمازوں میں بلند قرأت پڑھنے کا تقرر نہایت مناسبت اور حکمت الٰہی پر مبنی ہے۔ کیونکہ مغرب و عشار و فجر میں لوگوں کے اکثر مشواغل و اقوال و آوازوں و حرکات میں خاموشی و سکون و آرام ہوتا ہے اور ان وقتوں میں انکو دنیٰ افکار و ہموم بھی کم ہوتے ہیں لہذا ایسے اوقات کی قرأت دلوں میں موثر ہوتی ہے کیونکہ دل افکار و ہموم سے خالی و صاف اور مشواغل و حرکات و اصوات کے نہ ہونے سے کان سننے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ رات کی بات کہی ہوئی کانوں سے گزر کر سیدھی دل پر جا کر لگتی ہے۔ اور پکی و موثر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس امر کیطرف خدا تعالے قرآن کریم میں اشارہ فرماتا ہے اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیۡلِ هِیَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّاَقۡوَمُ قِیۡلًا ترجمہ۔ یعنے رات کے اُٹھنے سے نفس خوب پامال ہوتا اور کچلا جاتا ہے۔ اور بات کہی ہوئی دل پر موثر اور پکی ہوتی ہے اور بیٹھ جاتی ہے یہ امر مسلم ہے اور تجربہ بھی اسی امر کا گواہ ہے۔ کہ خوش الحان آدمیوں اور پرندوں اور باجوں وغیرہ کی آوازرات کو دن کی بہ نسبت دلوں کو زیادہ موثر اور خوش لگتی ہے۔ لہذا جہری قرأت ان اوقات میں پڑھنی مقرر ہوئی جنمیں موثر ہو۔

ظہر و عصر کی نمازوں میں قرآن کے آہستہ پڑھنے میں یہی حکمت ہے کہ دن میں بازاروں اور گھروں کے اندر شور و شغب رہتا ہے اور ان دو وقتوں کے سوا اور وقتوں میں آوازوں کو سکون ہو جاتا ہے اور شور و شغل نہیں ہوتا۔ لہذا ایسے اوقات میں جبکہ آوازوں اور شغلوں میں دلوں کو توجہ نہ ہو تو نصیحت و تذکر بالجہر پڑھنے میں زیادہ تر ممکن ہے اور دن کے اوقات ظہر و عصر میں کثرت مشواغل و حرکات و اصوات کے ہونے سے اور مستغرق امور و افکار سے دلوں کو فراغت کم ہوتی ہے اور بات پر خوب توجہ نہیں جمتی۔ چنانچہ قرآن کریم میں اسی امر کیطرف خدا تعالے نے

ایما فرمایا ہے اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ترجمہ۔ یعنے دن میں تجھکو دور و دراز شغل رہتا ہے اور اُسوقت پوری توجہ نہیں ہوتی۔ اور رات میں دل کو زبان سے اور زبان کو کان سے پوری موافقت ہوتی ہے اسلئے فجر کی نماز میں سب نمازوں سے زیادہ لمبی قرأت کا پڑہنا سنت ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فجر کی نماز میں ساٹھ سے سوآیت تک پڑہتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ فجر کی نماز میں سورۃ بقر اور حضرت عمر ابن خطاب رضہ سورۃ نحل اور سورۃ ہود اور سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ یونس وغیرہ لمبی سورتیں پڑہا کرتے تھے۔ کیونکہ نیند سے جاگنے کے وقت دل کو فراغت ہوتی ہے اور پہلے پہلے جو آواز کان سے گزر کر دل پر پڑے وہ خدا تعالےٰ کا کلام ہو جسمیں انسان کے لیئے سراسر بھلائی و برکت و خیر و خوبی بھری پڑی ہے۔ اور اُسوقت وہ کلام دل میں بلا مزاحمت مؤثر ہوتا اور دل میں خوب جم جاتا ہے۔ دن کی نمازوں یعنے ظہر و عصر کے وقت لوگوں کو شغل ہوتے ہیں اسلئے ان اوقات میں قرأت جہری نہیں رکھی گئی کیونکہ ان اوقات میں شور و غل اور امور و مہمات سے فراغت کم ہوتی ہے۔ اسلئے دن کی نمازوں میں قرأت خفیہ پڑہی جاتی ہے۔ قیم۔

۲ چونکہ قرآن کریم کا سننا واجب و لازم ہے اور بعض لوگ جو امور مجبوریہ و شاغلہ کی وجہ سے پس و پیش نماز ادا کرتے ہیں اور سب لوگ بباعث ایسے امورات کی حفاظت و نگہبانی کے ایک ہی بار جماعت نماز میں شامل نہیں ہوسکتے وہ بوجہ امور شاغلہ و مصروفیت کے کلام الٰہی کے سننے و سمجھنے میں توجہ نہ کرنے تو سخت گناہگار ٹھہرتے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ قرآن کریم کے نہ سننے و نہ سمجھنے والوں کی طرف سے حکایۃً قرآن کریم میں ذکر فرماتا ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہونگے اور کہینگے لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِیْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ترجمہ۔ یعنے اگر ہم خدا تعالےٰ کا کلام سنتے اور اُسکو سوچتے تو اہل دوزخ میں شمار نہ ہوتے۔

الغرض دن کی مصلحت عامہ اس امر کی متقاضی تھی کہ دن کی نمازوں میں قرآن کریم کا پڑہنا خفیہ مقرر ہو سو ایسا ہی ہوا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کا کوئی فعل حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہے۔ رف۔

جمعہ۔ عیدین وغیرہ میں جہری قرأت کی وجہ

جب دن کے وقت کوئی ایسی نماز پیش آجاوے جو نماز کے علاوہ تبلیغ اسلام و تعلیم و وعظ و ترغیب و تلقین کے لیئے مقرر کی گئی ہو تو وہاں قرأت دن میں جہر و آواز سے پڑہنی مقرر ہوئی۔ مثلاً جمعہ

وعیدین اور استسقار اور کسوف کی نمازوں میں قرأت جہری پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ ان وقتوں میں قرأت کا جہر پڑھنا لوگوں کے جمع ہونے کے مقصود کو مفید ہوتا ہے۔ یعنے لوگوں کے لئے تعلیم و تبلیغ احکام و اسلام و وعظ غرض ہوتی ہے جو انکے لئے نہایت مفید و نافع ہے۔ لہذا ایسے موقعوں پر جہری قرأت کا پڑھنا ٹھرایا گیا۔ کیونکہ ان موقعوں پر عام لوگوں کے بڑے بڑے گروہونکو خدا تعالے کا کلام سُنایا جاتا ہے اور انکو تبلیغ احکام کی جاتی ہے کیوں کہ اُن کو ایسے اجتماع کا موقعہ دیر کے بعد ملتا ہے۔ اور یہ امر رسالت کے اعظم مقاصد میں سے ہے۔ چنانچہ اس امر کے متعلق علامہ حضرت ابن قیم یوں ہی فرماتے ہیں اِلَّا اِذَا عَارَضَ فِیْ ذَالِكَ مُعَارِضٌ اَرْجَحُ مِنْهُ كَالْمَجَامِعِ الْعِظَامِ فِي الْعِيْدَيْنِ وَالْجُمُعَةِ وَالْاِسْتِسْقَاءِ وَالْكُسُوْفِ فَاِنَّ الْجَهْرَ حِيْنَئِذٍ اَحْسَنُ وَاَبْلَغُ فِیْ تَحْصِيْلِ الْمَقْصُوْدِ وَاَنْفَعُ لِلْجَمْعِ وَفِيْهِ مِنْ قِرَاۃِ كَلَامِ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَتَبْلِيْغِهٖ فِي الْمَجَامِعِ الْعِظَامِ مَا هُوَ مِنْ اَعْظَمِ مَقَاصِدِ الرِّسَالَةِ **ترجمہ** یعنے مگر جبکہ کوئی ایسی دینی تقریب پیش آجائے تو وہاں قرأت جہر پڑھنی مناسب تر ہے مثلاً بڑے بڑے اجتماع جو جمعہ و عیدیں و نماز استسقار و کسوف میں ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایسے وقتوں میں جہری قرأت کا پڑھنا تبلیغ اسلام کا مقصد حاصل کرنیکے لئے احسن و مناسب تر ہے اور اجتماع کے لئے نافع ہے اور کلام الٰہی کا لوگوں کے اجتماع عظیم کو سنانا رسالت کے بڑے بڑے مقاصد میں سے ہے۔

الغرض ایسی نمازوں میں قران پاک کا جہر پڑھنا مقرر کیا گیا تاکہ لوگوں کو قران کے اندر تدبر کا موقعہ ملے اور اسمیں قران کی عظمت بھی پائی جاتی ہے۔

جمعہ عیدین وغیرہ میں تقریری خطبہ کی وجہ

نماز جمعہ و عیدین و کسوف و استسقار میں خطبہ بھی مقرر کیا گیا تاکہ جو لوگ ناواقف ہیں وہ واقف ہوجائیں اور تبلیغ اسلام و تلقین احکامِ الٰہی اُنکو کماحقہ ہوجاوے اور وہ واقف و عالم ہوجاویں۔ اور جو لوگ باوجود واقف و عالم ہونیکے غافل ہیں اُنکے لئے یاد دہانی ہوجاوے۔ اور وہ ہوشیار و چوکنے ہوجاویں۔

نماز کی ہر دو رکعت کے درمیان تحیہ مقرر ہونے کی وجہ

چونکہ اصل میں نماز دو دو ہی رکعت مقرر ہوئی تھی اور باقی رکعتیں انکی تکمیل کے واسطے ہیں اسواسطے

ہر دو رکعت کے بعد تشہد مقرر ہوئی تاکہ اصل اور فرع میں تمیز ہو جائے اور اسی تمیز کے لئے پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ ضم سورۃ بھی واجب ہوا اور آخری دو رکعتوں کے ساتھ ضم سورۃ مقرر نہیں ہوا۔

نماز میں تغیر ئی تحیہ کی وجہ

۱۔ سلام پھیرنے سے پہلے صحابہ کرام پڑھا کرتے تھے اَلسَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ قَبْلَ عِبَادِہٖ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی جِبْرَئِیْلَ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی فُلَانٍ۔ **ترجمہ**۔ یعنے بندوں سے پہلے خدا تعالےٰ پر سلام۔ جبرئیل پر سلام فلاں شخص پر سلام۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے التحیات کے ساتھ اسکو بدل دیا اور اس بدلنے کی وجہ بھی آپ نے بیان فرمائی۔ لَاتَقُوْلُوْا السَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَالسَّلَامُ **ترجمہ**۔ یعنے مت کہو کہ خدا کے اوپر سلام کیونکہ خدا تعالےٰ کا تو نام ہی سلام ہے۔ یعنے سلامتی کی دعا اس شخص کے لئے مناسب ہے کہ باعتبار ذات کے عدم اور اس کے لواحق سے وہ سالم نہ ہو۔

۲۔ جب حکمنامہ الٰہی کے پڑھنے سے فراغت ہوئی تو حضور الٰہی میں بیٹھ جانے کی اجازت عطا ہوئی اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ ہمارے حضور میں کیا تحفہ لائے ہو تو اسوقت دوزانو بیٹھ کر اس امر کا اظہار کیا جاتا ہے کہ اے خدا تعظیمات قلبی اور عباداتِ بدنی اور مالی کا مستحق تو ہی ہے۔ اور یہی تیرے حضور کے لائق ہے۔ لہذا میرا سارا مال و بدن اس امر کے لئے تیرے حضور میں حاضر ہے۔ پس جبکہ حقیقتِ نماز واقعی یوں ہی ہے تو پھر سخت نادانی و جہالت ہوگی کہ انسان اپنے جان و مال کو خدا تعالےٰ کی راہ میں ہر وقت فدا و قربان کرنے کے لئے تیار نہ رہے اور نفسانی خواہشات میں خدا تعالےٰ کے دیئے ہوئے اموال اور اُسکے پیدا کردہ جسم و جان کو صرف و خرچ کرنے کے درپے رہے اور خدا تعالےٰ کے آگے روزمرہ اوقاتِ خمسہ میں جھوٹ بولے اور اس سے وعدہ خلافیاں کرے۔ فتفکر۔

جلسہ میں دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنے کی وجہ

جلسہ میں دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی ہر ایک نشست و برخاست میں تمام اعضاء کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھنے کا حکم ہے اسلئے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنے سے پاؤں کی انگلیاں سیدھی قبلہ کیطرف متوجہ رہتی ہیں۔ اور بائیں کا حکم اسکے نیچے ہی میں آجاتا ہے اسلئے بائیں پر بیٹھنے کا امر ہے۔

تحیہ نماز میں آنحضرتؐ پر سلام مقرر ہونیکا راز

نماز میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے واسطے بھی سلام مقرر کیا گیا تاکہ نبیؐ کی یاد دل سے نہ بھلائیں اور اُسکی رسالت کا اقرار کرتے ہیں اور نعمت اسلام اور آپ کی تبلیغ رسالت کی قدردانی کریں اور اُسکے شکریہ میں آپ پر سلام بھیجیں مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ ۔ یعنے جو لوگوں کا شکرگذار نہ ہو وہ خدا کا کب شکر کرسکتا ہے۔ اسطرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ حق ادا ہوجائیگا۔ لہذا تحیہ میں آنحضرت پر سلام مقرر ہوا۔

تحیہ نماز میں عام مومنین و صلحا پر سلام مقرر ہونیکی حکمت

نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ میں سلام کو عام کردیا گیا۔ یعنے ہم پر سلام اور خدا تعالے کے نیک بندوں پر سلام۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کی زبان سے یہ نکلا تو ہر ایک نیک بندے کو جو آسمان و زمین میں ہے سلام پہونچ جائیگا۔ اسمیں تعمیم سلام کی وجہ حق ہمدردی بنی نوع کی بجاآوری کے لئے ہے۔

نماز میں تشہد کی وجہ

نماز میں تشہد کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ وہ اعظم الاذکار میں سے ہے اسلئے تشہد نماز کے لئے ایک رکن ٹھہر گیا۔ اگر نماز میں یہ امور نہ پائے جائیں تو نماز سے آدمی ایسا فارغ ہوجائے جسطرح کسی کام سے اعراض کرنے والا اور رُوگردان اسکو تمام کردیتا ہے یا اُسکے تمام کرنے سے اُسکو ندامت ہوتی ہے۔

حکمت اشارہ بالسبابہ عند المحدثین

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اسمیں بھید یہ ہے کہ اُنگلی کے اُٹھانے میں توحید کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ جسکی وجہ سے قول و فعل میں مطابقت ہوجاتی ہے اور توحید کے معنے آنکھوں کے سامنے متمثل ہوجاتے ہیں۔

نماز میں حکمت منع اشکال مکروہہ

نماز میں اُن امور کا عمل میں لانا حکم ہے جو وقار اور عادات حسنہ پر دال ہوں اور اُنکو عاقل پسند کریں اور ایسی عادات نماز میں ظاہر نہ ہونی چاہئیں جنکو غیر ذوالعقول کیطرف منسوب کرتے ہیں۔ مثلاً جیسے مرغ کیطرح ٹھونگ مارنا۔ کتے کیطرح بیٹھنا۔ لومڑی کی طرح زمین پر لیٹنا۔ اونٹ کی طرح بیٹھنا۔ اور درندوں کی طرح ہاتھ زمین پر بچھا دینا۔ اور ایسے ہی وہ ہیئتیں جو متکبّر لوگوں یا اُن لوگوں کی ہوتی ہیں جن پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ اُن سے بھی احتراز کرنا چاہیئے۔ مثلاً کمر پر ہاتھ رکھکر کھڑا ہونا۔

نماز کے رکوع و سجود میں امام سے سبقت کرنیوالیکو گدہے سے تشبیہ دینے کی وجہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَمَا یَخْشَی الَّذِیْ یَرْفَعُ رَأْسَہٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ یُّحَوِّلَ اللّٰہُ رَأْسَہٗ رَأْسَ الْحِمَارِ ترجمہ۔ یعنے امام سے پہلے جو شخص اپنا سر اُٹھا لیتا ہے کیا اسکو اسبات کا خوف نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ اسکا سر گدہے کا سا کر دے۔ گدہے کی تشبیہ میں نکتہ یہ ہے کہ یہ جانور اپنی حماقت اور اہانت میں ضرب المثل ہے لہذا ایسے عاصی نافرمان نے جب امام سے پہلے سر اُٹھانے میں سبقت کی تو اُسپر بہیمیّت اور حماقت کا غلبہ ہے جسکا حشر اپنی صفت یعنے گدہے کی شکل میں ہونا ٹھہرالیا گیا۔ اور تخصیص سر کی اسلئے ہوئی کہ سر ہی نے خدا تعالےٰ کی تابعداری میں سوء ادبی کی تھی۔ اسلئے جس عضو سے یہ قصور ہوا اُس عضو کو یہ سزا دیگئی جسطرح منہ کے داغ دینے کی سزا۔ یا ظاہر میں اس نے آگے پیچھے ہوکر یہ اختلاف کیا اسلئے اختلاف معنوی اور باہم مخالفت کی یہ سزا دیگئی۔

تشہد کے بعد درود و دعا کی وجہ

تشہد کے بعد دعا کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دعا نمازی کو پسند ہو

وہ کرے۔ یہ اسواسطے کہ نماز سے فارغ ہونیکا وقت دعا کرنے کا وقت ہے کیونکہ نماز پڑھنے کی وجہ سے رحمت الٰہی اُسپر چھا جاتی ہے اور ایسی حالت میں دعا مستجاب ہوا کرتی ہے۔ اور دعا کے آداب میں سے پہلے جناب باری کی حمد وثنا بیان کرنا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا توسل کرنا ضروری ہے۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوات وسلام و برکات کے تحفے بھیجے جائیں تاکہ دعا مستجاب ہوجائے پھر اسکے بعد اپنے لئے اور اپنے ماں باپ کے لئے اور تمام اہل اسلام کے لئے دعائے مغفرت وہدایت وغیرہ ضروریاتِ دین کرکے نماز کو ختم کرنیکے لئے دائیں بائیں طرف منہ کرکے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہکر نماز سے فارغ ہوجاتے ہیں اور اگر نماز کو اور بھی طول دینا مقصود ہوتا ہے تو اس جلسہ میں دعا و درود نہیں پڑھتے بلکہ بعد بیان استحقاق عبادات وعرض سلام اللہ اکبر کہکر کھڑے ہوجاتے ہیں اور بدستور سابق ارکانِ مذکورہ ادا کرکے فارغ ہوجاتے ہیں۔

سلام کے ساتھ اختتامِ نماز کی وجہ

۱۔ دائیں بائیں سلام پھیرنے میں اشارہ ہے کہ وقتِ نماز گویا میں اس عالم سے باہر چلا گیا تھا اور ماسوی اللہ سے فارغ ہوکر اُسکی درگاہ میں پہونچگیا تھا اسکے بعد اب پھر آیا ہوں اور موافق رسم آیندگان ہر کسی کو سلام کرتا ہوں۔

۲۔ چونکہ نماز سے طہارت کو زائل کرکے باہر آنا یا اور کوئی اس قسم کا فعل کرکے نماز سے باہر آنا جو نماز کا فاسد اور باطل کرنے والا ہو ایک قبیح اور مکروہ اور تعظیم کے برخلاف تھا اور ایسے فعل کا ہونا بھی ضرور تھا جسپر نماز کا اختتام واتمام ہوجاوے اور جو افعال نماز کے اندر حرام تھے وہ حلال ہوجائیں۔

۳۔ اگر نماز سے باہر آنیکے لئے کوئی خاص فعل نہ مقرر کیا جاتا تو ہر شخص اپنی اپنی خواہش پر چلنے لگتا۔ لہذا ضرور ہوا کہ ایسے ہی کلام سے نماز سے باہر آیا کریں جو لوگوں کے کلام میں بہترین کلام ہو یعنے سلام۔ اور یہ بات واجب کر دیجائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تَحْرِیمُهَا التَّکْبِیرُ وَتَحْلِیلُهَا التَّسْلِیمُ۔

نماز سے باہر آنیکے لیئے اول دائیں طرف سلام دینے کی حکمت

اول سلام دائیں طرف دینے کی حکمت یہ ہے کہ دائیں کو بائیں پر فضیلت و تقدم ہے۔ اور فضیلت و تقدم کا منصب از روئے عدالت اس امر کا متقاضی ہے کہ نماز سے باہر آنیکے وقت پہلے دائیں طرف سلام دیا جائے اور پھر بائیں کی نوبت آوے۔ اسرارِ وضو میں بھی ہم نے اس امر کی کچھ قدر تشریح لکھی ہے وہاں ملاحظہ کرو۔ فصل۔

نماز میں استقبال کعبہ کی حکمت

ا۔ مجردات اور معقولات کو معلوم کرنیکے لیئے خدا تعالےٰ نے انسان کو قوت عقلیہ عطا فرمائی ہے۔ اور انسان کی قوت خیالیہ کو عالم اجسام میں خدا نے تصرف کی قوت دی ہے۔ پس جب انسان کسی محض عقلی امر کو ذہن میں حاضر کرنا چاہے تو لازم ہے کہ اُسکے لیئے کوئی خیالی صورت ہو جسکو محسوس کر سکے تاکہ وہ خیالی صورت اُن عقلی معنوں کے دریافت کرنے میں اُسکی مددگار رہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہندسہ دان کسی امر کا اندازہ و حد معلوم کرنی چاہے تو اسکو لیئے ایک معین صورت و شکل ٹھہرا لیتا ہے۔ تاکہ حس اور خیال اُس امر کلی کے دریافت کرنے میں عقل کے لیئے مددگار بنجاویں۔

۲۔ جب کوئی شخص بادشاہ بزرگ کی مجلس میں پہونچے تو بالضرور اُسکو اُسکیطرف متوجہ ہوکر کھڑا ہونا لازم ہوتا ہے۔ اور اُسکیطرف سے منہ پھیر کر کھڑا ہونا مذموم گنا جاتا ہے۔ اور اُسکے حضور میں کھڑا ہوکر زبان سے اُسکی صفت و ثنا بیان کرنا اور آداب خدمتگاری بجالانا مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ پس قبلہ کیطرف متوجہ ہوکر کھڑا ہونا ایسا ہے کہ گویا انسان خدا تعالےٰ مالک الملوک و احکم الحاکمین کے حضور میں کھڑا ہوتا ہے اور قرأت و تسبیحیں اُسکی صفت و ثنا ہیں اور قیام و رکوع و سجود آداب خدام ہیں۔

۳۔ نماز سے مراد حضورِ دل کے ساتھ خدا تعالےٰ سے التجا و دعا کرنا ہے اور حضور دل جب ہی حاصل ہوتا ہے کہ تمام اعضائے بدن میں سکون اور سب جہات و اطراف سے ترک التفات و ترکِ حرکات ہو کیونکہ جب انسان اپنے ظاہری جسم کو نماز میں ایک معین طرف کو متوجہ کریگا تو اسکا دل بھی اُسیطرف متوجہ ہو جائیگا۔ وجہ یہ کہ ظاہری حرکت باطنی تحریک کے لیئے مددگار ہے

پس ایسی طرف جسکی شرافت و بزرگی اظہر من الشمس ہو متوجہ باطن کے لئے نماز میں اُسی کو متوجہ ہو کر کھڑا ہونا مناسب تر ہے۔

۴۔ خدا تعالےٰ مومنوں میں الفت و محبت کو پسند اور مخالفت کو ناپسند کرتا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۳۔ ترجمہ۔ یاد کرو خدا تعالےٰ کی نعمت کو جو اس نے تم پر کی ہے جبکہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت ڈالدی پس تم اسکی نعمت سے آپس میں بھائی بنگئے۔

اگر آدمی اپنے خیال سے الگ الگ جہتیں مقرر کرکے نماز میں کھڑے ہوتے تو اُنمیں بظاہر مومنوں کا آپس میں اختلاف نظر آتا۔ لہذا خدا تعالےٰ نے اُنکے لئے ایک معین طرف مقرر کردی اور اسکیطرف سب کو نماز میں رُخ کرنیکا امر فرمایا تاکہ اُسکے سبب انمیں موافقت حاصل ہوجاوے۔ خدا تعالےٰ کا سب مومنوں کو نماز میں ایک ہی طرف کھڑا ہونیکا حکم دینا اسبات کیطرف اشارہ کرتا ہے کہ خدا تعالےٰ کو بندوں کے اعمال خیر میں موافقت پسند اور مخالفت ناپسند ہے۔

۵۔ خدا تعالےٰ نے کعبہ کو بنیتی فرماکر اپنے گھر کی نسبت دی ہے اور مومنوں کو اپنی عبادت کے لئے مخصوص کیا ہے اور یہ دونوں نسبتیں خصوصیت و تکریم کے لئے ہیں تو گویا خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے مومن تو میرا بندہ ہے اور کعبہ میرا گھر ہے۔ اور نماز میری خدمت عبادت ہے۔ پس اپنا رُخ میری خدمت و عبادت کے لئے میرے گھر کیطرف اور اپنے دل کو میریطرف کردے۔

۶۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے اَلْكَعْبَةُ سُرَّةُ الْأَرْضِ وَوَسَطُهَا فَأَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى جَمِيعَ خَلْقِهٖ بِالتَّوَجُّهِ إِلٰى وَسَطِ الْأَرْضِ فِيْ صَلٰوتِهِمْ وَهُوَ إِشَارَةٌ إِلٰى أَنَّهٗ يُحِبُّ الْعَدْلَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ وَلِأَجْلِهٖ جَعَلَ وَسَطَ الْأَرْضِ قِبْلَةً لِلْخَلْقِ۔ ترجمہ۔ کعبہ زمین کی ناف اور اُسکے درمیان میں واقع ہے۔ پس خدا تعالےٰ نے اپنی تمام مخلوق کو زمین کے وسط کیطرف نماز میں توجہ کرنے کا امر فرمایا۔ اور اسمیں یہ اشارہ مرکوز ہے کہ وہ ہر چیز میں عدل کو پسند کرتا ہے اسی لئے زمین کے وسط کو اُس نے مخلوق کا قبلہ ٹھرایا۔ (رازی)۔

نماز میں لذت و عدم لذت کا باعث

در اصل نماز ایک خاص دعا ہے مگر اکثر لوگ اسکی حقیقت سے ناواقف ہیں اور وہ اس کو بادشاہوں کا ٹکس سمجھتے ہیں۔ نادان اتنا نہیں جانتے کہ بھلا خدا تعالے کو ان باتوں کی کیا حاجت ہے۔ اسکے غنا ذاتی کو اسبات کی کیا حاجت ہے کہ انسان دعا و تسبیح اور تہلیل میں مصروف ہو۔ بلکہ اسمیں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے کہ وہ اس طریق پر اپنے مطلب کو پہونچ جاتا ہے۔ آجکل یہ دیکھکر بڑا افسوس ہوتا ہے کہ عبادت اور تقوٰی و دینداری سے لوگوں کو محبت نہیں رہی اسکی وجہ ایک عام زہریلہ اثر رسم کا ہے اسیوجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت لوگوں کے دلوں سے سرد ہو رہی ہے اور عبادت میں جس قسم کا مزہ آنا چاہیئے وہ مزہ نہیں آتا۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جسمیں لذت اور ایک خاص حظ خدا تعالے نے نہ رکھا ہو جیسطرح کہ ایک مریض عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ چیز کا مزا نہیں اُٹھا سکتا اور وہ اُسکو تلخ یا بالکل پھیکا سمجھتا ہے۔ اسیطرح وہ لوگ جو عبادت الٰہی میں حظ اور لذت نہیں پاتے انکو اپنی بیماری کا فکر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسمیں خدا تعالے نے کوئی نہ کوئی لذت نہ رکھی ہو۔ اللہ تعالے نے بنی نوع انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا تو پھر کیا وجہ ہے کہ اُس عبادت میں اُسکے لئے لذت اور سرور نہ ہو۔ لذت اور سرور تو ہے مگر اس سے حظ اُٹھانے والا بھی تو ہو۔ اللہ تعالے فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ترجمہ۔ یعنے میں نے جنوں و انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے پس جبکہ انسان عبادت ہی کے لئے پیدا ہوا ہے تو ضرور ہے کہ عبادت میں لذت و سرور بھی درجۂ غایت کا رکھا ہو۔ اسبات کو ہم اپنے روزمرہ کے مشاہدہ اور تجربہ سے خوب سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً دیکھو اناج اور تمام خوردنی اور نوشیدنی اشیاء خدا نے انسان کے لئے پیدا کی ہیں تو کیا انسان ان سے ایک لذت اور حظ نہیں پاتا ہے۔ کیا اس ذائقہ مزے اور احساس کے لئے اُسکے منہ میں زبان موجود نہیں۔ کیا وہ خوبصورت اشیاء دیکھکر نباتات ہوں یا جمادات حیوانات ہوں یا انسان حظ نہیں پاتا۔ کیا دل خوش کن

اور سریلی آوازوں سے اُسکے کان محظوظ نہیں ہوتے۔ پھر کیا کوئی دلیل اَور بھی اس امر کے اثبات کے لیئے مطلوب ہے کہ عبادت میں لذت نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے عورت اور مرد کو جوڑا پیدا کیا اور مرد کو رغبت دی ہے۔ اب اسمیں زبردستی نہیں کی بلکہ ایک لذت بھی دکھلائی ہے۔ اگر محض توالد و تناسل ہی مقصود بالذات ہوتا تو مطلب پورا نہ ہوتا۔ عورت اور مرد کی برہنگی کی حالت میں انکی غیرت قبول نہ کرتی کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلق پیدا کریں۔ مگر اسمیں اُنکے لئے ایک حظ ہے اور ایک لذت ہے یہ حظ اور لذت اس درجہ تک پہونچتی ہے کہ بعض کوتہ اندیش انسان اولاد کی بھی پرواہ اور خیال نہیں کرتے بلکہ انکو صرف حظ سے ہی کام اور غرض ہے۔ خدا تعالےٰ کی علت غائی بندوں کا پیدا کرنا تھا اور اس سبب کے لئے ایک تعلّق عورت اور مرد میں قائم کیا اور ضمناً اس میں ایک حظّ رکھدیا جو اکثر نادانوں کے لئے مقصود بالذات ہو گیا۔ اسیطرح سے خوب سمجھ لو کہ عبادت بھی کوئی بوجھ اور ٹیکس نہیں ہے۔ اسمیں بھی ایک لذت اور سرور ہے۔ اور یہ لذت اور سرور دنیا کی تمام لذتوں اور تمام حظوظ سے بالاتر ہے جیسے مرد اور عورت کے باہمی تعلقات میں ایک لذت ہے۔ اور جو مرد صحیح و تندرست ہے وہ اس حظ سے بہرہ مند ہو سکتا ہے مگر ایک نامرد اور مخنّث وہ حظ نہیں پا سکتا جو صحیح القویٰ انسان حظّ اُٹھاتا ہے۔ جیسے ایک مریض کسی عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ غذا کی لذت سے محروم ہے اسیطرح وہ کم بخت انسان ہے جو عبادت آلہی سے لذت نہیں پا سکتا۔ عورت اور مرد کا جوڑ تو باطل اور عارضی جوڑا ہے اور حقیقی و ابدی اور لذت مجسّم جو جوڑ ہے وہ انسان اور خدا تعالےٰ کا ہے۔

دیکھو ایک دن اگر کسیکو روٹی کھانیکا مزا نہ آوے تو وہ طبیب کے پاس جاتا اور کیسی کیسی منّتیں اور خوشامدیں کرتا۔ روپیہ خرچ کرتا اور دُکھ اُٹھاتا ہے کہ وہ مزا حاصل ہو۔ وہ نامراد جو اپنی بیوی سے لذت حاصل نہیں کر سکتا بعض اوقات گھبرا کر خودکشی کے ارادہ تک پہونچ جاتا ہے اور اکثر موتیں اس قسم کی ہو جاتی ہیں۔ مگر آہ وہ مریض دل وہ نامراد کیوں کوشش نہیں کرتا جسکو عبادتِ آلہی میں لذت نہیں آتی۔ اُسکی جان کیوں غم سے نڈھال نہیں ہو جاتی۔ دنیا اور

اُسکی خوشبوؤں کے لئے کیا کچھ کرتا ہے۔ مگر ابدی اور حقیقی راحتوں کی وہ پیاس اور تڑپ نہیں پاتا۔ کسقدر بدنصیب ہے۔ کیسا محروم ہے۔ عارضی اور فانی لذتوں کے علاج تلاش کرتا ہے اور پالیتا ہے کیا ہو سکتا ہے کہ مستقل اور ابدی لذت کے علاج نہ ہوں۔ ہیں اور ضرور ہیں مگر تلاش حق میں مستقل اور پیہم قدم درکار ہیں۔ قرآن کریم میں ایک موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے صالحین کی مثال عورتوں سے دی ہے۔ اسمیں بھی سِرّ اور بھید ہے۔ ایمان لانیوالونکو مریم اور آسیہ سے مثال دی ہے۔ یعنے خدا تعالےٰ مشرکین میں سے مومنوں کو پیدا کرتا ہے۔

بہرحال عورتوں سے مثال دینے میں دراصل ایک لطیف راز کا اظہار ہے یعنے جسطرح عورت اور مرد کا باہم تعلق ہوتا ہے اسیطرح پر عبودیت اور ربوبیت کا رشتہ ہے۔ اگر عورت اور مرد کی باہم موافقت ہو اور ایک دوسرے پر فریفتہ ہو تو وہ جوڑا ایک مبارک اور مفید ہوتا ہے ورنہ نظام خانگی بگڑ جاتا ہے اور مقصود بالذات حاصل نہیں ہوتا ہے مرد اور شکہ جذب ہو کر صدہا قسم کی بیماریاں لے آتے ہیں آتشک سے مجذوم ہو کر دنیا میں ہی محروم ہو جاتے ہیں اور اگر اولاد ہو بھی جائے تو کئی پشت تک یہ سلسلہ برابر چلا جاتا ہے اور اوہر عورت بے حیائی کرتی پھرتی ہے اور عزت و آبرو کو ڈبو کر بھی سچی راحت حاصل نہیں کرسکتی۔ غرض اس جوڑے سے الگ ہو کر کسقدر بدنتائج اور فتنے پیدا ہوتے ہیں اسیطرح پر انسان روحانی جوڑے سے الگ ہو کر مجذوم اور مخذول ہو جاتا ہے۔ دنیاوی جوڑے سے زیادہ رنج و مصائب کا نشانہ بنتا ہے۔ جیسا کہ عورت اور مرد کے جوڑے سے ایک قسم کی بقار کے لئے حظ موجود ہے۔

صوفی کہتے ہیں کہ جسکو یہ حظ نصیب ہو جاوے وہ دنیا اور ما فیہا کے تمام حظوظ سے بڑھکر ترجیح رکھتا ہے۔ اگر ساری عمر میں ایک بار بھی اسکو معلوم ہو جائے تو اسمیں ہی فنا ہو جائے لیکن مشکل تو یہ ہے کہ دنیا میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے اس راز کو نہیں سمجھا۔ اور انکی نمازیں صرف ٹکریں ہیں۔ اور اوپرے دل کے ساتھ ایک قسم کی قبض اور تنگی سے صرف انشست اور برخاست کے طور پر ہوتی ہے۔

خدا تعالےٰ سے نہایت سوز اور ایک جوش کے ساتھ یہ دعا مانگنی چاہیئے کہ جسطرح اور پھلوں اور اشیاء کی طرح طرح کی لذتیں عطا کی ہیں نماز اور عبادت کا بھی ایکبار مزا چکھا دے

کھایا ہوا یاد رہتا ہے۔ دیکھو اگر کوئی شخص کسی خوبصورت کو ایک سرور کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ اُسے خوب یاد رہتا ہے اور اگر کسی بدشکل یا مکروہ ہیئت کو دیکھتا ہے تو اُسکی ساری حالت باعتبار مجسم ہوکر سامنے آجاتی ہے۔ اسی طرح نماز بے نمازوں کے نزدیک ایک تاوان ہے کہ ناحق صبح اُٹھ کر سردی میں وضو کرکے خواب راحت چھوڑکر اور کئی قسم کی آسائشوں کو کھونا پڑتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کو نماز سے بیزاری ہے وہ اُس لذت اور راحت کو سمجھ نہیں سکتے جو نماز میں ہے۔ ان کو اطلاع نہیں ہے پھر نماز میں کیونکر لذت حاصل ہو۔ احمد۔

نماز میں حصول حضور و لذت کا طریق

ایک شرابی اور نشہ باز انسان کو جب سرور نہیں آتا تو وہ پے در پے پیالے پیتا جاتا ہے یہانتک کہ اسکو ایک قسم کا نشہ آجاتا ہے۔ دانشمند اور بزرگ انسان اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ نماز پر دوام کرے اور پڑھتا جائے یہانتک کہ اس کو سرور آجاوے۔ اور جیسے شرابی کے ذہن میں ایک لذت ہوتی ہے جس کا حاصل کرنا اس کا مقصود بالذات ہوتا ہے اسیطرح ذہن میں اور ساری طاقتوں کا رجحان نماز میں حاصل کرنا ہو اور ہر ایک خلوص اور جوش کے ساتھ کم از کم اس نشہ باز کے اضطراب اور قلق و کرب کی مانند ہی ایک دعا پیدا ہو کہ وہ لذت حاصل ہو۔ یقیناً وہ لذت حاصل ہوجائیگی پھر نماز پڑھتے وقت ان مفاد کا حاصل کرنا بھی ملحوظ ہو جو اس سے ہوتے ہیں اور احسان پیش نظر ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ترجمہ نیکیاں برائیوں کو زائل کر دیتی ہیں ۔

پس ان حسنات اور لذات کو دل میں رکھ کر دعا کرے کہ وہ نماز جو کہ صدیقوں اور محسنوں کی ہے وہ نصیب کرے۔ یہ جو فرمایا ہے کہ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ یعنے نماز جو تمام نیکیوں کا مجموعہ ہے۔ بدیوں کو دُور کر دیتی ہے یا دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ نماز فواحش اور برائیوں سے بچاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ باوجود نماز پڑھنے کے پھر بدیاں کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نمازیں پڑھتے ہیں مگر نہ رُوح اور نہ راستی کے ساتھ وہ صرف رسم اور عادت کے طور پر ٹکریں مارتے ہیں۔ ان کی رُوح مُردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام حسنات

نہیں رکھا اور یہاں جو حسنات کا لفظ رکھا الصلوٰۃ کا لفظ نہیں رکھا باوجودیکہ معنے وہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تا نماز کی خوبی اور حسن وجمال کی طرف اشارہ کرے کہ وہ نماز بدیوں کو دُور کرتی ہے جو اپنے اندر ایک سچائی کی روح رکھتی ہے۔ اور فیضان کی تاثیر اس میں موجود ہے۔ وہ نماز یقیناً برائیوں کو دور کرتی ہے۔ احمد۔

روح نماز

نماز نشست و برخاست کا نام نہیں ہے۔ نماز کا مغز اور روح وہ دُعا ہے۔ جو ایک لذت اور سرور اپنے اندر رکھتی ہے۔ ارکان نماز دراصل روحانی نشست وبرخاست کے لئے مقرر ہیں ✤ احمد۔

نماز میں تعین دو تین چار رکعات کی وجہ

۱۔ چونکہ تھوڑی سی نماز کا کچھ معتدبھا فائدہ نہیں ہوتا اور بہت سی نماز لوگوں پر بہت گراں ہوتی اور ان کو اس کا ادا کرنا دشوار ہو جاتا اس واسطے حکمت الٰہی کا اقتضا ہوا کہ کم از کم دو رکعتیں مقرر کی جائیں پس دو رکعت نماز کا کم درجہ قرار پایا۔ اس واسطے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّة ۔ یعنے ہر دو رکعت میں التحیات ہے ✤

۲۔ یہاں ایک بڑا بھاری راز ہے وہ یہ کہ تمام حیوانات اور نباتات کے پیدا کرنے میں خدا تعالےٰ کی یوں عادت جاری ہے کہ ہر فرد کے دو ٹکڑے ہوتے ہیں۔ اور وہ دونوں ملاکر ایک شئے کردی جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ یعنے قسم ہے جفت اور طاق کی۔ حیوان کی دو طرفیں تو معلوم ہوتی ہیں اور بسا اوقات ایک طرف کو کچھ مرض وغیرہ عوارض لاحق ہو جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف اُن سے محفوظ رہتی ہے جیسے فالج کے اندر ✤

۳۔ نباتات کے اندر گٹھلی اور تخم کی دو طرفیں ہوتی ہیں اور جب شروع شروع میں کوئی درخت اُگتا ہے تو پہلے دو ہی پتے نمودار ہوتے ہیں۔ یہ ہر ایک پتہ انہی دونوں گٹھلی اور تخم کی ایک ایک طرف کی میراث ہوتا ہے پھر اسی طور سے اس کا نشو ونما ہو جاتا ہے جناب باری تعالیٰ کا یہی قانون قدرت

عالمِ خلق سے عالمِ تشریع کی طرف خطیرۃ القدس کے اندر منتقل ہوا۔ کیونکہ تدبیر خلق کی فرع ہے اور پھر خطیرۃ القدس سے نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب میں اس کا انعکاس ہوا۔ اس لئے تمام نمازوں میں دو رکعت سے کم کوئی نماز مقرر نہیں کی گئی۔ اور وہ دو رکعتیں باہم بمنزلہ ایک چیز کے کر دی گئی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں فَرَضَ اللّٰہُ الصَّلٰوۃَ حِیْنَ فَرَضَھَا رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَاُقِرَّتْ صَلٰوۃُ السَّفَرِ وَزِیْدَ فِی الْحَضَرِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِلَّا الْمَغْرِبَ فَاِنَّھَا کَانَتْ ثَلٰثًا ترجمہ۔ یعنے خدا تعالےٰ نے جب نماز کو مقرر فرمایا ہے۔ حضر و سفر میں دو دو رکعت مقرر فرمایا ہے پھر سفر کی نماز بدستور رہی اور حضر کی نماز بڑھا دی گئی۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ بجز مغرب کی نماز کے کہ وہ تین ہی رکعتیں ہیں ؎

۴۔ عدد رکعات کے اندر اصل یہ ہے کہ فرض جو کسی صورت میں ساقط نہ ہو سکے وہ گیارہ رکعتیں ہیں اور یہ اس واسطے کہ حکمتِ الٰہی اس بات کی مقتضی ہوئی۔ کہ دن و رات میں کوئی عدد مبارک متوسط درجہ کا مقرر ہونا چاہیئے کہ نہ تو وہ بہت ہو جو تمام مکلفین پر اُس کا ادا کرنا دشوار ہو جائے اور نہ بہت کم ہو کہ جس کے سبب سے نماز کا فائدہ حاصل نہ ہو سکے۔ تمام اعداد میں سے گیارہ کا عدد وتر حقیقی کے ساتھ زیادہ مُشابہت رکھتا ہے ؎

پھر جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکّہ سے ہجرت فرمائی۔ اور اسلام کو استحکام ہو چکا اور بہت سے لوگ اس کے خادم بن گئے اور عبادات کا شوق لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گیا تو دن رات کی نمازوں میں چھ رکعتیں فرض اور بڑھا دی گئیں۔ اور سفر کی نماز بدستور باقی رہی اور اُس کی وجہ یہ ہوئی کہ زیادتی اگر کسی چیز کی کیجائے تو اصل شئے کے برابر یا اُس سے زیادہ ہونا اس کا بالکل غیر مناسب ہے اس لئے یہ مناسب ہوا کہ اول عدد پر اس کا نصف بڑھا دیا جائے۔ مگر گیارہ کا نصف پورا عدد نہیں ہوتا اس لئے یا تو پانچ کی زیادتی کیجاتی یا چھ کی مگر گیارہ پر پانچ زیادہ کرنے سے پورا عدد طاق نہیں رہتا بلکہ جفت ہو جاتا ہے۔ اس لئے چھ کی زیادتی لامحالہ کرنی ضرور ہوئی۔ اب باقی رہا اوقات کے اوپر اس پورے عدد کا تقسیم کرنا تو اس کا انبیائے سابقین کے آثار پر مدار رکھا گیا جیسا کہ اخبار میں مذکور ہے اور نیز مغرب چونکہ سب نمازوں سے آخر کی نماز ہے اس لئے کہ عرب کے لوگ راتوں کو دنوں سے پہلے شمار کیا کرتے ہیں۔ اس واسطے مناسب ہوا کہ وہ ایک عدد

جس نے پورے عدد کو طاق کر دیا وہ اس میں پایا جائے اور مغرب کے وقت میں چونکہ گنجائش کم ہوتی ہے اس واسطے مغرب کے اندر بڑھانا مناسب نہ تھا۔ اور فجر کا وقت سونے کا اور کسل کا وقت ہے اسلئے عدد رکعات میں اسکے اندر زیادتی نہیں کی گئی بلکہ جس سے ہوسکے اُس کے لئے طول قرأت مستحب کیا گیا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ترجمہ یعنے اور فجر کو قرآن کا پڑھنا لازم ہے کیونکہ فجر کو قرآن کا پڑھنا مؤثر ہوتا ہے اور اس میں حضور دل ہوتا ہے۔

فرضوں کے اول و بعد سنتیں مقرر ہونے کی وجہ

اصل بات یہ ہے کہ اشغال دنیاوی خدا کی یاد سے انسان کو غافل کر دیتے ہیں۔ لہذا ایسی بات کی ضرورت ہوئی کہ اس کدورت کے صاف کرنے کی غرض سے قبل از فرائض اس کا استعمال کیا کریں تاکہ فرائض کے اندر ایسے وقت میں شروع پایا جاوے کہ تمام شغلوں سے دل خالی اور سب سے خاطر جمع ہو۔ اور بسا اوقات آدمی اس طرح نماز پڑھ لیتا ہے کہ نماز کا فائدہ اس کو پوری طرح حاصل نہیں ہوتا۔ لہذا ضروری ہوا کہ فرائض کے بعد بھی اس مقصود کے پورا کرنے کے لئے کچھ نماز ادر مقرر کی جائے تاکہ جو کمی و قصور فرائض میں ہو اُنکی سنتوں کے ذریعہ تکمیل ہو اور جبر کسر ہو جاوے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اِنَّ اَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الصَّلوٰةُ الْمَكْتُوْبَةُ فَاِنْ اَتَمَّهَا كُتِبَتْ لَهٗ نَافِلَةً فَاِنْ لَمْ يَكُنْ اَتَمَّهَا قَالَ سُبْحَانَهٗ لِمَلٰٓئِكَتِهٖ اُنْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَاَكْمِلُوْا بِهَا مَا ضَيَّعَ مِنْ فَرِيْضَتِهٖ ثُمَّ تُؤْخَذُ الْاَعْمَالُ عَلٰى حَسَبِ ذٰلِكَ ترجمہ یعنے قیامت کے دن مسلمان بندہ کی نماز کا پہلے حساب ہوگا اگر وہ نماز اس نے کامل کرکے ادا کی تو اس کا ثواب اُسکو ملیگا ورنہ خداوند تعالیٰ فرشتوں کو فرمائیگا کہ میرے بندہ کی عبادت نفلی دیکھو اُسکے ساتھ اُسکے فرائض ناقصہ کو کامل کرو۔ اسی طرح سب اعمال کا حساب ہوگا۔

فجر کی نماز کے بعد سنتیں نہ مقرر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اشراق کی نماز تک بیٹھنے اور نمازِ اشراق و طولِ قرأت سے وہ درجہ ملجاتا ہے اور نیز وہ اکثر عام لوگوں کی فرصت کا وقت کم ہوتا ہے اور عصر کی نماز کے اول و بعد سنتیں پڑھنے میں مجوس سے مشابہت ہوتی ہے لہذا مقرر نہیں ہوئیں

الغرض حسب فرمودۂ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام شب و روز کی نمازوں میں بارہ رکعات موکدہ سنتیں مقرر ہیں چنانچہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ ثَابَرَ عَلٰی ثِنْتَیْ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً مِنَ السُّنَّۃِ بُنِیَ لَہٗ بَیْتٌ فِی الْجَنَّۃِ۔ اَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّھْرِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الظُّھْرِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ **ترجمہ** یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے بارہ رکعات سنت ہمیشہ پڑھیں اُسکے لئے بہشت میں مکان بنایا جائیگا۔ وہ چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں فجر کے پہلے ہیں۔

تقرری نماز وتر کی وجہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ فَاَوْتِرُوْا یَا اَھْلَ الْقُرْاٰنِ۔ ترجمہ یعنے خدا تعالےٰ طاق ہے طاق کو پسند کرتا ہے اس لئے اے اہل قرآن تم نماز طاق پڑھا کرو۔ ہم قبل ازیں اوپر لکھ چکے ہیں کہ ابتداء میں خدا نے شب و روز میں گیارہ رکعتیں فرض مقرر کیں بعد ازاں گیارہ رکعات فرض اور شب و روز کے لئے ان کے ساتھ سفر کے اندر بڑھا دیں۔ بعد ازاں جو لوگ محسنین کے درجہ میں ہیں انکے لئے تین رکعات نماز وتر بڑھائی گئی۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ جو لوگ احسان کے درجہ کی قابلیت رکھتے ہیں۔ ان کے لئے مقدار سے زیادہ کی حاجت ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ شب کے اُٹھنے میں مشقت ہوتی ہے۔ اس لئے قیام اللیل کو تمام اُمت پر لازم نہیں کیا۔ اور شروع شب میں وتر پڑھنے کی اجازت فرمادی اور اس کے ساتھ ہی تاخیر سے پڑھنے کی رغبت فرماتے رہے۔ چنانچہ فرمایا مَنْ خَافَ اَنْ لَّا یَقُوْمَ اٰخِرَ اللَّیْلِ فَلْیُوْتِرْ اَوَّلَہٗ وَمَنْ طَمِعَ اَنْ یُّوْتِرَ اٰخِرَہٗ فَاِنَّ صَلٰوۃَ اللَّیْلِ مَشْھُوْدَۃٌ وَّذٰلِکَ اَفْضَلُ **ترجمہ** یعنے جس شخص کو آخر رات میں اُٹھنے کا اندیشہ ہو کہ وہ نہ اُٹھ سکیگا۔ تو اول رات میں ہی وتر پڑھ لے اور جس کو آخر رات میں پڑھنے کا طمع ہو وہ آخر رات میں وتر پڑھے کیونکہ رات کی نماز میں حضور دل ہوتا ہے اور یہ بات افضل ہے۔

وجہ تقرری دعائے قنوت وتر و وجہ تسمیہ قنوت

قنوت اور ادعیہ مسنونہ کی طرح دعا ہے اور اس کا پڑھنا کسی طرح مسنون ہے اور علمائے حنفیہ کے نزدیک قنوت کا پڑھنا رات کے وتروں میں مخصوص ہے ۔

چونکہ اس دُعا میں انسان خدا تعالیٰ کے آگے اپنی فرمانبرداری و اطاعت الٰہی کا اظہار کرتا ہے اس لئے اس دعا کا نام قنوت ہوا۔ کیونکہ قنوت کے معنے فرمانبرداری و اطاعت کے ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ترجمہ یعنے قائم رہو خدا تعالیٰ کے آگے فرمانبردار بن کر ۔

چھوٹے لڑکوں کو نماز کی جماعت میں سب سے پیچھے کھڑا کرنے کی وجہ

لڑکوں کو نمازِ جماعت میں سب سے پیچھے کھڑا ہونے کا حکم اس وجہ سے ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ کسی کی ہوا خارج ہونے پر یا کسی اور امر پر ہنس پڑیں تو دوسروں کی نماز بھی خراب ہو۔ دیکھو کیسی نیکی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ کسی کی ہوا خارج ہوگئی۔ اور بدبو کی وجہ سے اس کا پتہ لگ گیا۔ اب انہوں نے دیکھا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ شخص شرم سے وضو نہ کرے اور گناہ کا مرتکب ہو جائے۔ نماز توڑ دی اور کہا کہ آؤ ہم دوبارہ سب وضو کریں۔ کیونکہ وضو تو وہی ہے۔ دوسری دفعہ وضو کرنے سے نور علیٰ نور ہو جائیگا۔ اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ہمیشہ اسی طرح کئے جاؤ۔ بلکہ یہ ایک موقعہ تھا جو کسی خوش اسلوبی سے پورا کیا گیا۔ احمد!

جماعتِ نماز کی صفوں کو برابر کرنے کی وجہ

نماز میں جو جماعت رکھی ہے اور جماعت کا زیادہ ثواب لکھا ہے اس میں یہی غرض ہے کہ اس سے قوم میں وحدت پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر اس وحدت کو عملی رنگ میں لانے کی یہانتک ہدایت اور تاکید ہے کہ باہم پاؤں بھی مساوی ہوں اور صف سیدھی ہو۔ اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ گویا ایک ہی انسان کا حکم رکھیں اور ایک کے انوار دوسرے کے جسم میں سرایت کر سکیں۔ وہ تمیز جس سے خودی اور خود غرضی پیدا

ہوتی ہے نہ رہے ۔ یہ خوب یاد رکھو کہ انسان میں یہ قوت موجود ہے ۔ احمد ۔

جماعت کی نماز میں کثرت ثواب کا راز

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو کسی عمل کے فضائل یا کسی شے کے اجمالی حصے ظاہر ہوئے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فضائل کے منضبط کرنے کی وجہ قائم کرنے میں اجتہاد فرمایا اور اس کے لئے ایسے عدد مقرر فرمائے جو کثیر الوقوع یا عظیم الشان وغیرہ ہوا کرتے ہیں ۔ اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کو کہ تنہا نماز پڑھنے پر جماعت کی نماز کو ستائیس درجہ فضیلت ہے ۔ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلٰوۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً ترجمہ یعنے جماعت کی نماز تنہا سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے ۔ اس لئے کہ ستائیس کا عدد تین کو تین میں ضرب دینے سے پھر مضروب فیہ کو تین میں ضرب دینے سے حاصل ہوتا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں جماعت کے فائدے تین قسم کے ہیں ۔ ایک وہ جن کا اثر خود نمازی کے جسم پر ہوتا ہے ۔ اُسمیں تہذیب آجاتی ہے ۔ قوت ملکی کا ظہور ہوتا ہے ۔ بہیمی حالت دب جاتی ہے ۔ اور ایک حصہ کا اثر لوگوں کی جماعت پر ہوتا ہے کہ ایک مبارک روش ان میں پھیل جاتی ہے ۔ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ شوق ظاہر کرتے ہیں اس سے انمیں تہذیب آجاتی ہے ۔ اور سب ملکر مشفقانہ برتاؤ کرتے ہیں ۔ اور ایک حصہ کا اثر ملت مصطفویہ پر پڑتا ہے کہ اس میں اصلی شادابی اور تروتازگی رہتی ہے ۔ تحریف یا سستی اسمیں نہیں ملسکتی ۔ اور نیز پہلے حصہ میں تین منفعتیں ہیں ۔ بارگاہِ خداوندی اور نیز ملاء اعلیٰ سے نزدیکی ۔ ان کے لئے نیکیاں مندرج ہوتی ہیں ۔ اور ان سے برایاں دور کیجاتی ہیں ۔ ایسے ہی دوسرے حصہ میں بھی تین منافعے ہیں ۔ لوگوں کے خاندان اور شہر کا منتظم رہنا ۔ دنیا میں ان پر برکتوں کا نازل ہونا ۔ آخرت میں ایکدوسرے کے لئے شفاعت کرنا ۔ اور تیسرے حصہ میں بھی تین امر پر منفعت ہیں ۔ ملاء اعلیٰ کی اتفاقی کوشش کا جاری رہنا ۔ خدا تعالیٰ کی دراز رسی کو لوگوں کا پکڑنا ۔ بعض لوگوں کے انوار کا بعض پر پرتو پڑنا ۔ اور ان امور میں سے ہر ایک میں تین تین خوبیاں ہیں ۔ خدا تعالیٰ کی لوگوں سے خوشنودی ۔ فرشتوں کا اُن پر رحمت بھیجنا ۔ شیاطین کا لوگوں سے روپوش ہونا ۔ اور ایک روایت میں بجائے ستائیس کے

پچیس کا عدد آیا ہے۔ اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ جماعت میں پچیس خوبیاں ہیں۔ اوّل لوگوں کا استقلال۔ دوسرے لوگوں کی جماعت میں باہمی الفت۔ تیسرے اُنکے مذہب کی پائداری۔ چوتھے فرشتوں کا محظوظ ہونا۔ پانچویں لوگوں سے شیاطین کا روپوش ہونا۔ اور ان پانچ میں سے ہر ایک میں پانچ پانچ خوبیاں ہیں (۱) خداوند تعالےٰ کی خوشنودی (۲) دنیا میں لوگوں کا بابرکت ہونا (۳) اُنکے لئے نیکیوں کا لکھا جانا (۴) خطاؤں کی معافی (۵) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کا ان کے لئے شفاعت کرنا۔ شاہ ولی اللہ

نماز کی جماعت کی عظمت و فضیلت بتانے کیلئے نبی علیہ السلام کا مختلف اشکال و اعداد بیان فرمانیکی حکمت

عظمت و فضیلت جماعت بیان کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مختلف اعداد بیان فرمائے ہیں یعنے ۲۷ و ۲۵ درجے بتائے ہیں درا صل اُن میں کوئی تفاوت و اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ کبھی کبھی کسی شے کی عظمت اور بڑائی ظاہر کرنے کو کوئی عدد مثال کے طور پر لایا کرتے ہیں۔ ایسے موقع پر عدد کا اظہار صرف مثالی طور پر ہوا کرتا ہے۔ اسکی نظیر یہ ہے۔ کہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص کی محبت میرے دل میں پہاڑ کے برابر ہے۔ یا فلاں شخص کا مرتبہ آسمان تک پہنچتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے یہ معنے ہیں کہ جب مسلمان قبر میں منکر نکیر کو ٹھیک جواب دیتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم پہلے ہی سے جانتے تھے۔ کہ تو یہ جواب دیگا۔ اور اس وقت مسلمان کی قبر بصرہ تک یا ستر گز تک پھیلجاتی ہے۔ یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے حوض کی وسعت اتنی ہے جتنی مکہ اور بیت المقدس میں وسعت ہے یا آپ کا قول ہے کہ میرے حوض کی وسعت اس سے زیادہ ہے جتنی شہر ایلیا سے عدن تک ہے۔ ایسی صورتوں میں کبھی کوئی مقدار بیان کی جاتی ہے کبھی کوئی دوسری مقدار۔ لیکن اصلی غرض کے لحاظ سے اُن میں کوئی اختلاف نہیں ہوا کرتا۔

حقیقت جماعت پنجگانہ۔ جمعہ۔ عیدین۔ حج

جناب الٰہی نے اطاعت اور طہارت کے ساتھ پانچ وقت جمع ہونے اور ملکر اسکی عظمت وجبروت کو بیان کرنا مسلمانوں کا فرض کر دیا۔ کوئی شہر اور قصبہ نہ دیکھو گے جسکے ہر محلہ میں اسلام کی پنجگانہ جماعت نماز نہ ہوتی ہو۔ لیکن اس روزانہ پانچ وقت کے اجتماع میں اگر تمام باشندگان شہر کو اکٹھا ہونیکا حکم دیا جاتا تو یہ ایک تکلیف مالا یطاق ہوتی۔ اسلئے تمام شہر کے رہنے والے مسلمانوں کے اجتماع کے لئے ہفتہ میں ایک دن جمعہ کا مقرر ہوا۔ پھر اسیطرح قصبات اور دیہات کے لوگوں کے اجتماع کے لئے عید کی نماز تجویز ہوئی اور چونکہ یہ ایک بڑا اجتماع تھا اسلئے عید کا جلسہ شہر کے باہر میدان میں تجویز ہوا۔ لیکن اس سے پھر بھی کل دنیا کے مسلمان میل ملاپ سے محروم رہتے تھے اسلئے کل اسلام کے اجتماع کے لئے ایک بڑے صدر مقام کی ضرورت تھی تاکہ مختلف مقامات کے بھائی اسلامی رشتہ کے سلسلہ میں یکجا باہم ملجاویں۔ لیکن اسکے لئے چونکہ ہر فرد بشر مسلمان اور امیر و فقیر کا شامل ہونا محال تھا اسلئے صرف صاحب استطاعت منتخب ہوئے تاکہ تمام دنیا کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوکر تبادلہ خیالات کریں اور مختلف خیالات و دماغوں کا ایک اجتماع ہو اور سب کے سب ملکر خداتعالےٰ کی عظمت وجبروت کو بیان کریں۔ منور۔

جماعت نماز کی دائیں جانب کو بائیں پر فضیلت کی حکمت

ہم قبل ازیں مکرر لکھ چکے ہیں کہ تمام عبادات وحسنات واکل وشرب میں دائیں ہاتھ و دائیں جانب کو بائیں پر فضیلت و تقدم ہے لہذا جماعت نماز میں بھی یہی امر ملحوظ ہے۔ کیونکہ جو قوت وطاقت واثر دائیں میں ہے وہ بائیں میں نہیں ہے۔

ترک نماز سے کفر لازم ہونیکی وجہ

خداتعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ **ترجمہ** یعنے نماز قائم کرو اور مشرک نہ بنو۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ **ترجمہ** یعنے جس نے جان بوجھکر عمداً نماز چھوڑ دی وہ کافر ہوگیا۔ وجہ یہ ہے کہ نماز اسلام کا بہت بڑا شعار ہے اور اسلام کی ایسی علامات میں سے ہے کہ جسکے جاتے رہنے

اگر اسلام کے جاتے رہنے کا حکم کر دیا جائے تو بجا ہے۔ کیونکہ اسلام میں اور نماز میں بہت ملابست اور موانست ہے۔ لفظ اسلام کے معنے خدا تعالے کے آگے سر جھکا دینے کا نام ہے اور ان معنوں کو نماز ہی خوب ادا کرتی ہے۔ پس جسکو نماز سے کچھ حصہ نہیں وہ اسلام سے محروم رہا۔ وہ اسلام سے کیا لے چلا۔ بجز اسلام کے نام کے جسکا خدا تعالے کے پاس کچھ اعتبار نہیں ہے۔

جوتے اُتار کر اور پہن کر نماز پڑھنے کی حکمت

یہودی لوگ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز پڑھنے کو بُرا جانتے تھے اسلئے کہ اسمیں ایک قسم کی ترک تعظیم ہے۔ کیونکہ بڑے لوگوں کے پاس جاتے وقت جوتوں کو اُتار لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى **ترجمہ**۔ یعنے اپنے جوتے اُتار دے کیونکہ تو پاکیزہ میدان طوٰی میں ہے۔ چمڑا دباغت سے حسب فرمودہ نبوی پاک ہو جاتا ہے۔ لہذا جب تک پاپوش کو پلیدی نہ لاحق ہو تو اُسکے ساتھ بجب عذر و ضرورت نماز درست ہو سکتی ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پاپوش اُتارنے کا حکم اسلئے ہوا کہ انکی پاپوش نیچے کی جانب سے کسی قسم کی پلیدی سے آلودہ ہو گئی تھی۔ چنانچہ خدا تعالے نے موسیٰ علیہ السلام کو پاپوش اُتارنے کے امر میں اسکا سبب بیان فرما دیا کہ تیری پاپوش پلیدی سے آلودہ ہے اسلئے اُتار دے کیونکہ یہ مقام طوٰی پاک ہے پلیدی اس مقام کے لائق نہیں ہے۔ ورنہ اگر پاپوش پلیدی سے آلودہ نہ ہوتی تو اُتارنیکا امر نہ ہوتا۔ اور بالعموم پاپوشوں کو اُتار کر جو نماز پڑھی جاتی ہے اسکی یہی وجہ ہے کہ اکثر چلنے پھرنے میں پاپوش پلیدی سے آلودہ ہو جاتے ہیں۔ ورنہ نبی علیہ السلام پاپوش کے پاکیزہ ہونیکی حالت میں کبھی پاپوش پہن کر بھی نماز ادا فرماتے تھے اور آنحضرتؐ کا جوتے اور موزے کے ساتھ نماز پڑھنا اسوجہ سے تھا کہ لباس کی تکمیل جوتے اور موزے پہن کر ہوتی ہے۔ کیونکہ نماز کے اندر لباس کی تکمیل مستحب ہے۔ اسلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہود کی ناسمجھی سے اُنکے قیاس کی مخالفت کر کے دوسرے قیاس کو ہمیشہ کے لئے جاری رکھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خَالِفُوا الْيَهُودَ فَإِنَّهُمْ لَا يُصَلُّونَ فِي نِعَالِهِمْ وَخِفَافِهِمْ **ترجمہ**۔ یعنے یہود سے مخالفت کرو کیونکہ وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔ پس صحیح یہ ہے کہ جوتہ پہن کر نماز پڑھنا اور ننگے پاؤں نماز پڑھنا برابر ہے۔ فصل

نبی علیہ السلام کے اجتہادی سہو کا راز

امام احمد بچند و سائط عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ نے کہا کہ میں جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا لکھ لیتا تھا تاکہ میں اُسکو حفظ کرلوں بعض نے مجھکو منع کیا کہ ایسا مت کر کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں۔ کبھی غضب سے بھی کلام کرتے ہیں تو میں یہ بات سنکر لکھنے سے دستکش ہوگیا۔ اور اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذکر کیا تو آپنے فرمایا اُس ذات کی مجھکو قسم ہے جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جو مجھ سے صادر ہوتا ہے خواہ قول ہو یا فعل وہ سب خدا تعالےٰ کیطرف سے ہے اگر یہ کہا جائے کہ احادیث کی کتابوں میں بعض امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجتہادی غلطی کا بھی ذکر ہے۔ اگر کل قول و فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وحی سے تھا تو پھر وہ وحی کیوں ہوئی۔ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر قائم نہیں رکھے گئے تو اسکا یہ جواب ہے کہ وہ اجتہادی غلطی بھی وحی کی روشنی سے دور نہیں تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کے قبضۂ قدرت سے ایک دم جدا نہیں ہوتے تھے۔ پس اُس اجتہادی غلطی کی ایسی مثال ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں چند دفعہ سہو واقع ہوا تا اُس سے دین کے مسائل پیدا ہوں۔ سو اسی طرح بعض اوقات اجتہادی غلطی ہوئی تا اُس سے بھی تکمیل دین ہو۔ اور بعض باریک مسائل اُسکے ذریعہ سے پیدا ہوں اور وہ سہو بشریت بھی تمام لوگوں کیطرح سہو نہ تھا بلکہ دراصل ہمرنگ وحی تھا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کیطرف سے ایک خاص تصرف تھا جو نبی کے وجود پر حاوی ہوکر اُسکو کبھی ایسی طرف مائل کر دیتا جسمیں خدا تعالےٰ کے بہت مصالح تھے۔ ہم اُس اجتہادی غلطی کو بھی وحی سے علیحدہ نہیں سمجھتے کیونکہ وہ ایک معمولی بات نہ تھی بلکہ خدا تعالےٰ اُسوقت اپنے نبی کو اپنے قبضۂ قدرت میں لیکر مصالح عام کے لئے ایک نور کی صورت میں یا غلط اجتہاد کے پیرایہ میں ظاہر کر دیتا تھا اور پھر ساتھ ہی وحی اپنے جوش میں آجاتی تھی جیسے ایک چلنے والی نہر کا ایک مصلحت کے لئے پانی روکدیں اور پھر چھوڑ دیں۔ پس اسجگہ کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا کہ نہر سے پانی خشک ہوگیا۔ یا اُس میں سے اُٹھا لیا گیا۔ یہی حال انبیاء کی اجتہادی غلطی کا ہے۔ بعض اوقات خدا تعالےٰ بعض مصالح کے لئے انبیاء علیہم السلام کی فہم اور ادراک کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے۔ تب کوئی قول یا فعل سہو یا غلطی کی شکل پر اُن سے صادر ہو جاتا ہے۔ اور وہ حکمت جو ارادہ کی گئی ہے

ظاہر ہو جاتی ہے گویا اسکا کبھی وجود نہیں تھا۔ ضرور تھا کہ بشریت کے تحقق کے لئے کبھی کبھی انبیاء علیہم السلام سے ایسا بھی ہوتا تا لوگ شرک کی بلاءں میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

اگرچہ سہو نبوی کا ذکر ہماری اسرار شریعت کی دوسری جلد سے تعلق رکھتا ہے جسمیں اعتقادی امورات کی حکمتوں کا ذکر ہے۔ مگر اس موقعہ پر سجدہ سہو نبوی کے ذکر سے عوام میں غلط فہمی واقع ہو کر موجب افراط وتفریط گمان کا ہونا ممکن تھا اسلئے حقیقت سہو نبوی کا ذکر اسی تقریب پر لانا پڑا۔ احمد۔ فضل۔

حکمت سجدہ سہو نماز

جب انسان سے نماز میں کوئی قصور ہو جاوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کمی کو پورا کرنیکے لئے دو سجدے کرنیکا حکم فرمایا ہے۔ اسکو قضاء کے ساتھ بھی مناسبت ہے اور کفارہ کے ساتھ بھی مناسبت ہے وہ مواضع جنمیں نص حدیث سے سجدہ کرنا ثابت ہے وہ چار ہیں ایک تو وہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِي صَلٰوتِهٖ وَلَمْ يَدْرِ كَمْ صَلّٰى ثَلَاثًا اَوْ اَرْبَعًا فَلْيَطْرَحِ الشَّكَّ لِيَبْنِ عَلٰى مَا اسْتَيْقَنَ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ ترجمہ یعنے تم میں سے جب کسیکو اپنی نماز میں شک ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تین یا چار۔ پس جسمیں شک ہوا ہے اُسکو الگ کرے اور جسقدر پر یقین ہے اُسپر نماز کی بنا کرکے پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرے۔ کیونکہ اگر اس نے پانچ پڑھی ہیں تب اُن دو سجدوں سے اسکا شفع پورا ہو جاویگا۔ اور اگر پوری چار پڑھیں تو یہ دونوں سجدے شیطان کی سرزنش کے لئے زیادتی حسنات کا موجب ہونگے اور رکوع اور سجدے کے اندر شک کرنا بھی اسی قسم سے ہے۔

دوسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھیں اور سلام پھیرنیکے بعد دو سجدے کئے نماز کے اندر کسی رکن کا بڑھ جانا بھی ایسا ہی ہے جیسے رکعت کا بڑھنا۔ تیسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار چار کی جگہ دو رکعت پڑھکر سلام پھیر دیا تو بعض صحابہ نے آپ سے عرض کی تو جو رکعتیں رہگئی تھیں وہ بھی پڑھیں اور دو سجدے بھی کر لئے۔ چوتھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ دو رکعت کے بعد بجائے بیٹھنے کے کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ جب نماز پوری کر چکے تو سلام پھیرنے سے پہلے آپ نے دو سجدے کر لئے۔ قعدہ کے اندر تشہد کا نہ پڑھنا بھی اسی پر محمول ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِذَا قَامَ الْاِمَامُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَاِنْ ذَكَرَ قَبْلَ اَنْ يَسْتَوِيَ فَاِنَّمَا

فَلْيَجْلِسْ وَاِنْ يَسْتَوِیَ قَائِمًا فَلَا يَجْلِسُ وَيَسْجُدُ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ **ترجمہ**۔ اگر دو رکعتوں کے اندر کھڑا ہو جاوے تو اگر سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے اسکو یاد آجاوے تب اُسکو بیٹھ جانا چاہئے۔ اور اگر سیدھا کھڑا ہو جاوے تو نہ بیٹھے اور سہو کے دو سجدے کرے۔

حکمت سجدۂ تلاوت قرآن کریم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کے لئے جو قرآن کی وہ آیت پڑھے جس میں سجدہ کرنیکا حکم ہے یا سجدہ کرنے والے کے ثواب اور اُس سے منکر کے عذاب کا بیان ہے۔ یہ حکم فرمایا ہے کہ اپنے پروردگار کے کلام کی تعظیم اور مسارعت الی الخیر کے قصد سے سجدۂ تلاوت کرے۔ اور جن مواضع میں ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ کرنیکا حکم ہے وہ ان سے علیحدہ ہیں۔ کیونکہ کلام خدا تعالےٰ کے سے لئے سجدہ کرتے ہیں جن آیات میں نص سے سجدہ کرنا ثابت ہے وہ چودہ یا پندرہ آیات ہیں۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا قَرَأَ ابْنُ اٰدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي يَقُوْلُ يَا وَيْلَهٗ اُمِرَ ابْنُ اٰدَمَ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَاُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فَاَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ **ترجمہ**۔ حضرت ابی ہریرہؓ راوی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جب آدمی سجدہ کی آیت پڑھکر سجدہ کرتا ہے تو شیطان اس سے ہٹ جاتا ہے اور روتا ہے اور کہتا ہے ہائے افسوس کہ آدمی کو سجدہ کا حکم ہوا۔ تو اس نے سجدہ کیا اور اُسکے لئے بہشت ہوگیا اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا تو میں نے نافرمانی کی۔ پس میں دوزخ کے سزاوار ہوا۔

وجہ تعزری نماز تہجد

لوگوں میں قاعدہ ہے کہ جب وہ درندے جانوروں کو تابع کرنے اور شکاری بنانے کی خواہش کرتے ہیں تو اُنکو بھوکا رکھنے اور شکار سے روکنے کے ذریعہ وہ اس امر کو حاصل کر لیتے ہیں کیونکہ رات کے جاگنے میں قوت بہیمیہ کے کمزور کرنے کے لئے ایسی عجیب خاصیت ہے کہ بمنزلہ تریاق کے ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ هٰذَا السَّهَرَ جُهْدٌ وَثِقْلٌ **ترجمہ**۔ یعنے اس جاگنے میں مشقت اور گرانی ہے اسلئے تہجد کی نماز کے لئے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت اہتمام تھا۔ فرمایا يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ اَحَدِكُمْ

اِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ **ترجمہ** ۔ جب تم میں سے کوئی سوتا ہے تو شیطان اُسکے سر کے قافیہ میں تین گرہ لگا دیتا ہے ۔ یعنے شیطان اُسکے دل میں نیند کی لذت ڈالدیتا ہے اور یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ ابھی رات بہت ہے اور اسکا یہ وسوسہ بہت مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے جب تک کوئی ایسی تدبیر نہ کیجائے کہ جس سے نیند دفع ہو ۔ اور خدا تعالےٰ کی طرف توجہ کا دروازہ انسان پر کھل جائے وہ وسوسہ دل سے نہیں نکلتا اسواسطے یہ بات مسنون کی گئی ہے کہ جس وقت آدمی کی سونے سے آنکھ کھلے اور اپنی آنکھیں ملتا ہوا اُٹھے تو خدا تعالےٰ کا نام لے اور وضو اور مسواک کر کے دو رکعت پڑھے بعد ازاں اذکار و قرآن کریم جتنا چاہے پڑھتا رہے ۔ صوفیۂ کرام میں سے کئی اصحاب نے اور خاکسار راقم حروف نے بھی بذات خود کئی بار شیطان کی ان تین عقود کا مشاہدہ کیا اور ایسا اوقات فرشتہ داعی الی الخیر نے مجھے متنبہ کیا کہ یہ شیطان کی عقود ہیں ۔ چنانچہ پرسوں مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۰۹ء کو بوقت سحر میری آنکھ بیدار ہوئی اور دل میں خیال آیا کہ نماز تہجد اُٹھکر پڑھوں ۔ پھر دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ ابھی رات بہت ہے ۔ اُسیوقت داعی الی الخیر نے مجھے ایسا آواز دیا جیسے دل میں پیچ گڑ جاتی ہے اور اُس آواز کی تاثیر میری رگ رگ میں دہس گئی کہ یہ جو تمکو کہتا ہے کہ ابھی رات بہت ہے یہ شیطان کی صدا ہے اسکی پیروی مت کرو ۔ لہذا میں اُٹھکر کھڑا ہوا اور تہجد کی نماز ادا کی ۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک ۔

بخاری میں لکھا ہے ۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ عِنْدَ كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّاَ اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰى اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ **ترجمہ** حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی سوتا ہے تو شیطان اُسکے سر کی گدی کے پاس تین گرہیں لگا دیتا ہے ۔ ہر گرہ ڈالنے کے وقت کہتا ہے کہ سو جا رات لمبی ہے ۔ پس اگر وہ جاگ پڑے اور خدا کو یاد کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور اگر نماز پڑھے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے اور وہ صبح کو پاک و مسرور ہوتا ہے ۔ ورنہ اگر سویا رہے تو وہ ناپاک اور کاہل ہوتا ہے ۔

رات کا آخری وقت بڑی برکات کے نزول کا ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں۔ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اِلٰی سَمَآءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ ترجمہ یعنے جب رات کا آخیر تہائی حصہ باقی رہتا ہے ہمارا رب تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔

اسکا مطلب یہ ہے کہ آوازوں کے سکون کی وجہ سے جو حضور دل کے مانع ہوتی ہیں اور اشغال مشوشہ سے دل کے صاف ہونے اور ریا کا احتمال نہ ہونیکے سبب سے نفس کو رحمت الٰہیہ کے نزول کی جو قابلیت ہوتی ہے اس حدیث میں اسی کی جانب اشارہ ہے۔ اور ایک حدیث میں مذکور ہے مَاذَا اُنْزِلَ اللَّیْلَۃَ مِنَ الْخَزَائِنِ یعنے آج کی رات آسمان سے کیا کیا خزانے اُتارے گئے۔ اس حدیث میں بھی اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ معانی صورتوں مین متمثل ہوتے ہیں اور اپنے وجود حسّی سے پیشتر انکا زمین پر نزول ہوتا رہتا ہے۔ الغرض یہ ایک بڑا بابرکت وقت ہوتا ہے جسمیں بیدار رہوکر یاد الٰہی میں مصروف ہونا انسان کے لئے بڑا مفید ہے۔ اور یہ نماز فرض نہیں کی گئی۔ کیونکہ اسکی فرضیت سے امت پر محنت ومشقت بہت بڑھ جاتی اور اسکی عدم ادا سے وہ گنہگار ٹھہرتے۔ فضل۔

وجہ تقرری نماز تراویح

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ ترجمہ جس شخص نے ایمان کے ساتھ بہ طلب قصد ثواب کے رمضان کے اندر قیام کیا اُسکے سب پہلے گناہ بخشے گئے اور اسکی وجہ یہ بیان کی کہ اس درجہ کے حاصل کرنے سے اُس نے اپنی جان کو برکات الٰہیّہ کا جو ظہور ملکیّت اور گناہوں کے محو ہو جانے کے باعث ہیں مورد بنالیا۔ قیام رمضان یعنے نماز تراویح کے مشروع ہونے سے یہ مقصود ہے کہ امت محمدیہ کو بہ سبب اُن اوصاف حمیدہ کے ملائک کے ساتھ مناسبت ہو جاوے۔ اور انکے ساتھ اسکو تشبیہ ہو جاوے۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے دو درجے کئے۔ ایک درجہ عوام کا کہ اُن میں فقط یہی کافی ہے کہ رمضان کے روزے رکھیں اور فرائض پر اکتفا کریں۔ دوسرا درجہ محسنین کا۔ اور اس درجہ سے یہ مراد ہے کہ روزہ رمضان کے ساتھ اسکی راتوں میں قیام کرنا اور تنزیہ زبان کے ہمراہ اعتکاف بھی عشرہ اخیرہ میں بجالانا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ تمام امت اس درجہ عالی کے حاصل کرنیکی

طاقت نہیں رکھتی اور یہ بھی ضرورت ہے کہ ہر شخص بقدر اپنی طاقت کے اعمال حسنہ بجا لائے اسواسطے آپ نے اس پر امت کو مداومت کر کے نہیں دکھائی اور نہ اس امر کے لئے تاکید فرمائی ورنہ قیام رمضان امت پر فرض ہو جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں مَازَالَ بِکُمُ الَّذِیْ رَأَیْتُ مِنْ صَنِیْعِکُمْ حَتّٰی خَشِیْتُ اَنْ یُّکْتَبَ عَلَیْکُمْ وَلَوْ کُتِبَ عَلَیْکُمْ مَا قُمْتُمْ۔ ترجمہ۔ یعنے یہ جس چیز کو تم ہمیشہ کرتے ہو میں اسکو دیکھتا رہتا ہوں۔ اور تمہارے ہمیشہ کرنے کی وجہ سے مجھے خوف ہے کہ تم پر فرض نہ ہو جاوے اور اگر فرض ہو جاوے تو قائم نہ رہوگے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ ان عبادات کے عادی ہو جائیں اور ان سے انکا دل مطمئن ہو جائے۔ اور جس وقت ان امور میں ان سے کسی قسم کی کوتاہی ہو جائے تو بوجہ اس کوتاہی کے احکام کے اندر اسکو کوتاہی جانیں یا وہ عباوت شعار دین میں سے ہو کر اُنپر فرض ہو جاوے۔ اور اُسکے متعلق قرآن کریم میں فرضیت کا حکم نازل ہو جاوے اور پھر پچھلے لوگ اسکی برداشت نہ کرسکیں۔ صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالے عنہم نے قیام رمضان میں تین باتیں اور زیادہ کی ہیں۔ ایک تو مسجدوں میں اُسکے لئے جمع ہونا۔ کیونکہ اسمیں خاص اور عام کے لئے آسانی ہے۔ دوسرا اول رات میں اُسکو ادا کرنا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے رہے کہ آخر شب میں یہ نماز پڑھنے سے حضور دل ہوتا ہے اور وہ افضل ہے۔ تیسرا بیس رکعت تک اُسکی تعداد مقرر کی اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ اُنھوں نے اسبات کا خیال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام سال کے اندر اُن لوگوں کے لئے جو محسنین کے زمرہ میں ہیں گیارہ رکعت مقرر کی ہیں یہ فیصلہ کیا کہ رمضان کے اندر جب مسلمان تشبیہہ بالملائکہ کے دریا میں اپنی جان کے ڈالنے کا قصد کرتا ہے تو اسکا حصہ گیارہ رکعت کے دوچند سے بہرصورت کم نہ ہونا چاہیئے الغرض صحابہ کرام میں یہ تین طریقے قیام رمضان کے رائج تھے۔ بعضے تو بیس رکعتیں باجماعت پڑھتے تھے۔ بعضے آٹھ رکعتیں اور بعض صرف تہجد ہی گھر میں پڑھ لیتے تھے۔ اس امر کے متعلق ہمارے ایک محسن و مربی پر ایک شخص نے سوال کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو نماز تراویح کا پڑھنا تین چار روز سے زیادہ ثابت نہیں ہوتا۔ اسلئے بعض لوگ اسے بدعت عمری کہتے ہیں۔ کیونکہ اسمیں کچھ شک نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

تو نماز تراویح کا پڑھنا تین چار روز سے زیادہ ثابت نہیں ہوتا۔ اسلئے بعض لوگ اسے بدعت عمری کہتے ہیں۔ اُنہوں نے جواب فرمایا کہ خواہ آنحضرتؐ نے صرف ایک دن ہی نماز تراویح پڑھی ہو سنت تو ہو گئی۔ دوم نہ کرنے سے سنت تو نہیں ٹوٹتی۔ ہاں فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ مگر سنت پر عمل کرنا بھی تو چاہئے۔ اور یہ جو آپ نے بدعت عمری کہی ہے اسمیں حرج کیا ہے۔ چلو بدعت عمری ہی سہی۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ترجمہ سبقت کرنیوالے اسلام لانے میں پہلے مہاجرین میں سے اور انصار لوگ جنھوں نے مہاجرین کی پیروی کی اچھی طرح سے خدا تعالےٰ اُن سے راضی ہے اور وہ خدا تعالےٰ سے راضی ہیں۔

حضرت عمرؓ سابقین مہاجرین میں سے تھے۔ اس آیت سے حضرت عمرؓ کی اتباع کا حکم ہے۔ اُنکے صدہا احکام کی اتباع جو صحابہ کرام کرتے تھے وہ اسواسطے کرتے تھے کہ خدا تعالےٰ کا حکم ہے۔ نور۔

نماز ختم کرنیکے بعد دعائیں پڑھنے کا راز

احادیث نبویہ میں کچھ کلمات و ادعیہ مسنونہ وارد ہیں جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ختم کرنے کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ یہ ایسا ہے جیساکہ کسی عالیشان دربار سے رخصت ہونے کے وقت آداب وسلام بجالاتے ہیں اور یونہی چپ چاپ رخصت نہیں ہوتے بلکہ دربار سے رخصت ہونے کے وقت بھی آداب و نیاز و عرض حال کرتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں۔ چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اداے فرض کے بعد یہ کلمات پڑھا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ترجمہ اے اللہ تو سلام ہے اور سلامتی تیری طرف سے ملسکتی ہے اور سلامتی کا مرجع تو ہی ہے تو بڑی برکت والا ہے۔ اے جلال اور عزت والے۔

علیٰ ہذا القیاس اور بھی بہت سی ادعیہ ہیں جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ختم کرنیکے بعد پڑھا کرتے تھے۔ منجملہ ازاں کلمات ذیل بھی آپ ختم نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَادَّ لِمَا قَضَیْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ترجمہ۔ اے میرے رب پہلے قصوروں کے بدنتائج سے اور آئیندہ کمزوریوں سے بچا اور رحم کر اور تو بہت رحم کرنے والوں سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔ میں اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں میں اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں میں اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں جسکے سوائے کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اور اسکا کوئی شریک نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے بندے اور اُسکے بھیجے ہوئے ہیں اے اللہ اس شے کو کوئی روکنے والا نہیں جوکہ تو دے اور نہ کوئی اسکو دینے والا ہے جسکو تو روک دے اور نہ اُسکو کوئی رد کرسکتا ہے جو کہ تو حکم دے اور مالداروں کو اوس کا مال و کوشش تیرے عذاب سے بچا نہیں سکتے

علاوہ ازیں نماز ختم کرنے کے بعد احادیث میں ۳۳ بار سُبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر۔ اور ایک بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بھی پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اورادِ پڑھنا اپنی امت کی تعلیم بھی آنحضرت کو ملحوظ تھی۔ میرے پیارے علیک اُلُوفُ الصَّلٰوٰتِ وَالسَّلَامُ۔ فضل۔

نماز میں سترہ کا راز

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَوْ یَعْلَمُ الْمَارُّ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ مَاذَا عَلَیْہِ لَكَانَ اَنْ یَّقِفَ اَرْبَعِیْنَ خَیْرًا لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّمُرَّ بَیْنَ یَدَیْہِ ترجمہ۔ یعنے نماز پڑھتے ہوئے کے سامنے سے ہوکر جو شخص گذرتا ہے۔ اگر اُسکو یہ معلوم ہو کہ اُسپر کیا وبال لازم آتا ہے تو چالیس سال تک اُسکو کھڑا رہنا اُسکے سامنے سے ہوکر گذرنے سے بہتر معلوم ہوتا۔ اسمیں بھید یہ ہے کہ نماز شعائر آلہی میں سے ہے اور اُسکی تعظیم واجب ہے اور چونکہ نماز سے اُس حالت کے ساتھ تشبیہ مراد ہے جو غلام کو اپنے مولیٰ کے سامنے سکون اور خاموشی کے ساتھ خدمت کے لئے کھڑے ہوتے وقت ہوا کرتی ہے اسواسطے نماز کی ایک تعظیم یہ بھی مقرر کی گئی ہے کہ کوئی گذرنے والا نمازی کے سامنے سے ہوکر نہ گذرے کیونکہ آقا اور اُسکے غلاموں کے درمیان سے جو اُسکے سامنے کھڑے ہوئے ہیں گذرنا سخت

بے ادبی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا قَامَ فِی الصَّلٰوۃِ فَاِنَّمَا یُنَاجِیْ رَبَّہٗ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْقِبْلَۃِ ترجمہ یعنے تم میں سے جب کوئی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے عرض معروض کرتا ہے۔ اور اسکا رب اُسکے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔

۲۔ اُسکے ساتھ ایک یہ بات بھی ہے کہ نمازی کے سامنے سے اُسکا دل اکثر ہٹ جاتا ہے۔ اسواسطے نمازی کا استحقاق ہے کہ آگے سے گذرنے والے کو ہٹا دیوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذَا وَضَعَ اَحَدُکُمْ بَیْنَ یَدَیْہِ مِثْلَ مُؤَخِّرَۃِ الرَّحْلِ فَلْیُصَلِّ وَلَا یُبَالِ بِمَنْ وَرَاءَ ذٰلِکَ ترجمہ۔ تم میں سے جب کوئی اپنے سامنے کجاوہ کے پیٹھے کے برابر کوئی چیز رکھ لے تو پھر وہ نماز پڑھے اور اس سے پرے جو کوئی گذرے اسکی کچھ پرواہ نہ کرے۔ اسمیں بھید یہ ہے کہ چونکہ مطلق گذرنے سے ممانعت کرنے میں حرج عظیم تھا اسواسطے آپ نے سترہ کے کھڑا کرنے کا حکم دیا تاکہ ظاہر میں نماز کی زمین اور زمین سے علیحدہ ہوجاوے۔ اور پاس سے گذرنا بھی ایسا ہی سمجھا جاوے جیسے دور سے گذرنا۔

مقبرہ میں نماز پڑھنے سے ممانعت کی وجہ

مقبرہ کے اندر نماز سے ممانعت کی یہ وجہ ہے کہ لوگ وہاں نماز پڑھنے پر بتنے اولیاء اور علماء کی قبروں کی بتوں کی طرح پرستش شروع نہ کردیں اور یہ شرک جلی کی صورت ہے یا اُن مواضع میں نماز پڑھنے کو زیادہ قربت الٰہی کا سبب سمجھنے لگیں اور یہ شرک خفی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اُسکے فرمانے سے بھی ہے لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِھِمْ مَسَاجِدَ۔ ترجمہ۔ یعنے یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو اُنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

غروب و طلوع و استوائے آفتاب کے وقت منع نماز کی وجہ

اس امر کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین ان اوقات میں آفتاب کی پرستش کرتے اور اُسکو

سجدہ کرتے ہیں اسلئے خدا نے اُنکے ساتھ تشبیہ پکڑنے سے منع فرمایا اور ضروری ہوا کہ اس عبادت کے اندر جو سب عبادتوں میں بڑی ہے وقت کے اعتبار سے بھی ملت اسلام اور کفر میں بھی تمیز اور فرق کیا جاوے۔

حمام میں منع نماز کی وجہ

حمام میں نماز سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ وہاں لوگوں کے ستر کھلتے ہیں اور لوگ آتے جاتے ہیں۔ ان باتوں سے نمازی کا دل بٹ جاتا ہے اور حضور دل سے انسان وہاں اپنے پروردگار کے آگے التجا نہیں کرسکتا۔

اونٹوں کے مقام میں منع نماز کی وجہ

جہاں اونٹ باندھے ہوں اُن مواضع میں نماز سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اونٹ ایک عظیم الجثہ جانور ہے اور جسکو پکڑ لیتا ہے پھر چھوڑتا نہیں اور اسکی عادت بھی یہ ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں کو ستاتا ہے۔ سرکشی اس جانور کا خاصہ ہے۔ یہ باتیں ایسی ہیں کہ وہاں کھڑے ہوکر نمازی کا دل نہیں لگیگا۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ صَلُّوْا فِیْ مَرَاحِ الْغَنَمِ وَلَا تُصَلُّوْا فِیْ مَعَاطِنِ الْاِبِلِ فَاِنَّهَا خُلِقَتْ مِنَ الشَّیَاطِیْنِ۔ ترجمہ۔ یعنے بکریوں کے چھپر میں نماز پڑھو اور اونٹوں کے مقام میں نماز نہ پڑھو کیونکہ اونٹ کی سرشت میں شیطانی مادہ زیادہ ہے۔

مذبح میں ممانعت نماز کی وجہ

مذبح میں ممانعت نماز کی وجہ یہ ہے کہ وہ نجاست کا مقام ہے۔ ایسی جگہ میں جانوروں کے ذبح کرنے کا خون اور گوبر وغیرہ پڑنے سے تعفن ہوتا ہے۔ اور نماز کے لئے نظافت اور طہارت مناسب ہے۔

راستے میں منع نماز کی وجہ

سڑک کے بیچ میں نماز سے اسواسطے ممانعت کی گئی ہے کہ اول تو راہ چلنے والوں سے

نمازی کا دل بٹیگا اور راستہ بھی لوگوں پر تنگ ہوگا یا وہ آگے سے گذرینگے۔ دوسرا درندے وغیرہ اُدھر سے ہوکر نکلتے ہیں۔ جیساکہ وہاں اُترنے سے نہی صریح ہے ایسا ہی وہاں نماز پڑہنا ممانعت ہے۔ بلکہ راستہ سے یکطرف ہوکر نماز پڑہنا لازم ہے عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعُ مَوَاطِنَ لَا تَجُوْزُ فِیْھَا الصَّلٰوۃُ ظَاھِرُ بَیْتِ اللّٰہِ وَالْمَقْبَرَۃُ وَالْمَزْبَلَۃُ وَالْمَجْزَرَۃُ وَالْحَمَّامُ وَعَطَنُ الْاِبِلِ وَمَحَجَّۃُ الطَّرِیْقِ ترجمہ۔ یعنے حضرت عمر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سات مقاموں میں نماز جائز نہیں ہے۔ کعبہ کی پیٹھ پر بلحاظ عظمت کے اور قبرستان میں بلحاظ وہم شرک کے اور بیت الخلا کے اردگرد اور جانوروں کے ذبح ہونیکے مقام میں بلحاظ نجاست و تعفن کے اور حمام میں بلحاظ پراگندہ ہونے دل کے اور اونٹوں کے مقام میں اور راستہ کے بیچ میں بلحاظ خلل ہونے حضور دل کے۔

اعمال کے لئے قضا اور رخصتیں مقرر ہونیکی حکمت

یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ ترجمہ۔ یعنے خدا تعالٰے تمہارے لئے آسانی کا قصد کرتا ہے وقت اور دشواری وہ تمہارے لئے نہیں چاہتا۔

اگر کسی عذر کے وقت احکام کی تعمیل بالکل ترک کرادیجائے تو اُسوقت نفس انکی ترک کا عادی ہوجائیگا اور مہمل چھوڑ دیا جائیگا۔ نفس کی مشاقی ایسی ہی کروائی جاتی ہے جیسے کسی تند چارپایہ کو مشق کرواتے ہیں۔ اُسمیں امر مطلوبہ کی رغبت اور الفت غنیمت سمجھی جایا کرتی ہے جو لوگ اپنے نفس کی ریاضت کرتے ہیں یا لڑکوں کو تعلیم دیتے ہیں یا چارپاؤں کو مشق کراتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ ہمیشگی سے الفت کیسی پیدا ہوتی ہے اور کام کرنے میں اُس سے کیسی آسانی حاصل ہوسکتی ہے اور کام کے چھوڑ دینے سے کیسی الفت جاتی رہتی ہے اور نفس کو اُس کام کا کرنا کیسا گراں معلوم ہوتا ہے۔ اور جب قصد ہوتا ہے کہ دوبارہ اُن میں کام کرنیکی تحریک پیدا ہو تو از سر نو اُن میں الفت اور میلان پیدا کرنا پڑتا ہے اسواسطے ضرور ہے کہ جب کسی کام کے کرنے کا وقت ہاتھہ سے نکل جائے تو اُسکے لئے قضا مشروع ہو اور افعال کے لئے رخصتیں بھی مقرر کیجائیں۔ اسی قاعدہ کے موافق تاریکی وغیرہ کی حالت میں استقبال قبلہ کی جگہ صرف تحری پر کفایت کی جاسکتی ہے۔ اور جسکو کپڑا میسر نہ ہو وہ ستر عورت

ترک کرسکتا ہے اور جسکو پانی نہ ملے وہ وضو کو ترک کرکے تیمم کرسکتا ہے اور جسکو سورہ فاتحہ پڑھنے کی قدرت نہ ہو وہ کسی ذکر پر اکتفا کرسکتا ہے جسکو قیام کی قدرت نہ ہو وہ بیٹھے بیٹھے یا لیٹے لیٹے نماز پڑھ سکتا ہے۔ جو رکوع یا سجدہ نہ کرسکتا ہو اسکی نماز صرف سر جھکانے سے ہوسکتی ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ بدل میں کوئی ایسی شے باقی رکھنی چاہیئے جس سے اصل یاد آجائے۔ اور معلوم ہوجاوے کہ یہ اسکا نائب اور بدل ہے۔

مسافر کا چار رکعت کو دو کرکے پڑھنا۔ اور دو۔ اور تین رکعت کو کم نہ کرنے کا سر

مسافر کا چارگانہ نماز میں سے کم کرنا اور دو تین کو کم نہ کرنا نہایت حکمت و مصلحت الٰہی پر مبنی ہے۔ کیونکہ چار رکعت کی طوالت حذف و کمی کی متحمل ہوسکتی ہے بخلاف دو کے کہ دو میں سے ایک کو گھٹانا وتر کی مصلحت کے برخلاف ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر دو میں سے ایک رکعت کم کیجاتی تو وتر کی مصلحت زائل ہوجاتی جو کہ دن کے اختتام عمل کے لئے مشروع ہوئے ہیں اور وہ اختتام شام کو ہوتا ہے۔ اگر یہ حذف فجر کی دوگانہ نماز میں ہوتا تو شام کے سہ گانہ فرض جو بمنزلہ وتروں کے ہیں اُنکے برخلاف تھا۔

وجہ یہ کہ وتر طاق کو کہتے ہیں جو جفت کے برخلاف ہو اور مصلحت و حکمت الٰہی نے وتروں کی تعداد دن کی نماز شام میں تین رکعت فرض اور رات کی نماز عشاء میں تین رکعت ٹھہرائے ہیں اور حکمت الٰہی کا تقاضا ہوا کہ دن و رات کی نمازوں میں سے ان ہی دو نمازوں میں تین تین وتر محدود ہوں۔ پس اگر صبح کی دو رکعت میں سے ایک رکعت کم کیجاتی تو ایک رکعت باقی طاق رہجاتی اور وہ بھی وتر ہوتے اور وہ شام کے وتر کی حکمت و مصلحت کے منافی ہوتی۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی مصلحت مکرر وتر کے برخلاف ہے۔

الغرض شام کی تین رکعت میں کمی کرنے سے شام کے سہ گانہ فرض جو بمنزلہ وتر کے ہیں اصل حکمت وتر سے خارج ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ وہ تین ہی مشروع ہوئے ہیں۔ چنانچہ حکمت رکعات میں ہم نے اس امر کو مفصل لکھا ہے۔ اور فجر کی دو رکعت میں کمی کرنے سے شام کے وتروں کے برخلاف ہے کیونکہ دو رکعت میں حذف کرنے سے وتر کی حکمت

کے منافی ہے وجہ یہ کہ نماز شام کے وتر تین ہی مشروع ہوئے ہیں تاکہ وہ دن کے وتر ہوں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْمَغْرِبُ وِتْرُ النَّهَارِ فَاَوْتِرُوْا صَلٰوةَ اللَّيْلِ - ترجمہ۔ یعنے شام کی نماز کے تین فرض دن کے وتر ہیں پس رات کی نماز کے وتر بھی پڑھا کرو۔ ابن قیم۔ مفصل۔

مسافر باآرام کیلئے رخصتِ افطارِ روزہ وقصرِ نماز کی وجہ

مسافر باآرام کو رخصت افطار روزہ وقصر نماز کی اجازت دینی اور مقیم بامشقت اور محنتی کو اجازت قصر نماز وافطار روزہ نہ دینی الٰہی حکمت پر مبنی ہے۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ افطار روزہ وقصر نماز مسافر کے لئے مخصوص ہے اور مقیم نہ افطار روزہ اور نہ قصر نماز کرے۔ مگر عذر مرض کے لئے مقیم افطار روزہ کر سکتا ہے۔ یہ امر شارع علیہ السلام کی کمال حکمت پر مبنی ہے کیونکہ سفر بذات خود عذاب کا ایک ٹکڑا اور شدائد ومصائب اور محنت ومشقت وتکلیف ہے۔ مسافر اگرچہ زیادہ آسودہ حال لوگوں میں سے ہی ہو مگر پھر بھی وہ بحسب حیثیت خود ایک محنت ومشقت میں ہوتا ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کی محض رحمت ومصلحت ہے کہ اس نے اس سے ایک حصہ نماز کا کم کر دیا اور ایک حصہ پر اکتفا فرمایا۔ اور فرض روزہ کو سفر میں افطار سے تخفیف فرمایا اور اقامت میں اسکے ادا کرنیکا حکم فرمایا جیسا کہ بیمار و حائض کے متعلق ایسا ہی حکم ہے تاکہ ان سے عبادت الٰہی کی مصلحت سفر میں ساقط کرنے سے بالکل فوت نہ ہو جائے یہی وجہ ہے کہ سفر میں انہیں عبادت کا ایسا حکم نہیں فرمایا پس اقامت میں بعض ضروری عبادت کا تاخیر وساقط کرنیکا سبب نہیں پایا جاتا اور اقامت میں جو مشقت وتکلیف اور شغل پیش آتے ہیں وہ ایسے ہیں جنکا کوئی انحصار وشمار نہیں ہے پس اسطرح اگر ہر محنتی ومزدور ومشقت والے آدمی کے لئے رخصت واجازت افطار روزہ وقصر نماز کی ہوتی تو بہت ہی ضروری ولازمی عبادات ضائع ہو جاتیں اور اگر بعض کے لئے اجازت ہوتی اور بعض کے لئے نہ ہوتی تو بھی انحصار نہ ہوتا اور نہ کوئی ایسا وصف ہے جسکا انضباط ہو جسکے لئے رخصت وعدم رخصت واجازت ہوتی بخلاف سفر کے کیونکہ مشقت ومحنت سفر کے ساتھ معلق کی گئی ہے اور اسمیں تخفیف عبادت کی مناسبت ہے۔ اور اگر عذر مرض وورد ہو تو اسکے لئے افطار روزہ کی اجازت

ہوئی اور نماز بیٹھکر یا پہلو پر لیٹ کر ادا کرنی جائز رکھی گئی اور یہ قصر کے عدد کی نظیر ہے۔
اور اگر تکان کی مشقت و تکلیف ہو تو دنیا و آخرت کی تمام مصلحتیں تکان و محنت سے منحصر و موقوف ہیں اور جو محنت و تکلیف نہ اُٹھائے اسکو کوئی راحت و آرام نہیں ملتا۔ بلکہ محنت و تکلیف کے قدر پر آرام و راحت ملتی ہے۔ پس شریعت اسلامیہ نے احکام اور مصلحتوں میں مناسبت رکھی ہے۔ مشقت کے پیشوں مثلاً کاشتکاری اور آہنگری وغیرہ میں محنت و مشقت و حرج بالضرور ہوتا ہے بلکہ دنیا کا کوئی کسب و کام محنت و مشقت سے خالی نہیں ہے اور انمیں قصر نماز و افطار روزہ کی اجازت نہیں دیگئی کیونکہ پیشہ ور اور محنتی لوگ مدام اُن میں مصروف و مشغول رہتے ہیں انکی معاش انہی پیشوں پر موقوف ہوا کرتی ہے۔ انکو اگر اجازتِ عام ہوتی تو اطاعت الٰہی کے انتظامات میں ابتری پھیل جاتی۔ اسلئے مصلحت و حکمتِ الٰہی نے عام محنتوں و مشقتوں میں رخصت تجویز نہیں فرمائی بلکہ خاص محنتوں و مشقتوں کے لئے رخصت ہوئی۔ قاعدہ یہ ہے کہ ہر ایک حرج کی صورت میں رخصت تجویز نہ کرنی چاہیئے اسلئے کہ حرج کے طریقے بکثرت ہیں اور اگر سب میں رخصت تجویز کیجائے تو اطاعت الٰہی بالکل متروک ہوجاوے اور زیادہ اہتمام رخصتوں سے محنت اور سختی کی برداشت کرنا بالکل جاتا ہے۔ ابن قیم۔ مفصل۔

حائضہ پر ادائے روزہ اور عدم ادائے نماز کی وجہ

حضرت ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں وَاَمَّا اِیْجَابُ الصَّوْمِ عَلَی الْحَائِضِ دُوْنَ الصَّلٰوۃِ فَمِنْ تَمَامِ مَحَاسِنِ الشَّرِیْعَۃِ وَحِکْمَتِھَا وَرِعَایَتِھَا لِمَصَالِحِ الْمُکَلَّفِیْنَ فَاِنَّ الْحَیْضَ لَمَّا کَانَ مُنَافِیًا لِلْعِبَادَۃِ لَمْ یُشْرَعْ فِیْہِ فِعْلُھَا وَکَانَ فِیْ صَلٰوتِھَا اَیَّامَ التَّطَھُّرِ مَا یُغْنِیْھَا عَنْ صَلٰوۃِ اَیَّامِ الْحَیْضِ فَیَحْصُلُ لَھَا مَصْلِحَۃُ الصَّلٰوۃِ فِیْ زَمَنِ الطُّھْرِ لِتَکَرُّرِھَا کُلَّ یَوْمٍ بِخِلَافِ الصَّوْمِ فَاِنَّہٗ لَا یَتَکَرَّرُ وَھُوَ شَھْرٌ وَاحِدٌ فِی الْعَامِ فَلَوْ سَقَطَ عَنْھَا فِعْلُہٗ اَیَّامَ الْحَیْضِ لَمْ یَکُنْ لَھَا سَبِیْلٌ اِلٰی تَدَارُکِ نَظِیْرِہٖ وَفَاتَتْ عَلَیْہِ مَصْلِحَتُہٗ وَوَجَبَ عَلَیْھَا اَنْ تَصُوْمَ فِیْ طُھْرٍ لِتَحْصُلَ مَصْلِحَۃُ الصَّوْمِ الَّتِیْ ھِیَ مِنْ تَمَامِ رَحْمَۃِ اللّٰہِ بِعَبْدِہٖ وَاِحْسَانِہٖ اِلَیْہِ بِشَرْعِہٖ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ ترجمہ یعنے حائض پر وجوب روزہ و عدم ادائے نماز کا سبب شریعت حقہ کی خوبیوں و بلحاظ رعایت مصالح مکلفین کے ہے۔ کیونکہ جب

حیض منافی عبادت ہے تو اس میں عبادت کا فعل مشروع نہیں ہوا اور ایام طہر اسکی نماز میں داخل ہونے نہیں جو کہ اُسکے ایام حیض کی نماز فوت شدہ کے اعادہ کی اسکو فراغت نہیں دیتے۔ پس زمانہ طہر میں اسکو نماز کی مصلحت حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ باربار روزمرّہ آتی ہے۔ مگر روزہ روزمرہ نہیں آتا بلکہ سال میں صرف ایک مہینہ روزوں کا ہے۔ اگر ایام حیض کے روزے بھی اُس سے ساقط کر دیئے جائیں تو انکی نظیر کی تدارک نہیں ہوسکتی اور روزہ کی مصلحت اُس سے فوت ہو جاتی ہے اسپر واجب ہوا کہ ایام طہر میں روزے رکھ لے تاکہ اسکو روزہ کی مصلحت حاصل ہو جاوے جو کہ خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں پر محض اپنی رحمت و احسان سے بندوں کے فائدہ کے لئے مشروع فرمائے ہیں انتہیٰ۔

چاند و سورج گرہن کے وقت نماز مشروع ہونیکی وجہ

ا۔ چاند اور سورج کا اسی حالت میں گرہن ہوتا ہے کہ جب کوئی آفت نازل ہونیوالی ہو اور کسی مصیبت کا زمانہ قریب ہو۔ اور آسمان پر ایسے اسباب شر کے جمع ہوگئے ہوں جو لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں اور صرف انکو خدا تعالےٰ ہی جانتا ہے۔ پس خدا تعالےٰ کی رحمت اور اسکی پُر لطف حکمت تقاضا کرتی ہے جو کسی کسوف کے وقت لوگوں کو وہ طریقے سکھلاوے جو کسوف کے موجبات کو دور کریں اور اسکی بدیوں کو مٹادیں۔ پس اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ تمام طریقے سکھلا دیئے۔ یہ خدا تعالےٰ کی سنت ہے کہ وہ دعا کے ساتھ بلا کو دور کرتا ہے اور دعا اور بلا دونوں کبھی جمع نہیں ہوتی ہیں۔ مگر دعا باذن الٰہی بلا پر غالب آجاتی ہے جبکہ دعا ایسی لبوں سے نکلتی ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف رجوع کرنیوالی اور سو دعا کرنیوالوں کو خوش خبری ہو۔

صحیح مسلم و بخاری سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنوں کے سمجھانے کے لئے فرمایا کہ شمس و قمر خدا تعالےٰ کے نشانوں میں سے دو نشان ہیں۔ اور کسی کے مرنے یا جینے کے لئے انکو گرہن نہیں لگتا بلکہ وہ تو خدا تعالےٰ کے دو نشان ہیں۔ خدا تعالےٰ اُن دونوں کے ساتھ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے پس جب تم انکو دیکھو تو جلدی سے نماز میں مشغول ہو جاؤ حدیث میں اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ دونوں نشان گناہگاروں کے ڈرانے کے لئے ہیں اور اُسوقت ظاہر ہوتے ہیں جب دنیا میں گناہ بہت ہوں۔ اور خلقت میں بدکاریاں

پھیل جائیں اور پلید ہیبت ہو جائیں اس غرض سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کے وقت فرمایا کہ بہت نیکیاں کرو۔ اور نیک کاموں کی طرف جلدی کرو۔ اور خالص نیت کے ساتھ نماز۔ روزہ۔ اور دعا کرنا اور رونا اور خدا تعالےٰ کی تعریف کرنا۔ اور ذکر و تضرّع۔ قیام۔ رکوع۔ سجود توبہ و انابت اور استغفار اور خشوع و ابتہال اور رجاء۔ آہی میں تذلل کرنا مقرر فرمایا تا کہ اس آنے والے عذاب سے ان اعمال صالح کا بجالانا عامل کے لیئے سپر ہو۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان دو چیزوں جسم اور روح کا مجموعہ ہے۔ پہلی حالت کو دیکھو کہ دل سے بات اُٹھتی ہے تو اسیر ا منہ عمل کرتے ہیں جس سے روح وجسم کا تعلق معلوم ہوتا ہے غمی و خوشی ایک روحانی کیفیت کا نام ہے۔ مگر اسکا اثر چہرہ پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کسی سے محبت ہو تو حرکات و سکنات سے اُسکا اثر معلوم ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے بھی اس نکتہ کو کئی پیرایوں میں بیان کیا۔ مثلاً حدیبیہ کے مقام پر جب سہیل آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سَہُلَ الْاَمْرُ۔ یعنے اب معاملہ آسانی سے فیصل ہو جائیگا۔ دیکھو بات جسمانی تھی نتیجہ روحانی نکالا۔ اسی طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کیطرف خیال کرو کہ پاخانہ جاتے وقت ایک دعا سکھادی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ یعنے جیسے ظاہری پلیدی نکالی اسیطرح نجاست روحانی کو بھی نکالنے کی توفیق دے۔ پھر جب مومن فارغ ہو تو پڑھے غُفْرَانَکَ اسمیں یہ اشارہ تھا کہ گناہ کی خباثت سے جب انسان بچتا ہے تو اسطرح روحانی چین پاتا ہے۔ اصل بات فیہ الذی ہے کہ جسمانی رنگ میں مرکز دماغ ہے کیونکہ تمام حواس کا تعلق دماغ سے ہے اور روحانی رنگ میں مرکز قلب ہے۔ انبیاء علیہم السلام چونکہ روحانیت کیطرف توجہ رکھتے ہیں اسلیئے وہ ظاہری نظارہ سے روحانی نظارہ کیطرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں سِرَاجًا مُّنِیْرًا یعنے روشن چراغ فرمایا ہے جب اُس حقیقی سورج حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ سورج کو گرہن لگ گیا یعنے کچھ ایسے اسباب پیش آگئے جنسے سورج کی روشنی سے اہل زمین مستفید نہیں ہوسکتے تو اس نظارہ سے آپکا دل بھڑک اُٹھا کہ کہیں میرے فیضان پہونچنے میں بھی کوئی ایسی آسمانی روک نہ آجائے اسلیئے آپنے اسوقت تک صدقہ دعا۔ استغفار۔ نماز کو نہ چھوڑا۔ جب تک سورج کی روشنی باقاعدہ طور سے زمین پر پہونچنی شروع نہ ہو گئی۔ اب چونکہ ہر ایک مومن شخص بھی بقدر اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور رکھتا ہے۔ جیسے باپ کا اثر۔ چنانچہ اسلیئے فرمایا مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ

النَّبِیّٖن ترجمہ۔ یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمانی بیٹا تو نہیں مگر روحانی بیٹے بیشمار ہیں۔ اسلئے ہر مومن ایسے نظارہ پر گھبراتا ہے اور گھبرانا چاہیئے کہ کہیں ایسے اسباب پیش نہ آجائیں جنسے ہمارا نور وسرور تک پہونچنے میں روک ہوجائے اسلئے وہ ان ذرائع سے کام لیتا ہے جو مصیبت کے انکشاف ورفع کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ یعنے صدقہ خیرات و تیار دعاء و استغفار کرتا و نماز پڑھتا ہے۔ احمد نور

۳۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکیہ میں کسوف وخسوف شمس وقمر کے متعلق لکھتے ہیں ؎

وَاِنْ حَلَّ خَسْفُ النَّیِّرَیْنِ فَاِنَّهٗ
حِجَابُ وُجُودِ النَّفْسِ دُوْنَكَ یَا فَتٰی

ترجمہ۔ یعنے جب چاند اور سورج کو گرہن لگ جائے تو اس سے سمجھ لو کہ ایسا ہی تیرے نفس کا وجود تیری ذات کے آگے لے جو ان حجاب اور پردہ ہے جو تجھ تک نور حقیقت کو پہونچنے سے مانع ہے۔

۴۔ جب آیات الٰہی میں سے کسی آیت کا ظہور ہوتا ہے اور لوگوں کے نفوس اُسکے سبب سے خدا تعالےٰ کی طرف متوجہ اور ملتجی ہوجاتے ہیں لہذا اس وقت انکو دنیا سے ایک قسم کی علیحدگی ہوجاتی ہے اسواسطے ایمان والے کے لئے یہ وقت بہت غنیمت ہے اسکو ایسے وقت میں دعا اور نماز اور تمام اعمال صالحہ میں کوشش کرنی چاہیئے۔

۵۔ یہ ایسا وقت ہے کہ عالم مثال میں حوادث کے پیدا کرنیکی طرف حکم الٰہی متوجہ ہوجاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہل معرفت کو خودبخود انکے دلوں میں ایسے اوقات میں گھبراہٹ پیدا ہوجاتی ہے

۶۔ ایسے اوقات میں زمین پر روحانیت کا نزول ہوتا ہے۔ اسلئے صاحب احسان کو ان اوقات میں خدا تعالےٰ کے ساتھ قربت حاصل کرنا بہت مناسب ہے۔ چنانچہ نعمان بن بشیر کی حدیث میں کسوف کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آیا ہے فَاِذَا تَجَلَّی اللّٰہُ لِشَیْءٍ مِّنْ خَلْقِہٖ خَشَعَ لَہٗ ترجمہ۔ یعنے جب خدا تعالےٰ اپنی مخلوقات میں سے کسی چیز پر تجلی فرماتا ہے تو وہ چیز اُسکے سامنے جھک جاتی ہے۔

۷۔ کفار لوگ چاند وسورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ لہذا مومن مسلمان کو لازم ہے کہ جب کوئی ایسی دلیل ظاہر ہو کہ جس سے ان چیزوں کی عبادت کا استحقاق ثابت نہ ہو تو خدا تعالےٰ کے آگے

نیاز مندی سے التجا کرے اور خدا تعالےٰ کو سجدہ کرے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ ترجمہ۔ آفتاب کو سجدہ نہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اُس خدا کو سجدہ کرو جس نے انکو پیدا کیا ہے۔ یہ سجدہ کرنا دین کے لئے شعار اور منکرین کے لئے جواب ساکت کرنیوالا ہے۔ ولی اللہ

خسوف وکسوف کی نماز میں قیام ورکوع دو۔ دو مقرر ہونے کی وجہ

چونکہ یہ نشانات بنی آدم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے خوف و دہشت و ہیبت یاد دلانیکے لئے نمودار ہوتے ہیں اسلئے ان نشانات کے ظہور میں بظاہر بھی انسان کو ایسے افعال و حرکات بجالانے کا امر ہوا جن میں خدا تعالےٰ کی دہشت و خوف و جلال و رعب کا نقشہ انسان پر نمودار ہو جیسا کہ کوئی کسی جابر و قاہر بادشاہ کی سطوت و جلال سے اُسکے سامنے بار بار جھکتا اور کبھی اسکی امید بخشش و رحم سے سیدھا اُسکے سامنے کھڑا ہوتا کبھی خوف سے جھک جاتا ہے اور اُسکے آگے اپنا سر نیاز زمین پر رگڑتا ہے۔ وہی نقشہ یہاں پر اختیار کرنا پڑا۔ اسی وجہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے دو قیام اور دو رکوع اس نماز میں کئے ہیں اور دونوں کو دو سجدوں پر قیاس کیا ہے۔ کیونکہ ایسے وقت میں رکوع اور قیام بھی خضوع کے لئے مثل سجدہ کے ہیں۔ فضل۔

نماز استسقا میں چادر اُلٹانیکی حکمت

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے دو رکعت نماز بالجہر پڑھی اور بعد ازاں خطبہ پڑھا۔ اور خطبہ میں قبلہ کیطرف رُخ کرکے ہاتھ اُٹھاکے دعا مانگی اور اپنی چادر کو پھیرا۔ اور یہ اسلئے کیا کہ ایک ہی جگہ ایک ہی چیز کی آرزو میں نہایت اہتمام سے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے تھے۔ اور چادر کا اُلٹانا لوگوں کے احوال کے متغیر ہونیکی انقل وفال نیک ہے جسطرح مستغیث آدمی بادشاہوں کے حضور میں کرتے ہیں۔ شیخ صاحب لکھتے ہیں ؎

وَمَنْ کَانَ یَسْتَسْقِیْ یُحَوِّلُ رِدَاءَہٗ ۔ نُحَوِّلُ عَنِ الْاَفْعَالِ عَنْكَ تَرْتَضِیْ

ترجمہ۔ جو شخص سالی میں نماز استسقا پڑہنا اور چادر کو الٹانا ہے۔ اسکو اسمیں یہ اشارہ ہے کہ اپنے افعال بد کو الٹ دے اور نیک افعال اختیار کرنا کہ تو خوش ہو جاوے۔ ابن عربی۔

قرآن کریم کا شعائر الٰہی میں سے ہونیکی حکمت

قرآن کریم کا شعائر آلہی ہونا اسطرح سے ہے کہ لوگوں میں سلاطین کی طرف سے فرامین کا رعایا کیطرف بھیجنا رائج ہے۔ سلاطین کے تابع فرامین شاہی کی بھی تعظیم ہوتی ہے۔
انبیاء کے صحیفے اور لوگوں کی تصانیف بھی شائع اور رائج ہوگئی ہیں۔ لوگوں کا مذہب کی پیروی کرنیکے ساتھ ہی اُن کتابوں کا تعظیم کرنا انکا پڑہنا پڑہانا بھی تھا۔ انکے علوم کو ہمیشہ کیلئے قبول اور حاصل کرنا بغیر ایسی کتاب کے بادی الرائی میں محال تھا جسکو وہ پڑہیں یا اسکی روایت کریں۔ اسواسطے لوگوں کا منشا رہوا کہ ایک کتاب کی صورت میں رحمت آلہی کا ظہور ہو جو رب العالمین کیطرف سے نازل ہووے اور اسکی تعظیم واجب ہو تعظیم کی یہ صورت ہو کہ جب وہ کتاب پڑہی جاوے تو سب لوگ خاموش ہو کر اسکو غور سے سنیں اُسکے فرامین کی فوراً تعمیل کریں۔ سجدۂ تلاوت کریں۔ جہاں تسبیح کرنیکا حکم ہو وہاں تسبیح پڑہیں۔

پیغمبر خدا کا شعائر الٰہی میں سے ہونیکی وجہ

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا شعائر آلہی میں سے ہونا اسواسطے ہے کہ انکا نام مرسل رکھا گیا ہے۔ کہ انکو بادشاہوں کے ایلچیوں سے مشابہت دیگئی ہے۔ جو کہ رعایا کیطرف بھیجے جاتے ہیں اور سلاطین کے امر و نہی کی انکو اطلاع کرتے ہیں۔ ایلچیوں کی تعظیم اسواسطے قرار دی گئی ہے کہ اُس بھیجنے والیکی تعظیم کا اظہار ہو۔ پیغمبر کی تعظیم یہی ہے کہ انکے احکام کی بجا آوری کی جاوے۔ اُنپر درود بھیجا جاوے۔ گفتگو کرتے وقت آواز بلند نہ کیجاوے۔

نماز سے مغفرت گناہونکا راز

نماز میں دونوں باتیں جمع ہیں تزکیۂ نفس اور اخبات نفس۔ اسکی وجہ سے نفس کو پاک ہو کر عالم ملکوت تک رسائی ہو جاتی ہے۔ اور نفس کی خاصیت میں یہ بات داخل ہے کہ جب وہ ایک صفت کے ساتھ متصف ہوتا ہے تو دوسری صفت جو اس صفت کی ضد ہوتی ہے

اس سے جدا ہو جاتی ہے اور وہ اس سے ہٹ جاتی ہے۔ وہ صفت اس سے ایسی دور و معدوم ہو جاتی ہے کہ گویا کبھی اسکا نام بھی اس میں نہ تھا۔ اب جس شخص نے نماز کو پورے پورے طور پر ادا کیا اور عمدہ طور پر وضو کیا اور وقت پر اسکو پڑھا اور رکوع و سجود اور خشوع اور اسکے اذکار اور اشغال کو کامل طور پر ادا کیا۔ اور ان صورتوں سے معانی اور ان اشباح سے ارواح کا اس نے ارادہ کیا۔ تو ضرور ہے کہ وہ شخص رحمت الٰہی کے عظیم الشان دریا میں پہونچ جاتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ اُسکے گناہ محو فرما دیتا ہے۔ چنانچہ اس امر کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قَالُوْا لَا قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهَا الْخَطَايَا۔ **ترجمہ**۔ یعنے اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر نہر جاری ہو اور اُس میں روزانہ وہ پانچ بار نہایا کرے تو کیا اُسکے بدن پر میل باقی رہ سکتا ہے لوگوں نے کہا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پنجگانہ نمازوں کی مثال ہے۔ ایسے ہی خدا تعالےٰ پنجگانہ نمازوں سے خطاؤں و گناہوں کو بالکل محو و نابود کر دیتا ہے۔

آج مورخہ ۲۳ مئی سنہ ۱۹۰۹ء کو بعد از نماز فجر اس حدیث نبوی کی حقیقت کچھ قدر مجھپر منکشف ہوئی کہ نماز سے گناہ واقعی انسان کے وجود سے ایسے خارج ہوتے ہیں جیسے غسل کرنے سے میل و پلیدی جسم سے اُتر جاتی ہے۔ اور اس امر کی تکمیل ظہر کی نماز سے لیکر فجر کی نماز تک ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ بھی اسی وقت محسوس و مشہود ہوا کہ پانچ نمازوں میں کوئی نماز عمداً چھوڑنے والے کے وجود میں گناہوں کی کدورت بڑھ جاتی ہے۔ اور عالم کشف میں ایسے شخص کا وجود سیاہی مائل نظر آتا ہے۔ یہ معلوم نہیں ہوا کہ آیا یہ پہلے گناہ عود کر آتے ہیں یا نافرمانی الٰہی کے ہوتے ہیں۔ مگر میرا ذہن فراست اسطرف مستبادر ہوتا ہے کہ یہ گناہ ترک نماز کے ہوتے ہیں۔

ہر خطبہ میں امام کا جلسہ استراحت کرنیکی وجہ

نبی علیہ السلام نے جمعہ کے اندر دو خطبوں اور اُنکے اندر جلسہ کرنے کو اسلئے مسنون فرمایا کہ امر مطلوب پورا پورا حاصل ہو جاوے۔ اور خطیب کو بھی آرام ملجاوے اور نیز سامعین کا نشاط از سر نو تازہ ہو جاوے

ہر خطبہ میں تقریری تشہد کی وجہ

خطبہ کا پڑھنا اس طرح پر مسنون ہے کہ پہلے خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا بیان کیجاوے اور آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جاوے اور توحید و رسالت کی شہادت ادا کیجاوے۔ اور پیچھے کلمہ فصل اما بعد لاکر لوگوں کو پند و نصیحت و تقوے کا حکم کرے اور انکو دنیا و آخرت کے عذاب الٰہی سے ڈراوے اور کچھ قرآن کریم پڑھے اور کچھ مسلمانوں کے حق میں دعائے خیر کرے۔ اسکا سبب یہ ہے کہ اس طریق نصیحت میں خدا تعالےٰ و رسول کریم و قرآن عظیم کی عظمت پائی جاتی ہے کیونکہ خطبہ دین کا شعار ہے۔ اذان کیطرح یہ چیزیں اسمیں بھی ضروری ہونی چاہئیں۔ اور حدیث میں آیا ہے کُلُّ خُطْبَةٍ لَيْسَ فِيهَا تَشَهُّدٌ فَهِيَ كَالْيَدِ الْجَذْمَاءِ ترجمہ یعنے جس خطبہ میں کلمۂ شہادت نہ ہو وہ شل و ست بریدہ کے ہے۔ خطبہ وعظ و نصیحت کے لئے مقرر ہے۔

اسماء الٰہی کا ننانوے میں محدود ہونیکی وجہ

سوال۔ اگر کوئی کہے کہ خدا تعالےٰ کے اسمائے حسنٰے ننانوے سے زیادہ ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر زیادہ ہو سکتے ہیں تو ننانوے کی تخصیص و حصر کی کیا وجہ ہے کیونکہ جسکے پاس ہزار روپیہ ہو تو عاقل کو لازم نہیں ہے کہ کہے کہ اسکے پاس ننانوے روپیہ ہے۔ کیونکہ اگرچہ ننانوے بھی ہزار کے اندر ہی آجاتے ہیں لیکن ننانوے کے عدد کی تخصیص باقی عددوں کی نفی کرتی ہے اور اگر ننانوے سے زیادہ نہیں ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کے کیا معنے ہیں جو آپ فرماتے ہیں کہ اے خدا میں تجھ سے ہر اسم کے ساتھ سوال کرتا ہوں جسکے ساتھ تونے اپنے آپ کو مسمّی فرمایا ہے۔ یا تونے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے یا تونے اپنی مخلوق میں سے کسیکو سکھایا ہے یا جو تیرے علم غیب میں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اور بھی بہت سے دلائل ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے اسما ننانوے سے زیادہ ہیں۔

جواب (۱) واضح ہو کہ بے شک خدا تعالےٰ کے اسم ننانوے سے زیادہ ہیں اور جس حدیث میں ننانوے کی حصر و تخصیص آئی ہے وہ ایک امر مخصوص کے متعلق ہے۔ مثلاً جس بادشاہ کے ہزار غلام ہوں اور کوئی کہے کہ بادشاہ کے ننانوے غلام ایسے ہیں کہ جو شخص انکے ساتھ اپنی مدد و پشتی چاہے اسکے دشمن اسکا تاب مقابلہ نہ لاسکیں گے۔ پس ایسی تخصیص انکے ساتھ امداد و قوت حاصل کرنیکے لئے ہے۔ یعنے ایسی خصوصیت یا تو انکے زیادہ قوی ہونیکے لئے یا اسلئے کہ اتنی تعداد دشمنوں کے رفع و دفع کرنے کے لئے کافی ہے اور باقی کی حاجت نہیں ہے۔ ایسا ہی اسمائے الٰہی کی خصوصیت و حصر ہے۔ اور اس قسم کی خصوصیت باقی

صدروں کی نفی نہیں کر سکتی۔ (ترجمہ از اربعین امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲- اس تعداد مخصوص کا ایک سبب یہ ہے کہ یہ اسمار خدا تعالےٰ کی صفات ثبوتیہ اور سلبیہ کی معرفت کے لئے کافی مقدار ہیں۔ اور حظیرۃ القدس میں ان اسمار کے لئے نہایت برکت اور کامل درجہ پایا جاتا ہے۔ اور نامۂ اعمال میں ان اسمار کی صورت جب مندرج ہوتی ہے تو بالضرور اس صورت کی وسعت ایک عظیم الشان رحمت کیطرف ہوتی ہے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ ترجمہ۔ یعنے خدا تعالےٰ کے لئے ننانوے اسم ہیں جو شخص انکو یاد کریگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

باب الجمعہ

وجہ تقرری نماز جمعہ

۱- جبکہ شریعت کا خطاب ہی عقل پر مانا گیا ہے۔ اور ہر حکم شریعت کی بنا وجوہات اور حکمتوں پر ہے تو پھر بالضرور ماننا پڑتا ہے کہ نماز جمعہ بھی منجملہ اُن احکام آلٰہی کے ہے جسکی تقرری حکمت آلٰہی اور اسکی مصلحت و رحمت و رأفت پر مبنی ہے۔ نماز کے روزانہ اوقات خمسہ کی تقرری کی فلاسفی قبل ازیں بیان ہو چکی ہے۔ پس جسطرح پانچوں اوقات نماز کا گذر و مرور ہر فرد بنی آدم پر ہو کر نتائج مختلفہ کا باعث ہے۔ ایسا ہی یوم جمعہ کا گذر بھی انسان کے جسم و روح پر تاثیرات مناسبہ کا باعث ہوتا ہے۔ یعنے اگر انسان اس دن میں نیکی میں شاغل ہوگا تو اسکے لئے بہتری و خوبی ہو گی۔ اور اگر بدی میں شاغل ہوگا تو سخت بد اثر ہوگا اسلئے اس نماز کا تقرر خدا تعالےٰ نے بنی آدم کی مصلحت و بہتری و بہبودی و ترقی حال کے لئے کیا ہے۔

۲- تقرری جمعہ سے مراد عام تبلیغ و تلقین اسلام ہے اور اس امر کے لئے جمعہ مقرر کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہر روز کی نمازیں تمام شہر کے لوگ ایک جگہ روزمرہ اکھٹے نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ اس میں انکا حرج عظیم اور انکے لئے تکلیف مالا یطاق امر تھا اسلئے حکمت آلٰہی کا مقتضی ہوا کہ عام تبلیغ اسلام کے لئے ایک حد مقرر کیجائے کہ اس حد کا دوران نہ تو بہت ہو جسکی وجہ سے لوگوں پر دشواری ہو۔ اور نہ بہت مدت میں ہو کہ جسکے سبب مقصود ہاتھ سے نکل جائے۔ اور ہفتہ ایسی مقدار ہے کہ تمام عرب و عجم اور اکثر ملتوں میں اسکا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور پھر

اس امر کی قابلیت ہے کہ اسکو حد بنایا جاوے اسلئے اسکو نماز کا وقت معین کیا گیا۔ اب رہا یہ امر کہ ان دنوں میں سے کونسا دن ایسی عبادت کے لئے مخصوص کیا جاوے۔ یہود نے ہفتہ کے روز کو اور نصاریٰ نے اتوار کے روز کو اپنی اپنی رائے کے موافق ان دنوں کو اور دنوں پر ترجیح دی اور اس امت کو اللہ پاک نے علم عظیم کے ساتھ خاص کیا کہ شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے دلوں میں اسکا القاء فرمایا جسکی بنا پر انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لیجانے سے پیشتر خود بخود جمعہ کے دن کو پسند کیا بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسکا انکشاف اسطرح اس امر کا فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس ایک آئینہ لیکر جسکے اندر سیاہ نقطہ تھا تشریف لائے اور اس مثال سے جو مراد تھی وہ آپکو سمجھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو معلوم کر لیا۔ اور اس علم کا حاصل یہ ہے کہ ادائے اطاعت کے لئے بہترین اوقات میں سے وہ وقت ہے کہ جس وقت خدا تعالےٰ کو بندوں کے ساتھ قربت ہوتی ہے اور اس وقت میں انکی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ کیونکہ ایسے وقت میں طاعت کے قبول ہونے میں بہت جلدی ہوتی ہے۔ اور خاص دن کے اندر اسکا اثر ہوتا ہے۔ اور ایک عبادت بہت سی عبادتوں کا نفع دیتی ہے۔

۳۔ خدا تعالےٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ تقرب کا ایک وقت مقرر ہے جو ہفتوں کی گردشوں سے اسکی بھی گردش ہوتی رہتی ہے۔ اسوقت خدا تعالےٰ جنت الکشف میں اپنے بندوں کو تجلی فرماتا ہے۔ اور وہ وقت جمعہ ہی کا دن ہوتا ہے۔ کیونکہ اسمیں اور بھی بہت سے امور عظیم واقع ہوتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ ترجمہ۔ یعنے بہترین دنوں میں سے جسمیں آفتاب کا طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن جنت میں داخل ہوئے اور اسی روز اس سے باہر ہوئے اور اسی روز قیامت قائم ہوگی۔ تمام بہائم جمعہ کے دن گھبرائے ہوئے۔ پریشان اور خائف ہوتے ہیں۔ گویا وہ کسی سخت ہیبت آواز سے ڈرتے ہیں اور اس امر کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس دن ملائکہ سافل سے اُنکے دلوں پر اس گھبراہٹ کا اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ کے اس اثر کی تشریح بالفاظ ذیل

بیان فرماتے ہیں کَاَنَّہٗ سِلْسِلَۃٌ عَلٰی صَفْوَانٍ حَتّٰی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِھِمْ ترجمہ یعنے جسطرح سخت پتھر پر لوہے کی زنجیر ماری جاتی ہے تو اس سے آواز پیدا ہوجاتی ہے۔ یہاں تک کہ ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے۔

۴۔ جبکہ یوم جمعہ تمام ایام ہفتہ سے افضل مانا گیا ہے تو بالضرور اسکی فضیلت اس امر کی مقتضی ہے کہ اسکی نماز بھی دیگر ایام سے افضل و ممتاز و منتخب ہو۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسبارے میں فرماتے ہیں اِنَّ اَفْضَلَ اَیَّامِکُمْ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْہِ النَّفْخَۃُ وَفِیْہِ الصَّعْقَۃُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ الصَّلٰوۃَ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ ترجمہ یعنے ہفتہ کے سب ایام سے افضل دن جمعہ کا ہے۔ اسی دن میں آدمؑ پیدا ہوا اسی دن نفخہ صور ہوگا اور اسی دن قیامت ہوگی۔ پس مجھپر درود بکثرت پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود پڑھنا مجھپر پیش کیا جاتا ہے۔

جبکہ یہ دن تمام ایام ہفتہ سے اعلیٰ و افضل ہے تو اس دن کی عبادت کا ثواب تمام ایام ہفتہ سے زیادہ تر ہونے سے مناسبت رکھتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ نماز جمعہ پڑھنے سے زائل ہو جاتے ہیں۔

اس روز کی فضیلت اس امر کی مقتضی ہے کہ اس روز کے اعمال زیادہ تر صفائی بدن و ستھرائی لباس سے بجالائے جائیں۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ ھٰذَا یَوْمُ عِیْدٍ لِّلْمُسْلِمِیْنَ فَمَنْ جَاءَ اِلَی الْجُمُعَۃِ فَلْیَغْتَسِلْ وَاِنْ کَانَ طِیْبٌ فَلْیَمَسَّ مِنْہُ وَعَلَیْکُمْ بِالسِّوَاکِ ترجمہ۔ یعنے یہ جمعہ کا دن مسلمانوں کی عید کا دن ہے۔ پس جو نماز جمعہ کو آوے وہ نہا لیوے۔ اور اگر اسکو خوشبو ملے تو خوشبو مل لیوے۔ اور اس روز مسواک بھی ضرور کیا کرو۔

۵۔ مذہب کی عام تبلیغ و تعلیم کے لئے ہفتہ بھر میں ایک یوم مقرر ہونا ضروری تھا۔ لہذا اس امر مہم کے لئے یوم جمعہ مقرر ہوا کیونکہ تبلیغ اسلام کے لئے قدیم سے ایک یوم ہفتہ کا تمام انبیاء رسا لقین میں بھی چلا آتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَضَلَّ اللّٰہُ عَنِ الْجُمُعَۃِ مَنْ کَانَ قَبْلَنَا کَانَ لِلْیَھُوْدِ یَوْمُ السَّبْتِ وَالْاَحَدُ لِلنَّصَارٰی فَھُمْ لَنَا تَبَعٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ مِنْ اَھْلِ الدُّنْیَا وَالْاَوَّلُوْنَ الْمَقْضِیُّ لَھُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ ترجمہ۔ یعنے حضرت ابی ہریرہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے راوی ہیں کہ خدا نے یہود و نصاریٰ پر جو تم سے پہلے تھے یوم جمعہ کی فضیلت و بزرگی پوشیدہ رکھی اسلیئے وہ بھٹک گئے۔ یہود کے لئے ہفتہ کا دن تھا اور نصاریٰ کے لئے اتوار کا دن تھا پس وہ قیامت تک ہم سے پیچھے ہیں۔ ہم اہل دنیا سے آخیر پر آئے ہیں اور سب لوگوں سے پہلے قیامت کے دن ہمارا فیصلہ ہوگا۔ یعنے دربار آلہی میں حاضر ہونگے۔ وجہ اس امر کی یہ ہے کہ دنیا کا ابتدا اتوار سے شروع اور اسکی تکمیل یوم جمعہ بوقت عصر ہوئی۔ پس جمعہ کے دن میں جسکی پیدائش ہو وہ جامع فضائل اولین والآخرین ہے۔ لہذا اسکی فضیلت اس امر کی مقتضی ہے کہ اسکو دربار آلہی میں باریابی سب سے پہلے ہو۔ کیونکہ وہ تمام نیکیوں کا مجموعہ ہے۔ اور سب کا سردار ہے۔

خصوصیت یوم جمعہ۔ہفتہ۔اتوار

جس قوم کی عبادت کا خاص یوم ہفتہ جمعہ کا دن مقرر ہو اسمیں اسبات کا اشارہ ہے کہ اس قوم کا دین تمام نیکیوں کا مجموعہ ہے اور وہی دین کامل و اکمل و مکمل ہے اور بالآخر دنیا میں وہی قوم کامیاب و مظفر و منصور ہوگی۔ اور اس قوم کا ابتدا میں عروج ہوگا پھر درمیانی زمانہ میں اسکا نزول ہوگا۔ پھر دوبارہ اسکا عروج ہوگا۔ اور وہ جمعہ کا چھٹا گھنٹہ وقت استوا ہوگا۔ یعنے آدمؑ سے لیکر دنیا کے چھٹے ہزار سال کے قریب نصف کے بعد شروع ہوگا۔

کیونکہ جسطرح دین کی تکمیل چھٹے دن کو ہوئی ہے اسیطرح انسان کے روحانی فضائل و جسمانی تکمیل کا دائرہ چھ طور پر پورا ہوکر ختم ہوتا ہے۔ وجہ یہ کہ خدا نے انسان کی پیدائش میں چھ اطوار رکھے ہیں اور چھ اطوار کے اختتام تک تکمیل ہوتی ہے۔ لہذا یوم الاحد سے لیکر جمعہ کو پورے چھ یوم ہوتے ہیں۔ سو یہ یوم جامع نبی کی امت کا ہے۔ اسمیں کسی دوسرے کی شراکت نہیں ہے۔

جس قوم کا دینی ہفتہ یک شنبہ یعنے اتوار ہے اسکی اسبات پر دلالت ہے کہ اس قوم کی حالت دین بہت کمزور نطفہ کے رنگ پر ہے۔ وہ قوم نصاریٰ ہے۔ اور پھر اسکی اس امر پر دلیل ہے کہ اس قوم کے اکثر افراد دنیا کے چھٹے یوم یعنے چھ ہزار سال کے اختتام تک اور اسکے بعد اس قوم اور اس نبی کا دین اختیار کرینگے جنکا دینی ہفتہ یوم جمعہ مقرر ہوا ہے۔ وہ اہل اسلام ہیں کیونکہ اکثر نطفے اپنے کمال کو پہونچکر تولد ہوتے ہیں اور پھر اس امر پر دلالت ہے کہ جس قوم کا دینی ہفتہ یک شنبہ ہے اسکا نبی جمالی رنگ میں آخر مبعوث ہوگا۔ وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہیں

اور پھر اس امر پر دلیل ہے کہ اس نبی کی زندگی میں تھوڑے لوگ اسکے مطیع ہوں گے اور اسکی وفات کے بعد اسکو ماننے والے بہت ہو نگے کیونکہ اکثر نطفے بعد تولد جسمانی کمال کو پہونچ جاتے ہیں۔ اور وہ روحانی پرورش میں بہت کمزور وضعیف اور صنعت وحرفت وحکومت میں پر سر کمال ہونگے کیونکہ یوم الاحد انکی ولادت کا دن ہے۔ چونکہ انکی روحانی پرورش بہت کمزور ہوگی اسلئے انکی تربیت روحانی کا تقاضا اس امر کا مقتضی ہوگا کہ وہ جامع نبی کے دین میں مل کر روحانی پرورش پائیں گے۔ اور انکی تعداد کئی کروڑوں بلکہ اربوں تک ہوگی۔

جس قوم کا دینی ہفتہ یوم سبت یعنے شنبہ مقرر ہے اسکی اسبات پر دلیل ہے کہ وہ قوم بالآخر متروک و مخذول و مردود ہو جائیگی اور وہ تعدی و سرکشی میں تمام اقوام سے بڑھے ہوئے ہونگے اور سستی و کسالت و عیاشی و تعدی کے باعث دنیا ہی میں انپر عذاب آجائیگا اور انکے اکثر افراد کا خاتمہ عذاب کے ساتھ ہوگا۔ کیونکہ شنبہ کے دن کو ان ہی امور سے مناسبت ہے۔ اور اس قوم کے بعض لوگ جامع نبی کے دین کو قبول کرلیں گے۔ مگر جس نبی کی قوم کا دینی ہفتہ اتوار ہے۔ اس نبی کو تھوڑے مانیں گے اور اسکو ایذا دینگے اور اسیطرح سے دونوں قوموں میں سخت عداوت نمودار ہو جائیگی۔ اور پھر اسبات پر دلیل ہے کہ جس قوم کا دینی ہفتہ سبت ہے اس قوم کا نبی انپر جلالی رنگ میں مبعوث ہوگا۔ اور اس قوم کے اکثر افراد اس نبی کی نافرمانی کرینگے وہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

جس قوم کا دینی ہفتہ یوم جمعہ ہے اسکی اسبات پر دلیل ہے کہ اس قوم کا دین تمام ادیان سابقہ سے اکمل ہوگا اور تمام ادیان و اقوام کی نیکیاں اس دین میں جمع ہونگی اور اس قوم کا نبی جامع جلال و جمال اور خاتم الانبیاء و جامع جمیع کمالات نبوت ہوگا اور پھر اسبات پر دلیل ہے کہ بالآخر دنیا کی تمام قومیں اپنے ادیان و مذاہب چھوڑ کر جامع نبی کے دین میں آکر ملجائینگی وہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فضل۔

ترک جمعہ سے دل پر مہر لگنے کی وجہ

قبل ازیں لکھا گیا ہے کہ ایام و اوقات بنی آدم پر اپنی اپنی تاثیرات مناسبہ ڈالتے رہتے ہیں

پس جبکہ اسلام کا ہفتہ یوم جمعہ مقرر ہوا اور اس میں انسان کے لئے مجموعہ خیرات دینی و دنیاوی دینے کا وعدہ ہے تو اسکو ترک کرنے میں گویا خیرات دینی و دنیاوی سے محروم ہونے کی نشانی ہے۔ جو شخص جمعہ کی نماز چھوڑ دیگا یا جان بوجھکر ترک کر دیگا اس نے گویا یہود و نصاریٰ کے یوم سبت و یوم احد کے ساتھ اپنی مناسبت پیدا کر لی۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ تو یوم جمعہ کو نماز نہیں پڑھتے بلکہ انھوں نے تو ہفتہ اور اتوار مقرر کر لیا ہوا ہے۔ سو سبت و اتوار والے لوگوں کا حال ملاحظہ کر لو کہ کیا ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثًا مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ ترجمہ۔ یعنے جو شخص تین جمعے بغیر ضرورت چھوڑ دے خدا تعالےٰ اُسکے دل پر مُہر لگا دیتا ہے۔ فضل۔

شہروں میں تقرری جمعہ کی وجہ

چونکہ یوم جمعہ تبلیغ و تلقین اسلام کے لئے مقرر کیا گیا ہے اسلئے ضرور تھا کہ تبلیغ و تعلیم اسلام کے لئے ایسے مقام مقرر ہوں جہاں لوگ بکثرت اکٹھے ہو سکیں۔ اور دیہات کے لوگوں کو امر ہوا کہ وہ اپنے گرد و نواح کے بڑے قصبوں والوں کے ساتھ ملکر نماز جمعہ ادا کریں کیونکہ وہاں آگے ہی بکثرت جمع ہوتے ہیں۔ وجہ یہ کہ تھوڑی تعداد کے لوگوں کو زیادہ تعداد کے ساتھ ملجانا مناسب ہے۔

پھر ضروری تھا کہ نماز جمعہ کے لئے قصبات میں باہر سے آنیوالے لوگوں کے لئے ایک حد مقرر ہوتی ورنہ بہت دور سے آکر نماز جمعہ میں شامل ہونیکے لئے انسانوں کے امور معاش میں خلل و حرج ہوتا کیونکہ بعض ممالک میں صدہا کوسوں تک کوئی بڑا شہر نہیں ملتا۔ بلکہ چھوٹے چھوٹے دیہات ہوتے ہیں۔ اور ایسے صدہا میل کے اندر رہنے والے لوگوں کو اس عظیم الشان نیکی نماز جمعہ و تبلیغ و تلقین و تعلیم اسلام سے محروم رکھنا اور مہمل چھوڑ دینا حکمت دین اسلام و مصلحت الٰہی کے برخلاف ہے۔ کیونکہ دیہات کے لوگ بہ نسبت شہر و قصبات والوں کے زیادہ تر تبلیغ و تعلیم اسلام کا حق رکھتے ہیں۔ وجہ یہ کہ وہ لوگ اکثر مہذب و دیندار لوگوں سے علیحدہ و دور رہتے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے اَلْاَعْرَابُ

اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَنْ لَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ **ترجمہ**۔ یعنے دیہات کے گنوار لوگ کفر و نفاق میں بہت بڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور انکی حالت ہی اس لائق ہوتی ہے کہ وہ حدود الٰہی سے ناواقف ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان میں تبلیغ و تعلیم اسلام کم ہوتی ہے۔ پس جہاں کے لوگ اسلام سے بہت سخت ناواقف و بے علم ہوں انکے لئے زیادہ تر تاکید تعلیم و تبلیغ اسلام ہونی مناسب ہے۔ سو الٰہی حکمت نے ایسا ہی کیا اور انکو اس سے محروم نہیں رکھا۔ لہذا کم از کم دو میل کے اندر دیہات کے رہنے والے لوگوں کو امر ہوا کہ وہ بڑے شہروں و قصبات میں جا کر اکٹھے ہو کر نماز پڑھیں۔ کیونکہ بہت سے آدمیوں کا ایک جگہ عبادت کے لئے جمع ہونا موجب نزول رحمت الٰہی اور شہر کے مہذب لوگوں سے دیہاتیوں کے ملنے اور اُن میں آکر عبادت ادا کرنے سے غیر مہذب لوگوں کے نفوس مہذب بنجاتے ہیں اور ایک دوسرے کے نفوس میں انوار کا تداخل ہوتا ہے۔

اور جہاں نزدیک کوئی شہر نہیں وہاں پر دو میل کے اندر رہنے والے لوگوں کو ایک جگہ ملکر نماز جمعہ ادا کرنے کیطرف ایما فرمایا گیا۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا هَلْ عَسٰى اَحَدُكُمْ اَنْ يَّتَّخِذَ الصُّبَّةَ مِنَ الْغَنَمِ عَلٰى رَأْسِ مِيْلٍ اَوْ مِيْلَيْنِ فَيَتَعَذَّرُ عَلَيْهِ الْكَلَاءُ فَيَرْتَفِعُ ثُمَّ تَجِیْءُ الْجُمُعَةُ فَلَا يَجِیْءُ وَلَا يَشْهَدُهَا وَتَجِیْءُ الْجُمُعَةُ فَلَا يَشْهَدُهَا وَتَجِیْءُ الْجُمُعَةُ فَلَا يَشْهَدُهَا حَتّٰى يُطْبَعَ عَلٰى قَلْبِهٖ **ترجمہ**۔ یعنے حضرت ابی ہریرۃ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے راوی ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سنو کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص بکریوں کا ریوڑ ایک یا دو میل کے فاصلہ پر رکھے اور انکے چارہ کی اسکو ضرورت ہو تو وہ اس چارہ کے لئے ایک یا دو میل سے دور چلا جاوے۔ مگر پھر جب جمعہ کا دن آوے تو نماز جمعہ میں آکر وہ حاضر نہ ہو پھر جمعہ کا دن آوے تو وہ نماز جمعہ میں حاضر نہ ہو پھر جمعہ کا دن آوے تو وہ نماز میں حاضر نہ ہو تو اسکے دل پر مہر لگائی جاوے گی۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ نماز جمعہ دیہات میں پڑھنا جائز نہیں یہ بات غلط ہے۔ بلکہ خدا تعالےٰ نے عام اہل اسلام مومنوں کو نماز جمعہ کے لئے خطاب کیا ہے اور اسمیں شہری کی تخصیص نہیں فرمائی۔ بلکہ تمام دیہات و شہر والوں کو یکساں امر فرمایا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے

فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ۔
ترجمہ۔ یعنے اے مومنو جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے تمکو بلایا جاوے تو یاد الٰہی کو دوڑ جاؤ۔ ایسا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْجُمُعَۃُ وَاجِبَۃٌ عَلٰی کُلِّ قَرْیَۃٍ
ترجمہ یعنے نماز جمعہ کا ادا کرنا ہر گاؤں والوں پر واجب ہے۔ اور اس وجوب کی وہ شکل ہے جو ہم نے اوپر ظاہر کی ہے کیونکہ بعض گاؤں ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں ایک یا دو مرد ہوتے ہیں تو انپر وجوب جمعہ اسی شکل سے قائم ہے اور امر ہے کہ وہ دوسرے مقام میں نماز جمعہ جاکر ادا کریں اور اسی میں انکی فضیلت وبہتری ہے اور اگر وہ ایسا گاؤں ہو جہاں تین سے زیادہ آدمیوں کی آبادی ہو تو وہاں بھی جمعہ ادا ہوسکتا ہے۔ اور ہر دو میل پر جمعہ قائم کرنے کا انتظام بادشاہ یا امام وقت سے ہوسکتا ہے۔ یا یہ کہ خود لوگ اتفاق کرکے ہر دو میل کے فاصلہ والے دیہات کے اندر جہاں شہر وقصبات کہاں نزدیک نہوں جمعہ ادا کریں۔ مگر اس سے ہماری یہ مراد نہیں ہے کہ جہاں بادشاہ وامام وقاضی وقت جمعہ پڑھنے کے لئے لوگوں کو تاکید نہ کریں وہاں کے لوگوں سے جمعہ ساقط ہوسکتا ہے اور نہ ہماری یہ مراد ہے کہ انپر وجوب جمعہ نہیں ہے۔ بلکہ وجوب جمعہ انپر اسطرح قائم ہے جسطرح خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں اسکا امر فرمادیا ہے۔ البتہ اگر کوئی دین اسلام کا بادشاہ موجود ہو اور پھر وہ اقامت جمعہ کے لئے اسطرح کوشش نہ کرے تو اسکی بادشاہی میں فتور وزوال آجائیگا۔ اور یہی امر زوال سلطنت اسلام کا ہوا کہ امرائے اوائے نماز جمعہ اور اسکی اقامت کے لئے کوشش نہ کی۔ بلکہ غفلت وعیاشی میں ڈوب گئے تو پھر ضرور تھا کہ ترک یوم جمعہ کی مناسبت وبددعائے نبوی ان کو لاحق ہوتی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عن جابر ابن عبد اللہ قال خطبنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فَقَالَ یَآ اَیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا وَبَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَۃِ قَبْلَ اَنْ تُشْغَلُوْا وَصِلُوا الَّذِیْ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ رَبِّکُمْ بِکَثْرَۃِ ذِکْرِکُمْ لَہٗ وَکَثْرَۃِ الصَّدَقَۃِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ تُرْزَقُوْا وَتُنْصَرُوْا وَتُجْبَرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَیْکُمُ الْجُمُعَۃَ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا فِیْ یَوْمِیْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِیْ ھٰذَا مِنْ عَامِیْ ھٰذَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ فَمَنْ تَرَکَھَا فِیْ حَیَاتِیْ اَوْ بَعْدِیْ وَلَہٗ اِمَامٌ عَادِلٌ اَوْ جَائِرٌ اِسْتِخْفَافًا بِھَا اَوْ جُحُوْدًا لَھَا فَلَا جَمَعَ اللّٰہُ شَمْلَہٗ وَلَا بَارَکَ لَہٗ فِیْ

أَمْرِهٖ أَلَا وَلَا صَلٰوةَ لَهٗ وَلَا زَكٰوةَ لَهٗ وَلَا حَجَّ لَهٗ وَلَا صَوْمَ لَهٗ وَلَا بِرَّ لَهٗ حَتّٰى يَتُوْبَ فَمَنْ
تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ أَلَا لَا تَؤُمَّنَّ اِمْرَأَةٌ رَجُلًا وَلَا يَؤُمَّ أَعْرَابِيٌّ مُهَاجِرًا وَلَا يَؤُمَّ
فَاجِرٌ مُؤْمِنًا إِلَّا أَنْ يَقْهَرَهٗ سُلْطَانٌ يَخَافُ سَيْفَهٗ وَسَوْطَهٗ۔ ترجمہ۔ جابر بن عبد اللہ
راوی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم میں تقریر ذیل فرمائی۔ فرمایا۔ اے لوگو مرنے
سے پہلے خدا کی طرف رجوع کر لو اور اعمال صالحہ کے لئے جلدی کرو اور وہ رشتہ جو تمہارے
درمیان اور تمہارے پروردگار کے درمیان ہے اسکو خدا تعالے کو بہت یاد کرنے اور ظاہر
و پوشیدہ بہت صدقات دینے سے ملاؤ تو تمکو رزق دیا جائیگا۔ اور تمہاری مدد کیجاوے گی
سنو کہ خدا تعالے نے آج اس مقام اس مہینے اور اسی سال قیامت تک نماز جمعہ کا
ادا کرنا فرض کیا ہے اس لئے جس نے نماز جمعہ کو میری زندگی میں یا میری وفات کے بعد عمداً
یا انکار کر کے چھوڑ دیا اور اسکا کوئی امام عادل یا جابر موجود ہو تو خدا تعالے اسکی پراگندگی
جمع نہ کریگا اور اسکے کام میں خدا برکت نہ دیگا۔ سنو اسکی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی اسکی
کوئی زکات قبول نہیں ہوتی اسکا کوئی حج نہیں اسکا کوئی روزہ نہیں۔ اسکی کوئی نیکی نہیں
جب تک وہ ترک نماز جمعہ سے توبہ نہ کرے۔ پس جو شخص توبہ کرے خدا اسکی توبہ قبول
کر لیتا ہے۔ سنو کوئی عورت کسی مرد کی امامت نہ کرے کوئی دیہاتی باہر کا رہنے والا
کسی مہاجر کا امام نہ بنے اور کوئی فاجر کسی مومن کا امام نہ بنے۔ مگر یہ کہ کوئی بادشاہ اسپر جبر
کرے کہ جسکی تلوار اور چابک سے وہ ڈرتا ہو۔ مختصر۔

حکمت تعطیلات جمعہ

جمعہ کے دن اہل اسلام کے عام دنیاوی کاروبار و کارخانجات و دفاتر وغیرہ میں تعطیلات
کا حکم حرمت و عظمت جمعہ کے لئے ہے کیونکہ اسلام میں یوم جمعہ عظیم الشان شعائر اللہ میں سے
ہے پس خدا کا شعار اس امر کا مقتضی ہے کہ اسکا پاس ادب کیا جائے۔ اور اسکا ادب جبھی
ادا ہو سکتا ہے کہ اس یوم کا اکثر حصہ عبادت الٰہی میں گذارا جاوے۔ اسلئے عظمت و آداب
جمعہ قائم رکھنے کے لئے تاکیدی حکم وارد ہوا کیونکہ جمعہ کا ادب ترک کرنے سے دل پر مہر

لگ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ یوم جمعہ میں کاروبار دنیا میں مشغول رہتے اور نماز جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے انکے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے۔ انکے دل سیاہ ہوجاتے ہیں۔ دل پر مہر لگنے سے مراد خدا تعالےٰ کی لعنت کا اثر دل پر ہونا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ تَرَکَ ثَلَاثَ جُمُعَاتٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قَلْبِهٖ ترجمہ یعنے جو شخص تین جمعے جان بوجھکر بوجہ غفلت کے چھوڑدے خدا تعالےٰ اسکے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلٰی اَعْوَادِ الْمِنْبَرِ لَیَنْتَهِیَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ تَرْکِهِمُ الْجُمُعَةَ وَالْجَمَاعَاتِ اَوْ لَیَطْبَعَنَّ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَلَیُکْتَبُنَّ مِنَ الْغَافِلِیْنَ۔ وَعَنْ اَبِی جَعْدِ الضَّمْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَکَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثًا مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ فَهُوَ مُنَافِقٌ۔ ترجمہ۔ حضرت ابن عباس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے منبر پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ لوگ ترک جمعہ و ترک جماعت سے باز آجاویں ورنہ خدا تعالےٰ انکے دلوں کو مٹا دیگا یعنے انکے دلوں پر مہر لگا دیگا۔ اور انکو غافلوں میں لکھ دیگا۔ اور ابی جعد ضمری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے تین جمعے بغیر عذر چھوڑ دیئے وہ منافق ہے۔ فضل۔

نماز میں خوف زدہ ہوکر کھڑا ہونے کا راز

نماز میں خدا تعالےٰ کے حضور میں ایسی توجہ رکھکر اور ایسی ہیئت بنا کر کھڑا ہونا لازم ہے کہ رقت طاری ہوجاوے۔ جیسے کہ کوئی شخص کسی خوفناک مقدمہ میں گرفتار ہوتا ہے اور اسکی واسطے قید یا پھانسی کا فتویٰ لگنے والا ہوتا ہے اسکی حالت حاکم کے سامنے کیا ہوتی ہے ایسی ہی خوف زدہ دل کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے سامنے کھڑا ہونا چاہیئے جس نماز میں دل کہیں ہی اور خیال کسی اور طرف ہے۔ اور منہ سے کچھ کہتا ہے وہ ایک لعنت ہے جو آدمی کے منہ پر واپس ماری جاتی ہے اور قبول نہیں ہوتی۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ترجمہ یعنے لعنت ہے ان نمازیوں پر جو اپنی نماز کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اور حدیث نبوی میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وَاِذَا ضَیَّعَ رُکُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا وَالْقِرَاءَةَ فِیْهَا قَالَتِ الصَّلٰوةُ ضَیَّعَكَ اللّٰهُ کَمَا ضَیَّعْتَنِیْ ثُمَّ صُعِدَ بِهَا وَلَهَا ظُلْمَةٌ حَتّٰی تَنْتَهِیَ اِلَی السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ دُوْنَهَا ثُمَّ تُلَفُّ

كَمَا يُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلَقُ فَيُضْرَبُ بِهَا وَجْهُ صَاحِبِهَا ۔ ترجمہ۔ جب کوئی شخص نماز کا رکوع اور سجود ضائع کرے اور اسمیں قرأت ٹھیک نہ پڑھے تو اسکو نماز کہتی ہے کہ خدا تعالے تجھے ضائع کرے جیسا کہ تو نے مجھے ضائع کیا۔ پھر فرشتے اسکو اوپر لیجاتے ہیں۔ اور اُس نماز میں اندھیرا ہوتا ہے۔ جب آسمان کے پاس پہونچتی ہے تو آسمان کے دروازے اُس نماز کے آگے بند کیئے جاتے ہیں۔ پھر اُس نماز کو پُرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر فرشتے اُس نماز کے پڑھنے والے کے منہ پر مارتے ہیں۔

حقیقت نماز از زبان حضرت مولانا جلال الدین رومی صاحب مثنوی

معنی تکبیر این است اے سلیم ۔ کاے خدا پیش تو ما قربان شدیم
وقت ذبح اللہ اکبر مے کنی ۔ ہمچنیں در ذبح نفس کشتنی
تن چو اسمٰعیل و جاں ہمچوں خلیل ۔ کرد جاں تکبیر بر جسم نبیل
گشت کشتہ تن ز شہوتہا و آز ۔ شد بہ بسم اللہ بسمل در نماز
چوں قیامت پیش حق صفہا زدہ ۔ در حساب و در مناجات آمدہ
ایستادہ پیش یزداں اشک ریز ۔ بر مثال راست خیز رستخیز
حق ہمی گوید چہ آوردی مرا ۔ اندریں مہلت کہ من دادم ترا
عمر خود در چہ بپایاں بردہ ۔ قوت و قوت در چہ فانی کردہ
گوہر دیدہ کجا فرسودہ ۔ پنج حس را در کجا پالودہ
ہمچنیں پیغامہائے دردگیں ۔ صد ہزاراں آید از حضرت چنیں
در قیام ایں کفتہا دارد رجوع ۔ واز خجالت شد دوتا اندر رکوع
قوت استادن از خجلت نماند ۔ در رکوع از شرم تسبیحے بخواند
باز فرماں آیدش بردار سر ۔ از رکوع و پاسخ حق بر شمر
سر برآرد او دگر رہ شرمسار ۔ باز اندر او فتد آں نابکار
باز فرماں آیدش بردار سر ۔ از سجود و وادہ از کردہ خبر
باز گوید سر برآرد باز گو ۔ کہ بخواہم جست از تو مو بمو
قوت استادن پا نبودش ۔ کہ خطاب ہیبتے بر جاں زدش

پس نشیند قعدہ زاں بارِ گراں　　　حضرتش گوید سخن گو با بیاں
نعمتے دادم بگو شکرش چہ بود　　　دادمت سرمایہ ہیں بنمای سود
رو بدست راست آرد در سلام　　　سوئے جانِ انبیاؑ و آں کرام
یعنی اے شاہاں شفاعت کیں لئیم　　　سخت در گل ماندہ از غم دل دونیم
انبیا گویند روزِ چارہ رفت　　　چارہ آنجا بود و دست افزار زفت
رو بگرداند بسوئے دست چپ　　　در تبار خویش گویندش کہ خپ
ہیں جوابِ خویش گو با کردگار　　　ما کئیم اے خواجہ دست از ما بدار
نہ ازیں سو نہ ازاں سو چارہ شد　　　جانِ آں بیچارہ صد دل پارہ شد
از ہمہ نومید شد مسکیں کیا　　　پس برآرد ہر دو دست اندر دعا
کز ہمہ نومید گشتم اے خدا　　　اول و آخر توئی اے منتہا
در نماز ایں خوش اشارتہا ببیں　　　تا بدانی کاں بخواہد شد یقیں
بچہ بیروں آر از بیضہ نماز　　　سر مزن چوں مرغ بے تعظیم ساز

بشنو از اخبار آں صدر الصدور
لا صلوٰۃ تمّ اِلّا بالحضور

ترجمہ۔ یعنے تکبیر تحریمہ کا یہ مطلب ہے کہ اے خدا ہم نے تیرے آگے اپنے آپ کو قربان کر دیا جیسا کہ تم جانور کو ذبح کرنے کے وقت اللہ اکبر کہکر ذبح کرتے ہو ایسا ہی تم اپنی نفسانی خواہشوں کو تکبیر تحریمہ میں ذبح کر ڈالو۔ جسم اسمعیل کی مثل اور جان ابراہیم خلیل اللہ کی شکل سمجھو اور جان نے جسم پر تکبیر کہی ہے۔ جب جسم نفسانی خواہشات اور حرصوں سے مقتول ہو جاوے تو وہ نماز میں بسم اللہ سے ہی مذبوح ہو جاتا ہے۔ نماز کے قیام میں یہ اشارہ سمجھو کہ گویا میدان قیامت میں تم خدا تعالےٰ کے حضور میں صف بستہ کھڑے ہو اور وہ تم سے حساب لے رہا ہے اور تم مناجات کر رہے ہو۔ سمجھو کہ خدا تعالےٰ کے آگے کھڑے ہوئے زاری کر رہے ہو۔ اور خدا تعالےٰ تمکو کہتا ہے کہ یہ مہلت جو میں نے تمکو دی ہے اسمیں تم میرے لیئے کیا لائے ہو۔ اپنی عمر تم نے کس کام میں صرف کی اور روزی اور طاقت جو میں نے تمکو دی تھی وہ تم نے کہاں خرچ کی۔ آنکھوں کو تم نے کہاں صرف کیا اور پانچ حواس کو تم نے کہاں لگایا۔ اسیطرح خدا تعالےٰ کی طرف سے اسکو ہزاروں دردناک پیغام سمجھنا چاہیئے کہ قیام میں یہ باتیں

خدا تعالٰے کیطرف سے وارد ہوتی ہیں۔ اور رکوع میں یہ اشارہ سمجھے کہ ان باتوں سے شرمندہ ہوکر سرنگوں ہوگیا ہوں۔ گویا سمجھے کہ شرمندگی سے کھڑا ہونیکی طاقت نہیں رہی اور سرنگوں ہوکر شرمندگی سے تسبیح پڑھتا ہے۔ پھر یہ سمجھے کہ خدا تعالٰے کیطرف سے حکم آتا ہے کہ سر اٹھا اور خدا تعالٰے کو جواب دو۔ سجدہ میں یہ اشارہ سمجھو کہ رکوع کرنے والا گویا سر اٹھا کر بحالت شرمندگی منہ کے بل گرتا ہے۔ پھر اسکو حکم آتا ہے کہ سر اٹھا کر جواب دو۔ پھر حکم الٰہی آتا ہے کہ سر اٹھاؤ کہ میں تم سے بال بال کا حساب لونگا۔ اب یہ سمجھے کہ اسکو کھڑا ہونے کی طاقت نہیں رہی اور خطاب الٰہی کی ہیبت نے اسکی جان پر اثر کیا۔ گویا اس بھاری بوجھ سے قعدہ میں بیٹھا اور خدا تعالٰے اسکو فرماتا ہے کہ بیان کرو کہ جو نعمتیں میں نے تمکو دی تھیں انکا شکریہ تم نے کیا ادا کیا۔ میں نے تمکو راس المال دیا تھا اسکا نفع کہاں ہے۔ دائیں جانب سلام پھیرنے میں یہ اشارہ ہے کہ دائیں جانب انبیاء علیہم السلام کو سلام دیتا اور ان سے عرض حال کرتا ہے کہ میں نابکارہ سخت درماندہ و عاجز ہوگیا ہوں۔ گویا انبیاء علیہم السلام اسکو کہتے ہیں کہ اب سفارش کا دن نہیں رہا سفارش کا علاج دنیا ہی میں ہوسکتا تھا۔ اب بات ہاتھ سے نکل گئی تب وہ گویا بائیں جانب سلام کہتا اور اپنے خویش واقارب میں جاکر جوئی کرتا ہے۔ وہ بھی اسکو سب جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا تعالٰے کے آگے اپنا جواب تم خود ہی پیش کرو ہم کیا چیز ہیں کہ تمہاری سفارش کرسکیں ہم سے ہاتھ دھو لو۔ اور کچھ امید نہ رکھو۔ جب اِدھر اُدھر سے اسکو جواب ملجاتا ہے تو اسوقت اسکا دل ٹکڑے ٹکڑے اور سخت مغموم ہوتا ہے اور سب سے ناامید ہوکر عاجزانہ دونوں ہاتھ دعا کے لئے خدا تعالٰے کے آگے اٹھاتا ہے کہ اے خدا میں سب سے ناامید ہوگیا ہوں۔ اول اور آخر میں میرا مرجع و منتہا تو ہی ہے۔ نماز میں یہ نکات یاد رکھو۔ اور یقین جانو کہ انسان پر ایسی حالتیں آتی ہیں۔

اسطرح ان اشارات ونکات کو سمجھکر نماز کے اندلسے سے بچنکال لو اور مرغ کی طرح بے تعظیمی سے نہ مارو کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ کوئی نماز بغیر حضور دل کامل نہیں ہوتی۔

حقیقت دعا و قضا

اگرچہ دنیا کی کوئی خیر و شر مقدر سے خالی نہیں تاہم قدرت نے اسکے حصول کے لئے

اسباب مقرر کر رکھے ہیں جنکے صحیح اور سچے اثر میں کسی عقلمند کو کلام نہیں۔ مثلاً اگرچہ مقدّر پر لحاظ کر کے دوا کا کرنا نہ کرنا در حقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ دعا یا ترکِ دعا مگر کیا کوئی یہ رائے ظاہر کر سکتا ہے کہ مثلاً علمِ طب سراسر باطل ہے اور حکیم حقیقی نے دواؤں میں کچھ بھی اثر نہیں رکھا۔ جبکہ خدا تعالےٰ اسبات پر قادر ہے کہ تربد اور سقمونیا اور سنا اور حب الملوک میں تو ایسا قوی اثر رکھے کہ انکی پوری خوراک کھانے کے ساتھ ہی دست چھوٹ جاتے ہیں۔ یا مثلاً سمّ الفار اور بیش اور دوسری ہلاہل زہروں میں وہ غضب کی تاثیر ڈالدی کہ انکا کامل قدر شربت چند منٹوں میں ہی اس جہان سے رخصت کر دے تو پھر کیونکر یہ امید کیجائے کہ خدا تعالےٰ اپنے برگزیدوں کی توجہ اور عقد ہمت اور تضرع کی بھری ہوئی دعاؤں کو فقط مردہ کی طرح رہنے دے جنمیں ایک ذرہ بھی اثر نہ ہو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ نظام الٰہی میں اختلاف ہو اور وہ ارادہ جو خدا تعالےٰ نے دواؤں میں اپنے بندوں کی بھلائی کے لئے کیا تھا وہ دواؤں میں مرعی نہ ہو۔

جو شخص دعا کی اعلیٰ تاثیروں پر ذاتی تجربہ نہ رکھتا ہو اور استجابت دعا کا قائل نہ ہو۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایک مدت تک ایک پورانی اور سال خوردہ اور مسلوب القوےٰ دوا کو استعمال کرے اور پھر اسکو بے اثر پا کر اس دوا پر عام حکم لگا دے کہ اسمیں کچھ بھی تاثیر نہیں۔

استجابت دعا یعنے قبولِ دعا، کا مسئلہ در حقیقت دعا کے مسئلہ کی ایک فرع ہے۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص نے اصل کو سمجھا ہوا نہیں ہوتا اسکو فرع سمجھنے میں پیچیدگیاں واقع ہوتی ہیں اور دہوکے لگتے ہیں۔

دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اسکے رب میں ایک تعلق مجاذبہ ہے یعنے پہلے خدا تعالےٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کوششوں سے خدا تعالےٰ اُس سے نزدیک ہو جاتا ہے۔ اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہونچکر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے۔ سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالےٰ کیطرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے۔ پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہِ الوہیت ہے اور اسکے ساتھ

کوئی شریک نہیں تب اسکی روح اُس آستانہ پر سر رکھدیتی ہے اور قوت جذب جو اُسکے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالےٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ تب اللہ جلشانہ اس کام کے پورا کرنے کیطرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جنسے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اُس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ مثلاً اگر بارش کے لئے دعا ہے تو بعد استجابت دعا کے وہ اسباب طبعیہ جو بارش کے لئے ضروری ہوتے ہیں اس دعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ بات ارباب کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے کہ کامل کی دعا میں ایک قوت تکوین پیدا ہو جاتی ہے یعنے باذنہ تعالےٰ وہ دعا عالم سفلی اور علوی میں تصرف کرتی ہے اور عناصر اور اجرام فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اس طرف لے آتی ہے جو طرف مؤید مطلوب ہے خدا تعالےٰ کی پاک کتابوں میں اسکی نظیریں کچھ کم نہیں ہیں۔ بلکہ اعجاز کے بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دعا ہی ہے۔ اور جسقدر ہزاروں معجزات انبیاء علیہم الصلوات والسلام سے ظہور میں آئے ہیں یا کچھ کہ اولیاء کرام ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے ہیں اسکا اصل اور منبع یہی دعا ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں۔

وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں دفعتہً ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا۔ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں جو اس اُمّی بیکس سے محالات کیطرح نظر آتی تھیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِعَدَدِ هَمِّهٖ وَغَمِّهٖ وَحُزْنِهٖ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَنْزِلْ عَلَيْهِ اَنْوَارَ رَحْمَتِكَ اِلَى الْاَبَدِ۔

سوال۔ دیکھا جاتا ہے کہ بعض دعائیں خطا جاتی ہیں اور انکا کچھ اثر معلوم نہیں ہوتا۔

جواب۔ ہم کہتے ہیں یہی حال دواؤں کا بھی ہے۔ کیا دواؤں نے موت کا دروازہ بند کر دیا ہے یا انکا خطا جانا غیر ممکن ہے۔ مگر کیا باوجود اس بات کے کوئی انکی تاثیر سے

انکار کر سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہر ایک امر پر تقدیر محیط ہو رہی ہے۔ مگر تقدیر نے علوم کو ضائع اور بے حرمت نہیں کیا اور نہ اسباب کو بے اعتبار کر کے دکھلایا بلکہ اگر غور کر کے دیکھو تو یہ جسمانی اور روحانی اسباب بھی تقدیر سے جدا نہیں ہیں۔ مثلاً اگر ایک بیمار کی تقدیر نیک ہو تو اسباب علاج پورے طور پر میسر آ جاتے ہیں اور جسم کی حالت بھی ایسے درجہ پر ہوتی ہے کہ وہ اُن سے نفع اُٹھانے کے لئے مستعد ہوتا ہے تب دعا نشانہ کی طرح جا کر اثر کرتی ہے یہی قاعدہ دعا کا بھی ہے۔ یعنے دعا کے لئے بھی تمام اسباب و شرائط قبولیت اس جگہ جمع ہوتے ہیں۔ جہاں ارادہ الٰہی اسکے قبول کرنے کا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے نظام جسمانی اور روحانی کو ایک ہی سلسلہ موثرات اور متاثرات میں باندھ رکھا ہے۔ ۱۲ص

قبولیت دعا کے آثار

دعا جب قبول ہونیوالی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ بندہ کے دل میں ایک سچا جوش اور اضطراب پیدا کر دیتا ہے۔ اور بسا اوقات اللہ تعالیٰ خود ہی ایک دعا سکھاتا ہے اور الہامی طور پر اسکا پیرایہ بتا دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے راستباز بندوں کو قبول ہونیوالی دعائیں خود الہاماً سکھا دیتا ہے۔ بعض وقت ایسی دعا میں ایسا حصہ بھی ہوتا ہے جسکو دعا کرنیوالا ناپسند کرتا ہے مگر وہ قبول ہو جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس آیت کی مصداق ہوتی ہے عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ۔

وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بنجاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بنجاتی ہے۔ اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔

مبارک وہ قیدی جو دعا کرنے میں تھکتے نہیں۔ کیونکہ ایک دن رہائی پائینگے مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سُست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن

قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔ مبارک تم جبکہ تم دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے۔ اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جائیگا۔

آنے والی بلائیں خواہ پیشگوئی کے رنگ میں ظاہر کیجائیں اور خواہ صرف خدا تعالےٰ کے ارادہ میں مخفی ہوں وہ دعا و صدقہ و خیرات و توبہ و استغفار سے ٹل سکتی ہیں تب ہی تو لوگ مصیبت کے وقت صدقہ و خیرات دیا کرتے ہیں۔ اور تمام نبیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ دعا و صدقہ و خیرات و توبہ و استغفار سے ردِ بلا ہوتا ہے۔

ہماری اسلامی تفسیروں اور نیز بائبل میں بھی لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کی نسبت وقت کے نبی نے پیشگوئی کی تھی کہ اسکی عمر پندرہ روز رہگئی ہے۔ مگر وہ بادشاہ تمام رات روتا رہا۔ تب اس نبی کو دوبارہ الہام ہوا کہ ہم نے پندرہ دن کو پندرہ سال کے ساتھ بدل دیا ہے۔

احمدیت

صورت دعاء

دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشتِ خاک کو کیمیا کر دیتی ہے۔ وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے۔ اور پانی کیطرح بہ کر آستانۂ حضرت احدیت پر گرتی ہے۔ وہ خدا کے حضور میں کھڑی بھی ہوتی ہے اور رکوع بھی کرتی ہے اور سجدہ بھی کرتی ہے اور اسکی ظل وہ نماز ہے جو اسلام نے سکھلائی ہے۔ روح کا کھڑا ہونا یہ ہے کہ وہ خدا کے لئے ہر ایک مصیبت کی برداشت اور حکم ماننے کے بارے میں مستعدی ظاہر کرتی ہے۔ اور اسکا رکوع یعنے جھکنا یہ ہے کہ وہ تمام محبتوں اور تعلقوں کو چھوڑ کر خدا تعالےٰ کیطرف جھک آتی ہے اور خدا کے لئے ہو جاتی ہے۔ اور سجدہ یہ ہے کہ وہ خدا کے آگے اپنے تئیں بکلی کھو دیتی ہے اور اپنے نقشِ وجود کو مٹا دیتی ہے۔ یہی دعا ہے جو خدا کو ملاتی ہے۔ اور شریعت اسلامی نے اسکی تصویر معمولی نماز میں کھینچکر دکھلائی ہے تا وہ جسمانی نماز روحانی نماز کیطرف محرک ہو کیونکہ خدا تعالےٰ نے انسان کے وجود کو ایسی بناوٹ پر پیدا کیا ہے کہ روح کا اثر جسم پر اور جسم کا اثر روح پر ضرور ہوتا ہے۔ جب

تمہاری روح غمگین ہو تو آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور جب روح میں خوشی پیدا ہو تو چہرہ پر بشاشت ظاہر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان بسا اوقات ہنسنے لگتا ہے۔ ایسا ہی جب جسم کو کوئی تکلیف اور درد پہونچے تو اُس درد میں روح بھی شریک ہو جاتی ہے۔ اور جب جسم کسی ٹھنڈی ہوا سے خوش ہو تو روح بھی اس سے کچھ حصہ لیتی ہے۔ پس جسمانی عبادات کی غرض یہی ہے کہ روح اور جسم کے باہمی تعلقات کی وجہ سے روح میں حضرت احدیت کی طرف حرکت پیدا ہو اور وہ روحانی قیام اور رکوع اور سجود میں مشغول ہو جائے کیونکہ انسان ترقیات کے لئے مجاہدات کا محتاج ہے۔ اور یہ بھی ایک قسم کا مجاہدہ ہے یہ تو ظاہر ہے کہ جب دو چیزیں باہم پیوستہ ہوں تو جب ہم ان میں سے ایک چیز کو اُٹھائینگے تو اس اُٹھانے سے دوسری چیز کو بھی جو اس سے ملحق ہے کچھ حرکت ہو گی۔ لیکن صرف جسمانی قیام اور رکوع اور سجود میں کچھ فائدہ نہیں ہے جب تک کہ اُسکے ساتھ کوشش شامل نہ ہو کہ روح بھی اپنے طور سے قیام اور رکوع اور سجود سے کچھ حصہ لے۔ اور یہ حصہ لینا معرفت پر موقوف ہے اور معرفت فضل الٰہی پر موقوف ہے۔ احمد

باب الجنائز

میت پر نماز جنازہ پڑہنے کی وجہ

جب انسان کوئی فعل کرتا ہے تو اسکی عقل کا مقتضےٰ ہے کہ اُس فعل کے نتیجہ پر اسکی نظر ہو۔ کیونکہ افعال کسی نہ کسی نتیجہ کو مد نظر رکھکر بجا لائے جاتے ہیں۔ جبکہ شریعت کا خطاب ہی عقل پر ہے تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ شریعت نے عقل کو کسی ایسے امر کے کرنے پر مجبور کیا ہو جسمیں اُسکو کسی نتیجہ پر پہونچنے کے لئے راہ ہی نہ دیا ہو۔ اگر شریعت کا راستہ اور ہوتا اور عقل کا اور تو شریعت عقل کو ہرگز خطاب نہ کرتی۔ چنانچہ اس کتاب کی تمہید میں ہم نے اس امر کا مفصل ذکر کیا ہے۔ اور آئندہ بھی بحسب موقعہ مختلف پیرایوں میں اسی کو ہم دوہرائیں گے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں۔ ؎

اَلشَّرعُ یَقبَلُہٗ عَقلٌ وَ اِیمَانٌ وَلِلقَولِ مَوَازِینٌ وَ اَوزَانٌ

عِندَ الالٰہِ علومٌ لیس یعرفہا — الا لبیبٌ لہ فی الوزنِ رجحانٌ

ترجمہ۔ یعنے اسلامی شریعت ایسی ہے کہ اسکو عقل وایمان دونوں قبول کرتے ہیں۔ اور شریعت کے ہر قول کے لئے ترازو اور تول مقرر ہیں۔ خدا تعالےٰ کے خزائن معرفت میں اسرار شریعت کے ایسے علوم ہیں جنکو ہر ایک انسان نہیں پہچان سکتا۔ مگر وہ دانشمند پہچان سکتا ہے جسکے عقل کے وزن کا پلڑا بھاری ہو۔

عقل کا تقاضا ہے کہ جب کسی انسان کو بہت سے آدمیوں کا گروہ کسی عالیشان حاکم کے آگے لیجاکر اُسکے لئے سفارش کریں اور اُسکی معافی کی درخواست کریں۔ اور اُسکے لئے گڑگڑا کر التجا کریں تو بالآخر اُسکا قصور معاف ہوجاتا ہے۔ یہی نماز جنازہ کا راز ہے۔ یعنے نماز جنازہ اسلئے مقرر کی گئی ہے کہ مومنین کے ایک گروہ کا میت کی سفارش کے لئے شریک ہونا اُسپر رحمت الٰہی کے نازل ہونے میں بڑا کامل اثر رکھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَمُوْتُ فَیَقُوْمُ جَنَازَتَہٗ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا یُشْرِکُوْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا اِلَّا شَفَّعَھُمُ اللّٰہُ فِیْہِ **ترجمہ**۔ یعنے کوئی مسلمان ایسا نہیں مرتا ہے کہ اُسکے جنازہ پر چالیس آدمی کھڑے ہوں جو خدا تعالےٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتے ہوں مگر اُس میت کے حق میں انکی سفارش قبول فرماتا ہے چونکہ ان لوگوں کی دعاؤں کا اثر پورا پورا ہوتا ہے جنکی خدا تعالےٰ کے ہاں عزت ہے وہ دعا پردوں کو پھاڑ کر اُس شخص کو نزول رحمت الٰہی کا مستحق بنادیتی ہے جس طرح نمازِ استسقار بارانِ رحمت کے نزول کا باعث ہوتی ہے اسیطرح گروہ مومنین کی دعا میت پر نزول رحمت الٰہی کا باعث ہوتی ہے اسلئے ضروری ہوا کہ دو امروں میں ایک طرف رغبت دلائی جائے۔ یا تو نفس داعی اس درجہ کا ہونا چاہئے کہ وہ تنہا بمنزلہ ایک گروہ شمار کیا جائے یا ایک بڑی جماعت ہو۔

وجہ یہ ہے کہ جب آدمی کی روح بدن کو چھوڑتی ہے اسکی حس مشترک وغیرہ کو حس اور ادراک باقی رہتا ہے۔ اور جو خیالات اور علوم زندگی میں اُسکے ساتھ تھے مرنے کے بعد اُسکے ہمراہ رہتے ہیں۔ چنانچہ اسرار اسلام میں ہمنے اس امر کو مفصل لکھا ہے اور پھر عالم بالا سے اور علوم کا اُسپر ترشح ہوتا ہے جنکی وجہ سے میت کو عذاب یا ثواب ہوتا ہے اور خدا تعالےٰ کے نیک بندوں کی ہمتیں جب عالم قدس تک پہونچتی ہیں اور اُس میت کے لئے وہ گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں یا میت کے لئے بہت کچھ صدقہ دیتے ہیں تو حکم الٰہی سے

میت کے حق میں وہ نافع پڑتا ہے اور اُس عالم سے جب اُسپر فیضان ہوتا ہے تو اُسکے ساتھ ہو کر اُس میت کی درستی حالت کا سبب ہو جاتا ہے۔ فضل۔

حکمت ماتم پرسی

چونکہ میت کے گھروالوں کو اسکی موت سے سخت رنج ہوتا ہے لہذا دنیا کے اعتبار سے اُنکے حق میں بھلائی یہ ہے کہ لوگ اسکی تعزیت کے لئے آئیں تاکہ اُنکا رنج کچھ کم ہو۔ اور میت کے دفن کرانے میں شریک ہو کر انکی مدد کریں۔ اور انکو ایک وقت کھانا دیں۔ اور آخرت کے لحاظ سے انکے لئے بہتر یہی ہے کہ انکو اجرِ عظیم کی ترغیب دلائی جائے تاکہ بہمہ تن اسکی پریشانی میں وہ مصروف نہ ہوں اور خدا کی طرف انکی توجہ ہو اور چلاّنے اور کپڑے پھاڑنے اور تمام اُن چیزوں سے جو غم اور مصیبت کو یاد دلاتی ہیں اور انکا غم اور پریشانی بڑھاتی ہیں منع کریں۔ کیونکہ اسوقت وہ لوگ بمنزلہ مریض کے ہو جاتے ہیں انکی مرض کا علاج کرنا چاہئے۔ نہ یہ کہ انکی مرض اَور بڑھائی جائے۔

انسان کا جننے و مرنیکے وقت ہاتھ بند کرنے و کھولنے کا راز

اِذَا وَلَدَ الْمَوْلُوْدُ یَقْبِضُ کَفَّہٗ   دَلِیْلٌ عَلَی الْحِرْصِ الْمُرَکَّبِ فِی الْحَیِّ
وَیَبْسُطُہَا عِنْدَ الْمَمَاتِ مَوَاعِظًا   اَلَا فَانْظُرُوْنِیْ قَدْ خَرَجْتُ بِلَا شَیْئٍ

ترجمہ۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اپنا ہاتھ بند کرتا ہے اور اسکا ہاتھ بند کرنا اسبات پر دلیل ہوتی ہے کہ زندوں میں حرص مرکب ہوتی ہے اور مرنے کے وقت ہاتھ کھول کر زبانِ حال سے وعظ و نصیحت کرتا ہے کہ دیکھو میں دنیا کا کوئی مال ساتھ نہیں لے چلا۔ اسکو راہِ خدا میں خرچ کرو۔ کیونکہ تمکو بھی ایک دن ایسا ہی دنیا سے نکلنا خالی ہاتھ پڑے گا (فتوحات مکیہ)۔

فرض کفایہ کا راز

بعض فرائض اس قسم کے مقرر کئے گئے ہیں کہ ایک مقام کے بعض افراد اسکو ادا کریں تو وہ سب کیطرف سے ادا ہو جائیں۔ اور اگر سب لوگ انکو متفقانہ طور پر کرنے لگیں تو

انتظام معاش برہم ہو جائے۔ انکی تدابیر نافعہ معطل ہو جائیں۔ فرض کفایہ کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ اس سے انتظامی حالت درست رہے۔ انکی فروگذاشت سے کسی نفسانی ابتری اور بہیمیت کا غلبہ نہ ہو۔ مثلاً قاضی ہونا۔ علوم دین کی تعلیم۔ خلافت کا انتظام۔ یہ سب امور انتظاماً مقرر ہوئے ہیں۔ ایسے امور کے لئے ایک ایک شخص کافی ہے اور بیماروں کی عیادت۔ نماز جنازہ اسواسطے مشروع ہوئے ہیں کہ بیماروں اور مردوں کی تضییع نہ ہو۔ بعض لوگ اگر اسکو پورا کر دینگے تو مقصود حاصل ہو جائیگا۔

جنازہ میں چار تکبیرات مشروع ہونیکی وجہ

ا۔ ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں کہ احکام کی علتیں واسباب انکے اوصاف موثرہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا واضح ہو کہ جنازہ میں۔ ثنا۔ فاتحہ۔ درود شریف۔ عام ادعیہ برائے عام مومنین پڑھی جاتی ہیں۔ ان ہر چہار اشیاء کے اوصاف موثرہ مردہ کے لئے امور مندرجہ ذیل پر دلالت کرتے ہیں۔ ثنا کی دلالت مردہ کو حضور الٰہی میں عاجزانہ پیش کرنے کی درخواست فاتحہ کی دلالت مردہ کے لئے قبر و حشر میں استعانت الٰہی و معیت صلحاء کی درخواست۔ درود شریف کی دلالت مردہ کے لئے قبر و حشر میں معیت اپنے نبی کی درخواست۔ عام ادعیہ کی دلالت مردہ کو لئے گروہ مومنین میں شامل کر دینے کی درخواست پر ہے۔

ان ہر چہار امور متذکرہ بالا کی شہادت قرآن کریم سے ملتی ہے اور مرنیکے بعد انسان کو انہی امور کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مردہ کے لئے یہ چار درخواستیں چار تکبیرات کے ساتھ الگ الگ کر کے درگاہ الٰہی میں پیش کی گئی ہیں۔ (۱) مرنیکے بعد انسان کہاں جائیگا **جواب**۔ خدا تعالےٰ کے حضور میں۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ترجمہ پھر مرنے کے بعد تم خدا تعالےٰ کے حضور میں پیش کئے جاؤ گے۔ (۲) پھر انسان کہاں ہوگا **جواب**۔ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ترجمہ۔ یعنے بادشاہ قادر زبردست کے حضور میں رہیگا۔ (۳) خدا تعالےٰ کا حضور تام کہاں ہوگا۔ **جواب**۔ جنت میں وَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ترجمہ یعنے داخل ہو جا میرے جنت میں اور داخل ہو جا میرے بندوں میں (۴) انسان کا جنت میں اور کون ساتھی ہوگا **جواب** وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ

وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیْقًا ترجمہ۔ جو لوگ خدا تعالےٰ اور رسول کے فرما نبردار ہیں سو وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر خدا نے اپنا احسان کیا وہ انبیاء۔ صدیقین شہداء اور صالحین ہیں اور انکی رفاقت اچھی ہے۔

۲۔ نماز جنازہ میت کے لئے سفارش ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَا مِنْ اَرْبَعِیْنَ مِنْ مُؤْمِنٍ یَشْفَعُوْنَ لِمُؤْمِنٍ اِلَّا شَفَّعَہُمُ اللّٰہُ ترجمہ۔ جس مومن کے لئے ۴۰ مومن سفارش کریں خدا انکی سفارش سن لیتا ہے۔ پس اس سفارش کی چار دعاؤں کو چار تکبیرات کے ساتھ جو الگ الگ کرکے پڑھا جاتا ہے اسمیں میت کے لئے چار قسم کی سفارش کی جاتی ہے۔ جسکا اوپر ذکر ہوا۔ فضل۔

نماز جنازہ و صدقہ خیرات سے میت کو فائدہ پہونچنے کا راز

دنیا میں سفارش کرنے اور تاوان دینے سے مجرموں سے عذاب تخفیف ہونے و ٹلنے ورفع ہونیکے مشاہدہ و تجربہ سے کوئی منکر نہیں ہے۔ ایسا ہی گناہگار میت کو دعاء نماز جنازہ اور صدقات مالیہ مفید ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ایسے امور کا بکثرت ذکر آیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَکُمْ بِالصَّدَقَۃِ فَاِنَّ مِثْلَ ذٰلِکَ کَمِثْلِ رَجُلٍ اَسَرَہُ الْعَدُوُّ فَاَوْثَقُوْا یَدَیْہِ اِلٰی عُنُقِہٖ وَقَدَّمُوْہُ لِیَضْرِبُوْا عُنُقَہٗ فَقَالَ اَنَا اَفْدِیْ مِنْکُمْ بِکُلِّ قَلِیْلٍ وَّکَثِیْرٍ فَفَدٰی نَفْسَہٗ مِنْہُمْ۔ ترجمہ خدا تعالےٰ نے تمکو صدقہ دینے کا حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ صدقہ دینا ایسا ہے جیسا کہ ایک شخص کو اُسکے دشمنوں نے اسیر کرکے اسکے دونوں ہاتھوں کو اسکی گردن سے باندھ دیا ہوتا کہ اُسکی گردن زنی کریں۔ پس وہ کہے کہ میں تمکو کچھ تھوڑا بہت دیکر چھٹکارا چاہتا ہوں۔ پس وہ فدیہ دے کر اُن سے خلاص ہو جائے۔

میت کی اولاد صالحہ۔ صدقات و خیرات جاریہ میت سے عذاب ہٹانے ورفع درجات کے لئے مفید امور ہیں۔ کیونکہ ان امور میں قربت الی اللہ کی مناسبتیں ہیں۔ اور راقم حروف نے اپنے والد ماجد غلام محمد خان ابن محمد جمال خان میں کئی بار ان امور کا بعالم رؤیا، و مکاشفہ مشاہدہ کیا۔ فضل

جنازہ کی ہر دعائے بعد تکبیر پڑھنے کی حکمت

جنازہ کی ہر دعا کے بعد تکبیر اسلئے پڑھی جاتی ہے کہ اسمیں خدا تعالےٰ کے حضور میں مردہ کی عاجزی و کمزوری کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔ اور یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ اے خدا کبریائی و عظمت تیرا ہی حق ہے۔ یہ انسان عاجز و کمزور ہے۔ اسکی عاجزی و کمزوری پر رحم کر کے ہماری درخواست سفارش اسکے حق میں قبول فرما۔ کیونکہ سفارش میں اس امر کا ہونا ضروری ہے کہ جسکے آگے سفارش کیجائے اسکی واقعی عظمت و جلال و کبریائی بیان کی جائے۔ اور جسکے لئے سفارش کیجائے اسکی کمزوری و عاجزی کا اظہار کیا جائے تاکہ کبیر و عظیم کا دریائے رحمت عظیمہ جوش میں آوے اور کسی غریب و عاجز کا کام بنجاوے۔
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَبَّرَ اَرْبَعًا۔ ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضؓ راوی ہیں کہ نبی علیہ السلام نماز جنازہ میں چار تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔ فصل۔

عورت کو والدین کا سوگ تین دن اور خاوند کا سوگ چار ماہ دس دن رکھنے کی وجہ

عورت کو اپنے والدین وغیرہ کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ رکھنا منع کیا گیا ہے اور اپنے خاوند کی وفات پر اسکو چار ماہ دس دن کا سوگ رکھنا واجب کیا گیا۔ یہ امر اس شریعت کی خوبیوں و حکمتوں و رعایت مصالح عامہ کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ میت پر سوگ رکھنا مصیبت موت کی تعظیم میں سے ہے۔ جسمیں زمانہ جاہلیت کے لوگ بہت مبالغہ کیا کرتے تھے اور اسکے ساتھ گریبان کا پھاڑنا اور رخساروں کو پیٹنا اور بالوں کا گھسوٹنا اور واویلا کرنا انمیں رواج تھا اور عورت بہت تنگ و تاریک و سنسان گھر میں مدت تک برابر پڑی رہتی تھی۔ نہ کسی خوشبو کو چھوتی نہ صاف کپڑے پہنتی نہ تیل لگاتی اور نہ غسل کرتی تھی۔ علیٰ ہذا القیاس اس قسم کی ناواجب رسوم جو خدا تعالےٰ اور اسکی قضا و قدر پر غصہ کرنے پر دلالت کرتی ہیں انمیں مروج تھیں۔ پس خدا تعالےٰ نے زمانہ جاہلیت کی رسم اپنی رحمت و رأفت عامہ سے باطل کر دی اور انکے بدلے میں ہمیں صبر و حمد و استرجاع

(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنے) کی ہدایت فرمائی جو مصیبت زدہ کے لئے دارین میں بہت مفید و نافع ہے۔ اور چونکہ مصیبت زدہ کو مصیبت موت پر بالضرور غم و رنج بتقاضائے طبیعت انسانی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ لہذا خدا تعالےٰ نے جو بندوں کے حال کا دانا و بینا ہے کسقدر سوگ رکھنا جائز رکھا اور وہ ایام سوگ میت کے بعد تین دن ہیں جنمیں مصیبت زدہ سوگ رکھکر اپنے غم و رنج کا اظہار کرے جیساکہ مہاجر کو اجازت دیگئی کہ فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد مکہ میں تین دن قیام کرے۔ اور جو تین دن سے زیادہ سوگ ہو اسکا بہت فساد ہے۔ لہذا اس سے زیادہ سوگ رکھنا منع کیا گیا۔ بخلاف تین دن کے فساد کے کہ وہ بمصلحت حق عورت کم ہے۔ کیونکہ نفس کو مالوفات سے بالکل جدا کرنے سے بہت تکلیف پہونچتی ہے اسلئے انکو بعض حصہ مالوفات کا دیا گیا تاکہ اسپر باقی کا ترک کرنا آسان ہو جاوے۔ وجہ یہ کہ اگر نفس کو اپنی بعض مرادیں ملجائیں تو اسپر قانع ہو جاتا ہے اور باقی کا چھوڑنا اُسکو سہل ہو جاتا ہے خاوند کا سوگ چار ماہ دس دن رکھنے کی حکمت ہم کتاب النکاح میں ذکر کرینگے۔

اہل اسلام کا مردہ کو خاک میں دفن کرنے اور آگ میں نہ جلانے کی حکمت

۱۔ دفن کر دینے میں مردہ کے حق میں پردہ پوشی ہے اور زندوں کے حق میں کچھ دشواری نہیں۔ پانی اور ہوا میں مردہ کو رکھیں تو ناک اور آنکھ کو الگ الگ تکلیف پہونچے۔ یعنے بدبو سے ناک سڑ جائے۔ صورت کو دیکھئے تو گھن جدا آئے۔ آگ میں جلائیں تو گو وہ عرصہ دراز کی بدبو اور گھن نہیں رہتی پر جلانے کے وقت کی کیفیت تو جلانے والوں اور گرد و پیش کے رہنے والوں سے پوچھو۔ پھر ہوا کی خرابی سے پانی کے بگڑنے کا اور بیماریوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ جدا رہا۔ اور فساد عناصر سے جو کچھ نقصان عناصر اربعہ کو پہونچتا ہے وہ جدا رہا۔ دفن کرنے میں نہ یہ خرابی نہ وہ فساد۔ بلکہ شیرازہ ترکیب بدن کے کھل جانے سے عناصر اربعہ بدنِ مردہ اپنے اپنے موقع اور مقام پر پہونچ جاتے ہیں۔ اور اس لئے مقدار خاک و پانی و ہوا اور آتش جتنے تھے اُتنے اُسکے اُتنے ہی ہمیشہ رہتے ہیں۔

۲ نیش آتش سے زمین کی قوت نامیہ کو جو کچھ نقصان پہونچتا ہے وہ بھی ظاہر ہے۔

اور دفن مردگان سے جو کچھ قوت نامیہ کو قوت پہونچتی ہے وہ بھی چنداں پنہاں نہیں تپش کی وجہ سے فساد قوت نامیہ تو خود عیاں ہے باقی دفن کی وجہ سے قوت نامیہ کی قوت کی یہ وجہ ہے کہ بدن انسانی وہ چیز ہے کہ قوت نامیہ کی بہت سے زوروں کے بعد پردۂ عدم سے صفحۂ ہستی پر نمایاں ہوتا ہے۔ غلہ اور میوہ جات سے اگر بدن انسانی بنتا ہے تو قطع نظر اس سے کہ اس بننے میں نشوونما ہوتا رہتا ہے۔ اور یہ خود قوت نامیہ کا کام ہے۔ یہ غذا بھی تو قوت نامیہ ہی کی کارگذاری کی بدولت اس رنگ و بو اور ذائقہ کو پہونچتی ہیں بالفعل قوائے نامیہ نے بڑی دقتوں سے زمین میں سے چھان کر یہ اجزا نکالے تھے بعد دفن وہ اجزار یکجا جمع کرائے جو قوت نامیہ ہی کو ملجاتے ہیں اسلئے اگر مدفن اور قرب وجوار مدفن میں نشوونما کا زور ہوا کرے تو دور نہیں۔ اور کیوں نہ ہو فضلہ انسانی باین وجہ کہ غذا میں سے نکلا ہے اور غذا نتیجہ کارگذاری قوت نامیہ ہے زمین کی قوت اتنا بڑھا دیتا ہے کہ کیا کہئے جسم انسانی جو اس سے کہیں زیادہ ہے یہ زور کیوں نہ رکھتا ہوگا۔ جسکا فضلہ ایسا کچھ ہو وہ اصل جو خلاصہ اربع عناصر ہو کیا کچھ ہوگا۔ غرض تپش آتش کا قوت سوز ہونا اور جسم انسانی کا قوت انگیز ہونا زمین کے حق میں یقینی ہے۔ اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ مرگھٹ ہنود پہ سبزہ کا نام ونشان نہیں ہوتا اور مدفن اہل اسلام پر ہر جگہ سبزہ زار نظر آتے ہیں۔

۳۔ علاوہ بریں والد خیر اندیش اگر سفر کو جاتا ہے تو فرزند ولیعہد کو اسکی مادر مہربان کے حوالہ کرتا ہے اسکی والدہ کی سوکن کو نہیں دیتا۔ مگر یہ ہے تو پھر مناسب یوں ہے کہ تن خاکی کو حوالہ خاک کیا جائے۔ آتش کو نہ دیا جائے۔ بالجملہ روح جسم خاکی کے حق میں مربی ہے۔ چنانچہ اسکی تربیت اور نگرانی سے ظاہر ہے اور یہ کرۂ خاکی اسکے حق میں بمنزلہ مادر مہربان ہے چنانچہ اس سے اسکا پیدا ہونا خود اس امر پر شاہد ہے۔ اس صورت میں درصورت سفر روح جو وقت انتقال بجانب عالم علوی پیش آتا ہے اگر اس جسم خاکی کو حوالہ آتش کریں اور زمین میں دفن نہ کریں تو ایسا ہے جیسا اپنے فرزند کو اسکی مادر یعنے اسکی والدہ کی سوکن کے حوالہ کیا جائے اور ماں کو نہ دیں۔

۴۔ اگر کسیکے کبوتروں میں کسیکا کبوتر بے چرائے آملے یا کسیکے ریوڑ میں کسیکی بکری اسیطرح آملے تو اسکو یوں مناسب ہے کہ اوروں کا حق جدا کر کے انکو دیدے پھر جبکہ کو یہ نہیں پہونچتا کہ اسکے کبوتروں اور ریوڑ کو ضبط کر کے لے جائے اور اسکی ضبیت میں

اُن سب کو ہلاک کر دے۔ مگر یہ ہے تو پھر یوں مناسب ہے کہ اس جسم خاکی کو زمین میں دفن کردیں تاکہ آب و آتش ہوا کو اس سے جدا کر کے چھوڑ دے تا وہ سب اپنے اپنے مقام کو چلی جائیں تا کرہ آب و ہوا و آتش اپنے اپنے ہمجنس کو اپنی اپنی طرف کھینچ لیں۔ یعنے حرکت خاک و آب و باد و آتش اپنے اپنے طبقات کی طرف جو طبعی ہے دو حال سے خالی نہیں یا یہ خود حرکت کرتی ہوں جیسے اکثر حکمائے یونان کہتے ہیں یا اُدہر سے کشش اتصال ہو جیسے حکمائے فرنگ کا خیال ہے۔ بہرحال مناسب یوں ہے کہ جسم کو حوالہ زمین کے کردیں حوالہ آتش نہ کریں کیونکہ یہ تن خاکی سر سے پاتک خاک ہے البتہ رطوبت اور بادی اور گرمی سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اجزا آبی اور ہوائی اور آتشی بھی اُسمیں آملے ہیں اس نے کسیکو چرایا نہیں۔ اگر زمین میں دفن کردینگے تو وہ شیرازہ ترکیب کھولکر سب کو جدا جدا کر دے گی اور پھر وہ اجزا خود اپنے اپنے مقام کو چلے جائیں گے۔ یا انکے اصول انکو جذب کر لیں گے۔ اور اگر آگ کے سپرد کیا تو وہ سب کا ستیاناس کر کے ہٹیگی۔

۵۔ محبت باہمی اقربا تو ظاہر ہے مگر غور کرو تو بمقابلہ اور انواع و اجناس کے تمام بنی آدم باہمی قرابتی ہیں اور کیوں نہ ہوں آخر ایک ماں باپ کی سب اولاد ہیں اور اس محبت باہمی کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک دوسرے کا حافظ محافظ ہے۔ جیتے جی کی حفاظت میں تو کچھ کلام ہی نہیں۔ مرنے کے بعد بھی یوں جی نہیں چاہتا کہ تن مردہ اقربا کو علیحدہ کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ جدائی کے وقت کسقدر روتے دہوتے ہیں اور جنازہ اُٹھاتے ہیں تو کیا غل مچتا ہے۔ اسصورت میں اگر بوجہ مجبوری پاس نہ رہنے دیں تو کیا مقتضائے محبت یہی ہے کہ یوں جلاکر خاک بنا دیں۔ نہیں اہل محبت سے یہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں تا بمقدور آلائش ظاہری سے پاک صاف کر کے اچھا لباس پہناکر حفاظت سے ایک طرف رکھدیں تو کچھ مضائقہ نہیں مگر یہ بات بجز خوگردگانِ محبت اور کون جانے۔ وحشیان بے اُنس کو اسکی کیا خبر ہوگی جو امید تصدیق ہو۔ اور ناتجربہ کارانِ عشق کو یہ بات کیا معلوم ہوگی جو توقع تائید ہو۔

جنازہ دیکھکر کھڑا ہونے کی وجہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ فَاِذَا رَاَیْتُمُ الْجَنَازَۃَ فَقُوْمُوْا۔

ترجمہ۔ یعنے موت پریشانی کی چیز ہے۔ پس جب تم کسی جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہوجایا کرو ایسا ہی ساتھ والوں کو امر ہے کہ جب تک جنازہ اُتار کر نہ رکھا جائے لوگ کھڑے رہیں۔

چونکہ لذتوں کے دور کرنے والی کا ذکر اور عزیز و آشنا کے انتقال سے عبرت پکڑنا منظور تھا اور یہ ایک باطنی امر تھا کہ اسکے کرنیوالے اور نہ کرنیوالے میں تمیز ہو سکتی تھی اس لئے شارع نے اسکے لئے کھڑے ہونے کا حکم دیا تاکہ اس مطلوب کا انضباط ہو جاوے مگر آپ نے اسکو لوگوں پر واجب نہیں کیا اور نہ وہ سنت قائمہ ہے۔

مردہ کو نہلانے کی حکمت

۱۔ مردہ کو نہلانے میں یہ وجہ ہے کہ زندہ کے غسل پر قیاس کیا جائے کیونکہ وہ خود اپنی زندگی میں بھی ایسے ہی غسل کرتا تھا اور نہلانے والے بھی خود ایسا ہی نہاتے ہیں۔ اسلئے میت کی تعظیم کے لئے اس سے بہتر اور کوئی صورت نہلانے کی نہیں ہے کہ بیری کے پتے پانی میں ڈالکر مُردہ کو نہلایا جاوے کیونکہ مرض کے اندر اکثر اوقات بدن میلا ہو جاتا ہے اور بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اور دائیں اعضاء سے شروع کرنیکا اسلئے حکم دیا کہ مُردہ کا غسل بمنزلہ زندوں کے ہو اور ان اعضاء کی عزت معلوم ہو۔

۲۔ مردہ اب خداوند کریم مالک الملوک کے حضور میں مدام حاضر رہنے کو جاتا ہے اسلئے اُسکے عالیشان دربار کے مناسب ہے کہ خوب نہا دھو کر حاضر ہو۔ غضل۔

میت کے پاؤں قبلہ کیطرف کر کے اسکو غسل دینے کی حکمت

ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں کہ اسلام اپنے ہر حکم میں اطاعت و فرمانبرداری الٰہی کا سبق دیتا ہے۔ بلکہ یوں سمجھو کہ اسلام یوم ولادت بلکہ یوم حمل سے لیکر قبر میں داخل ہونے تک انسان کے تمام حرکات و سکنات اختیاریہ و غیر اختیاریہ میں اطاعت الٰہی کیطرف توجہ دلاتا ہے۔ یعنی جس عبادت الٰہی کے فعل کو انسان باختیار خود نہ کر سکے اور وہ اسکے ذمہ ہو تو اسکے لئے دوسروں کو اسکی وجہ مناسبہ پر ادا کرنے کے لئے تاکید کرے۔ الغرض ہر فعل اسلام سکھاتا ہے اسمیں اس نے اطاعت الٰہی کو ملحوظ رکھا ہے۔ اسوجہ سے اس دین کا نام اسلام ہے۔ گویا شارع علیہ الوف الصلوات والسلام نے دین اسلام کی تمام حقیقتوں کو ایک لفظ ہی میں مرکب کر کے اسکا نام اسلام رکھا ہے۔ کیونکہ لغت عرب میں اسلام اسکو کہتے ہیں کہ بطور پیشگی ایک چیز کا مول دیا جاوے اور یا یہ کہ کسی امر یا خصومت کو چھوڑ دیں۔ اور اصطلاحی معنے اسلام کے

وہ ہیں جو قرآن کریم کی آیت ذیل میں فرمائے ہیں بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ پ ۱ ترجمہ۔ یعنے مسلمان وہ ہے جو خدا تعالےٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دے۔ یعنے اپنے تمام وجود کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اسکے ارادوں کی پیروی کے لئے اور اسکی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وقف کر دے اور پھر نیک کاموں پر خدا تعالےٰ کے لئے قائم ہو جائے اور اپنے وجود کی تمام عملی طاقتیں اسکی راہ میں لگا دیوے۔ مطلب یہ ہے کہ اعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالےٰ کا ہو جاوے۔ اعتقادی طور پر اسطرح کہ اپنے تمام وجود کو درحقیقت ایک ایسی چیز سمجھ لے جو خدا تعالےٰ کی شناخت اور اسکی اطاعت اور اسکے عشق اور اسکی محبت اور اسکی رضامندی حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور عملی طور پر اسطرح کہ خالصاً للہ حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت سے متعلق اور ہر ایک خداداد توفیق سے وابستہ ہیں بجالائے۔ مگر ایسے ذوق و شوق و حضور سے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے معبود حقیقی کے چہرہ کو دیکھ رہا ہے۔ پس جسکی اعتقادی و عملی صفائی ایسی محبت ذاتی پر مبنی ہو اور ایسے طبعی جوش سے اعمال حسنہ اس سے صادر ہوں وہی ہے جو عنداللہ مستحق اجر ہے۔ اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غم رکھتے ہیں یعنے ایسے لوگوں کے لئے نقد نجات موجود ہے۔

اب ہم اصل مضمون کو لیتے ہیں۔ واضح ہو کہ چونکہ وضو و غسل کرنا منجملہ عبادات ایزدی کے شمار کیئے جاتے ہیں اسلئے وضو و غسل قبلہ رخ بیٹھکر یا کھڑا ہو کر کرنا مناسب ہے کیونکہ اسمیں خدا تعالےٰ کے اعظم شعار قبلہ کا ادب ملحوظ ہے۔ لہذا میت کو بوقت غسل جو قبلہ کیطرف اسکو پاؤں کر کے لٹایا جاتا ہے اسمیں میت کو بوقت ادائے شعار عبادت الٰہی یعنے وضو و غسل کرنے کے وقت قبلہ رخ کر کے بٹھانا و کھڑا کرنا مقصود ہے جو کہ میت کو قبلہ کیطرف پاؤں کر کے لٹانے میں ادا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ لیٹنے میں جسکے پاؤں قبلہ کیطرف ہوں وہ جب بیٹھے یا کھڑا ہو تو اسکا منہ سیدھا قبلہ کیطرف ہوتا ہے۔ اسیوجہ سے میت کو نہلانے کے وقت اسکو پاؤں قبلہ کیطرف کئے جاتے ہیں کہ اسکو عبادت الٰہی کے شعار میں رکھا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو حدیث نبوی میں مذکور ہے کہ جب بیمار و معذور کھڑا ہو کر یا بیٹھکر نماز نہ پڑھ سکے تو قبلہ کیطرف پاؤں کر کے لیٹ کر نماز اشارات سے ادا کرے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

يُصَلِّي الْمَرِيضُ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَى قَفَاهُ **ترجمہ** یعنے بیمار کھڑا ہوکر نماز پڑھے۔ اگر کھڑا ہونے کی طاقت نہ رکھے تو بیٹھکر نماز پڑھے اور اگر بیٹھکر نماز ادا نہ کرسکے تو اپنی پیٹھ پر لیٹ کر اشارات سے ادا کرے۔

اور عینی شارح ہدایہ لکھتا ہے وَإِنْ تَعَذَّرَ الْقُعُودُ أَوْمَى مُسْتَلْقِيًا عَلَى ظَهْرِهِ جَاعِلًا رِجْلَيْهِ إِلَى الْقِبْلَةِ وَيَضَعُ تَحْتَ رَأْسِهِ وِسَادَةً لِيَرْتَفِعَ فَيَصِيرَ شِبْهَ الْقَاعِدِ وَيَنْصِبُ رُكْبَتَيْهِ إِنْ قَدَرَ تَحَامِيًا عَنْ مَدِّ رِجْلَيْهِ إِلَى الْقِبْلَةِ **ترجمہ**۔ اگر بیمار کو بیٹھکر نماز ادا کرنا مشکل پڑجائے تو اپنی پیٹھ کے بل لیٹے اور پاؤں قبلہ کیطرف کرکے اشارات سے نماز ادا کرے اور اپنے سر کے نیچے تکیہ رکھ لیوے تاکہ اسکا سر بلند رہے اور بیٹھنے والے کیطرح ہوجاوے اور اگر بیمار کو طاقت ہو تو اپنے دونوں گھٹنوں کو بلند رکھے تاکہ قبلہ کیطرف پاؤں دراز کرنے سے بچے۔

اور فتح قدیر شرح ہدایہ میں لکھا ہے وَالْاِسْتِلْقَاءُ عَلَى الظَّهْرِ أَفْضَلُ مِنْ مُطْلَقِ الْاِضْطِجَاعِ لِأَنَّ إِشَارَةَ الْمُسْتَلْقِي تَقَعُ إِلَى هَوَاءِ الْكَعْبَةِ وَهُوَ قِبْلَةٌ إِلَى عِنَانِ السَّمَاءِ وَإِشَارَةُ الْمُضْطَجِعِ إِلَى جَانِبِ قَدَمَيْهِ وَلِأَنَّ الْمَرَضَ عَلَى شَرَفِ الزَّوَالِ فَإِذَا زَالَ فَقَعَدَ أَوْ قَامَ كَانَ وَجْهُهُ إِلَى الْقِبْلَةِ بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ عَلَى الْجَنْبِ **ترجمہ**۔ یعنے وہ بیمار جسکو بیٹھکر ادائے نماز کی طاقت نہ ہو اسکو پیٹھ پر لیٹ کر نماز ادا کرنا افضل ہے بنسبت پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھنے کے۔ کیونکہ پیٹھ پر لیٹ کر نماز ادا کرنے والے کے اشارات ہوائے کعبہ کیطرف واقعہ ہونگے اور وہ فضائے آسمان تک قبلہ ہی ہے۔ اور پہلو پر لیٹ کر نماز ادا کرنے والے کے اشارات اسکے اپنے ہی قدموں کیطرف واقع ہوں گے۔ کیونکہ بیماری معرض زوال میں ہوتی ہے۔ پس جب بیماری ہٹ جاوے اور بیمار بیٹھے یا کھڑا ہو تو اسکے منہ سیدھا قبلہ کو ہوتا ہے۔ مگر جب پہلو پر لیٹے اور جب اُٹھے تو اسکا منہ جنوب کو ہوگا۔ میت کو قبلہ کیطرف پاؤں کرکے لٹانے میں یہی وجہ ہے کہ وہ اب معذور ہے اور بحالت عذر قبلہ کو منہ کرکے کسی شعار الٰہی کو ادا کرنا مقصود ہو تو پاؤں قبلہ کیطرف کرنے پڑتے ہیں۔ فقہائے نے وضو و غسل میں قبلہ کیطرف منہ کرنا مستحب لکھا ہے۔ دیکھو فتح قدیر و ملا مسکین۔ اسلئے میت کو وضو و غسل کرانے میں قبلہ رخ کیا گیا ہے۔

۲۔ میت کے پاؤں قبلہ رخ کرکے نہلانے میں یہ بھی راز ہے کہ یہ امر وضو و غسل اس

قبلہ کیطرف سے صاحب قبلہ یعنے رب العالمین نے پہونچائے ہیں لہذا اُنکی تعمیل کیجاتی ہے۔

۳۔ میت کے لئے خدا تعالےٰ کیطرف انابت ورجوع کا وقت اُسکو وضو وغسل دینے کے وقت سے شروع ہوتا ہے اسلئے میت کو قبلہ رُخ کرکے غسل دینا میت کے لئے خدا تعالےٰ کیطرف رجوع کی صورت ہے۔ لہذا غسل کے وقت اُسکی توجہ کو قائم رہنے کے لئے ایسا کیا گیا۔ **تفضل۔**

مردہ کے سر کو جانب شمال و پاؤں جنوب کو کرکے مدفون کرنے کی وجہ

ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں کہ اسلام کے ہر حکم کی بنیاد حکمت آلہی پر مبنی ہے۔ قبر میت کے لئے دائمی خوابگاہ اور اسکے اپنے اصلی مقام کیطرف رجوع کرنے کی جگہ ہے۔ لہذا اگر میت کا سر قبلہ کو اور اسکے پاؤں مشرق کو کئے جاتے تو اسکا منہ قبلہ کیطرف سے پھرا ہوا اور اسکی پیٹھ قبلہ کو ہوتی۔ اور یہ امر شعار اسلام کے برخلاف ہے اور اگر میت کا سر مشرق کو اور پاؤں قبلہ کو کئے جاتے تو اسمیں بھی قبلہ کی بے ادبی لازم آتی۔ کیونکہ خواب کرنے کے وقت بھی قبلہ کی طرف پاؤں کرکے سونا منع آیا ہے اسلئے کہ کعبہ کی تعظیم اعلیٰ شعار اسلام میں سے ہے۔ اور نیز اسطرح سے منہ جنوب و شمال کو رہجاتا ہے۔ بنی عبدالمطلب میں سے ایک شخص فوت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے لئے مدفون کرنے کے وقت فرمایا کہ اُسکے منہ کو قبلہ کی طرف کردو۔ لہذا بلحاظ ادب کعبہ معظمہ جو کہ اسلام کا اصلی سنٹر و مرکز ہے اسکیطرف منہ کرنے میں جانب شمال دائیں کو اور جانب جنوب بائیں کو ہوتی ہے۔ اور ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں کہ دائیں کو بائیں پر فضیلت و تقدم و شرافت خدا تعالےٰ ہی نے عطا کی ہے یہی وجہ ہے کہ فطرت انسانی کے ہر کام میں اس امر کی فوقیت و فوت کا تجربہ و اثر مشاہدہ میں آچکا ہے لہذا مقتضائے عدالت و انصاف یہی ہے کہ شرافت و فضیلت والی اطراف و مکانات سے شریف اعضائے انسانی کو قریب کیا جاوے کیونکہ ہر چیز کا اپنی مناسبت سے پیوست کرنا عین

عدالت و انصاف ہے۔ انسان کا اعلیٰ بدن جسمیں اُسکے اعضائے رئیسہ دل۔ دماغ جگر ہیں انکو دائیں جانب سے مناسبت ہے اور انسان کا اسفل بدن جسمیں اُسکے پاؤں وغیرہ دیگر اعضاء شامل ہیں انکو بائیں جانب سے مناسبت ہے لہذا اعلیٰ اعضائے انسانی اعلیٰ و افضل طرف کو اور ادنیٰ اعضائے انسانی ادنیٰ طرف کو سپرد کیئے گئے۔ اور منہ قبلہ کو کیا گیا کہ اسمیں شعار اسلامی کا لحاظ ہے۔

واضح رہے کہ مدفون میت کے لئے شمال و جنوب کی نسبت اُن ممالک کے لئے ہے جو کعبہ سے شرقی کو واقع ہیں اور جو ممالک کعبہ سے غرب کو واقع ہیں انکا دفن ہمارے برعکس ہوگا۔ اس مسئلہ کی مفصل تشریح ہماری کتاب اسرار شریعت عربی میں انشاء اللہ تعالے ملے گی۔

۲۔ میت کا سر شمال کو کیا جائے تو میت کا منہ قبلہ رخ دائیں طرف سے ہوتا ہے۔ مگر سر جنوب کو کرنے سے میت کا منہ قبلہ کی طرف کرنے میں بائیں جانب آتی ہے۔ اسلئے شمال کیطرف اسکا سر کیا گیا تاکہ اسکا منہ قبلہ رخ اُسی کی دائیں طرف سے ہووے۔

۳۔ انسانی فطرت اور اسکی اصل خلقت کا مقتضی بھی یہی ہے کہ انسان کو کعبہ کے مقابل اسی ہیئت پر زمین میں مدفون کیا جاوے۔ وجہ یہ ہے کہ انسان کی ابتدائی پیدائش کعبہ سے شروع ہوئی ہے۔ یعنے پہلے پہل جب خدا نے انسان کو پیدا کرنیکا ارادہ کیا تو زمین کعبہ پہلے تیار فرمائی اور پھر اُسکے بعد باقی ساری زمین کا پھیلاؤ کعبہ سے ہوا۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس امر کے متعلق صریح اشارات ملتے ہیں قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ پ ترجمہ یعنے دنیا میں پہلا گھر عبادت الٰہی کا جو لوگوں کے لئے وضع کیا گیا وہ یہی بابرکت گھر ہے جو مکہ میں ہے اور وہ جہان کے لوگوں کے لئے ہدایت نامہ ہے۔ جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ پ ترجمہ۔ یعنے خدا تعالےٰ نے کعبہ کو جو عزت کا گھر ہے لوگوں کے قیام کے لئے بنایا ہے۔ اس آیت شریف میں خدا تعالےٰ نے کعبہ کو انسانوں کے قیام کا سبب بیان فرمایا اور ظاہر کیا کہ جبتک کعبہ کا قیام ہے تب تک انسانوں کا بھی قیام ہے۔ اور جب کعبہ نہ ہوگا تو قیام انسانی بھی نہ ہوگا۔

پس جبکہ خدا تعالےٰ نے کعبہ کو باعث قیام انسان ٹھہرایا تو کعبہ کے مقابل پر زمین کے اوپر

اور زمین کے اندر انسان کی وضع قیام اس ہیئت پر چاہیئے جس میں تعظیم کعبہ میں فرق نہ آئے کیونکہ کعبہ کو خدا تعالےٰ نے بیت الحرام یعنے عزت کا گھر اور شعار اللہ یعنے خدا کا نشان فرمایا ہے لہذا خدا کے معزز کئے ہوئے گھر کی عزت اور خدا کے نشان کی تعظیم کرنا خدا تعالےٰ کی عزت و تعظیم ہے۔

خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں مکہ کو ام القریٰ فرمایا ہے۔ ام عربی زبان میں ماں کو کہتے ہیں اور قریٰ جمع ہے قریہ کی۔ قریہ گاؤں کو کہتے ہیں۔ یعنے ظاہر کیا کہ مکہ دنیا کے دیہات و شہروں کی ماں ہے۔ اور اس لفظ میں اس امر کو ثابت کیا گیا ہے کہ بلحاظ جسمانیت و روحانیت بنی آدم کی ماں و اصل مکہ ہی ہے۔ بلحاظ جسمانیت مکہ کا تمام دنیا کے لئے اصل و مبدا ہونا اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور بلحاظ روحانیت بھی مکہ ہی ہے۔ کیونکہ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو دنیا میں قیامت تک بنی آدم کے لئے اکمل شریعت لائے وہ بھی مکہ ہی میں پیدا ہوئے لہذا مکہ بنی آدم کی ماں و اصل ٹھہری۔ پس ایسی جسمانی و روحانی ماں کا پاس ادب ضروری ہوا۔ اور پاس ادب اس وضع پر ہو سکتا ہے جو اوپر بیان ہو چکا۔

سوال۔ احادیث میں تو کہیں مذکور نہیں ہے کہ قبلہ کیطرف پاؤں کر کے نہ سونا چاہیئے۔

جواب۔ بطور اشارت نص قرآن و احادیث میں تعظیم قبلہ کا امر آیا ہے اور یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اس بنا پر کہ حدیث میں ذکر نہیں ہے اور اسلئے قرآن شریف پر پاؤں رکھکر کھڑا ہوا کرے تو کیا یہ جائز ہو جائیگا۔ ہرگز نہیں۔ خدا تعالےٰ کے شعائر کی تعظیم کرنے کا مؤکد حکم ہے اور کعبہ خدا تعالےٰ کے عظیم الشان شعائر میں سے ہے۔ لہذا خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ترجمہ۔ یعنے جو کوئی خدا تعالےٰ کے نشانات کی تعظیم کرے تو یہ امر پرہیزگاری دلوں میں شمار ہوتا ہے۔ فضل

میت کو قبر میں قبلہ کی طرف سے داخل کرنیکی حکمت

اہل اسلام کا میت کو قبلہ کیطرف سے قبر میں داخل کرنے میں یہ اظہار ہے کہ یہ میت ملت اسلام پر خدا تعالےٰ کو سپرد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ جلد اول صفحہ ۲۴۴ میں حضرت ابن عمر راوی ہیں کَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُدْخِلَ الْمَیِّتُ الْقَبْرَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ترجمہ۔ یعنے جب میت کو

قبر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم داخل کرتے تو فرماتے ببرکت نام خدا و برملت رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میت کو زمین میں رکھا جاتا ہے۔ فضل۔

مردہ کو کافور لگانیکی حکمت

۱۔ مردہ کو کافور لگانے کا اسلئے امر ہوا کہ جس چیز کو کافور لگایا جائے وہ جلد نہیں بگڑتی

۲۔ کافور لگانے میں یہ فائدہ ہے کہ کوئی موذی جانور اسکے قریب نہیں آتا۔

۳۔ یہ بھی فائدہ ہے کہ کافور کی بو سے قبر کے کیڑے جو طبعی طور پر زمین میں پیدا ہو جاتے ہیں وہ بھاگ جاتے ہیں۔ البتہ جو اعمال بد کے باعث کیڑے سانپ بچھو وغیرہ مردہ کو قبر میں کاٹنے کے لئے پیدا ہو جائیں وہ نہ کسی چیز سے ڈرتے ہیں اور نہ بھاگتے ہیں بلکہ دنیا کی کوئی طاقت انکا مقابلہ نہیں کر سکتی اِلَّا الصَّدَقَۃُ وَالدُّعَاءُ یعنے صدقہ و دعا سے وہ دفع ہو جاتے ہیں اور کافور مردہ کے سات انداموں پر جنپر سجدہ کیا جاتا ہے لگایا جاوے اور وہ یہ ہیں۔ پیشانی۔ دونوں گھٹنے۔ دونوں قدم۔ دونوں ہاتھ۔ یہ سات اندام کافور کے لئے اسوجہ سے مخصوص ہیں کہ وہ انہی پر سجدہ کیا کرتا تھا لہذا مزید کرامت کے لئے مخصوص ہوئے۔

۴۔ سارے جسم کی بناوٹ انہی انداموں سے ہوتی ہے۔ انپر کافور لگانے سے گویا سارا جسم انمیں شامل ہو جاتا ہے۔ فضل۔

مومنوں کے چھوٹے مرنے والے بچوں کا اپنے والدین کے لئے فرط و شفیع و اجر و ذخر ہونے کی حکمت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا عَلٰی اَطْفَالِکُمْ فَاِنَّھُمْ مِنْ اَفْرَاطِکُمْ ترجمہ۔ حضرت ابی ہریرہؓ راوی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ اپنے بچوں پر نماز جنازہ پڑھو کیونکہ وہ تمہارے فرط ہیں۔ نابالغ بچے بیگناہ ہوتے ہیں انکا کوئی گناہ نہیں ہوتا کیونکہ گناہ عدم اطاعت شریعت سے لازم آتا ہے اور بچوں پر تو شریعت نہیں ہوتی کیونکہ شریعت عاقل و بالغ کے لئے ہے۔ پس وہ مرنیکے بعد براہ راست

چارگانہ فرائض کی آخری دو رکعتوں میں سورت ضم نہ کرنے کی وجہ

واضح ہو کہ ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں کہ در اصل ابتداء میں نماز دو رکعتیں ہی مقرر ہوئی تھی۔ بعد ازاں خدا تعالیٰ نے اُن دو رکعتوں کی تکمیل و اکمال کے لئے ظہر و عصر و عشاء کے فرائض کے ساتھ دو دو رکعتیں اور مغرب کی نماز میں حکمتِ وتر کو ضائع نہ کرنے کی وجہ سے ایک رکعت ملائی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب کسی چیز کا کسر جبر مطلوب ہوتا ہے تو اُسکے ساتھ اُسکی نوع کی ایسی چیز ملائی جاتی ہے جو حسب حیثیت و درجہ اُس سے ادنیٰ ہو۔ اگر پہلی دو رکعتوں فرائض کے ساتھ دوسری دو رکعتیں کامل مع ضم سورۃ ملائی جاتیں جو ہر درجہ و ہر پہلو سے پہلی دو رکعتوں کے برابر ہوتیں تو کسر جبر و اکمال و تشریع رکعتین کی حکمت ضائع ہو جاتی۔

پہلی دو رکعتوں کا کسر جبر اس لئے ہوا کہ بسا اوقات حضور و توجہ یا فہم دل یا قرأت یا ارکان میں سے کسی رکن میں نقص و کسر رہ جاتی ہے لہذا پہلی دو رکعتوں کے ساتھ دوسری دو رکعتیں اُن نقصانات کے معاوضہ کے لئے ملائی گئی ہیں۔

تردید خیالات چکڑالوی وگجراتی وغیرہ

سوال۔ کیا فرائض نماز دو رکعتوں سے بھی زیادہ خدا نے مقرر کئے ہیں؟ اگر دو سے زیادہ رکعتیں نماز ہوتی تو اسکا ذکر قرآن کریم میں ضرور ہونا چاہیئے تھا مگر قرآن کریم سے تو صرف دو رکعتیں ثابت ہوتی ہیں۔ جو لوگ دو سے زیادہ رکعتیں نماز پڑھتے ہیں کیا اُنکا گمان ہے کہ قرآن ناقص ہے؟

جواب۔ دو رکعت سے زیادہ نماز فرائض مشروع ہونے کی وجہ ہم قبل ازیں دوبارہ بیان کر چکے ہیں۔ فطرت صحیحہ اور عقل انسانی کا مقتضی بھی یہی ہے کہ فرائض کی تکمیل کے لئے بالضرور کوئی ایسا امر معین و مقررہ وظیفہ ہونا چاہیئے تھا۔ لہذا نماز کی آخری رکعتوں کے غیر مشروع ہونیکا وہی انکار کرتے ہیں جو شریعت کی حکمتِ تشریع سے ناواقف اور احادیث نبویہ یعنے وحی خفی کے منکر ہوں اور شان خواص نبوت سے بے علم ہوں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں۔ "دانستہ شد کہ مدبر السموات والارض تبارک و تعالیٰ سائر شرائع را اولاً در مرتبہ کلام نفسی در ازل الازل معین و مقرر گردانید و اشارہ بہماں مرتبہ است بآیۂ کریمہ اِنَّ عِدَّۃَ الشُّہُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰہِ اثۡنَا عَشَرَ شَہۡرًا فِیۡ کِتٰبِ اللّٰہِ یَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ۔ بعد ازاں بر قلب مبارک حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اجمالاً تارۃً و تفصیلاً اخری فرود آورد۔ بعد ازاں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نصاً تارۃً و اشارۃً اُخری بیان آں فرمودند تا آنکہ آنچہ مراد حق بود ظاہر شد و حجت اللہ قائم گشت و تکلیف عباد بآں اعتقاداً و عملاً بظہور رسید **ترجمہ** یعنے علم لدنی سے یقیناً معلوم ہوا کہ آسمانوں و زمینوں کا انتظام کرنے والے خدا تعالےٰ نے پہلے ازل میں ساری شریعتوں کو کلام نفسی کے مرتبہ میں مقرر و معین کیا چنانچہ اسی امر الٰہی کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ **ترجمہ**۔ یعنے مہینوں کی تعداد خدا تعالےٰ کے نزدیک خدا کی کتاب میں جس دن اُس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا بارہؔ ہے۔ اور ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں"۔

اُسکے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل پر کبھی تو مجمل اور کبھی مفصل طور پر حکم الٰہی نازل ہوتے رہے۔ پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی نص صریح سے اور کبھی اشارہ سے اُن کو بیان فرمایا یہانتک کہ جو کچھ خدا تعالےٰ کی مراد تھی وہ ظاہر و باہر اور حجت الٰہی قائم ہو گئی اور لوگوں کا اُن احکام کے ساتھ اعتقادی اور عملی طور پر مکلّف و محکوم ہونا ظہور میں آگیا۔ جو شخص وحی خفی یعنے سنت و احادیث نبویہ کا انکار کرتا ہے اُسکو چاہئے کہ قرآن کریم سے اُن بارہؔ مہینوں کے نام اور پھر اُن چار مہینوں کے نام بتائے جنکو خدا تعالےٰ آیت مذکورہ بالا میں حرمت والے مہینے بتاتا ہے۔

اور اس اعتراض کا جواب کہ جبکہ فرائض کی چار رکعتیں خدا تعالےٰ نے مقرر کی ہیں۔ تو دو رکعت کا اُس نے قرآن کریم میں ذکر کیا اور باقی دو کا کیوں نہ کیا۔ یہ ہے کہ معترض صاحب اگر اس قرآن مجید کا معتقد ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا تو وہ ہمیں بتائے جبکہ خدا تعالےٰ جانتا تھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو جاینگے تو پھر خدا تعالےٰ نے ایسے معین اشخاص کے نام کا حوالہ قرآن کریم میں کیوں نہ دیا جن کو اس نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جانشین و خلیفہ یکے بعد دیگرے مقرر کرنا تھا۔ جنکے ذریعہ اشاعت قرآن کریم اور دین اسلام کو دوبارہ زندگی حاصل ہوئی وہی تو ستون دین تھے۔ کیا خدا تعالےٰ اُنکی تعیین نام سے بھول گیا۔ پس اس جگہ جو جواب معترض کی طرف سے ہوگا وہی جواب ہماری طرف سے ہوگا

سنو سنو۔ بعلم الیقین دانستہ شد کہ اثبات خلافتِ ایں بزرگواران اصلی است از اصولِ دین۔ تا وقتیکہ ایں اصل را محکم نگیرند ہیچ مسئلہ از مسائلِ شریعت محکم نشود زیراکہ اکثر احکامے کہ در قرآن عظیم مذکور شدہ مجمل است بدون تفسیر سلف صالح تحلِ آں نتواں رسید واکثر احادیث خبرِ واحد محتاج بیان بغیر روایت جماعت از سلف آں راو استنباط مجتہدان ازاں تمسک بہ نگردد و تطبیق احادیث متعارضہ بدون سعی ایں بزرگواران صورت نگیرد۔ و ہم چنیں جمیع فنون دینیہ مثل علم قرأت و تفسیر و عقائد و علم سلوک بغیر آثار ایں بزرگواران شامل نشود و اقتداءِ سلف دریں امور بخلفائے راشدین است و تمسک ایشاں بازیال خلفا۔ جمع قرآن و معرفت قرأت متواترہ از شاذہ مبنی بر سعی خلفا است و قضایا و حدود و احکام فقہ و غیر آں ہمہ مترتب بر تحقیق ایشاں۔ ہر کہ در شکستن ایں اصل سعی مے کند بحقیقت ہدم جمیع فنون دینیہ میخواہد (ازالۃ)

ترجمہ۔ یعنے یقیناً ہمیں معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی خلافت کا ثابت کرنا دین کے اصول میں سے ایک اصل ہے۔ جب تک لوگ اِس اصل اور جڑ کو محکم نہ پکڑیں تب تک شریعت کا کوئی مسئلہ محکم و مضبوط نہیں ہوتا۔ کیونکہ اکثر احکامِ شریعت جو قرآن کریم میں مذکور ہوئے ہیں وہ مجمل ہیں بغیر تفسیر کرنے سلف صالحین کے وہ حل نہیں ہوسکتے۔ اور اکثر احادیث نبویہ جو محتاجِ بیاں ہیں وہ گروہ سلف صالحین کی روایت کے سوا اور مجتہدوں کا اُن سے مسائل استخراج و استنباط کرنا ہو نہیں سکتا اور احادیث متعارضہ کی موافقت اُن بزرگوں کی کوشش کے بغیر نہیں ہوسکتی اور ایسا ہی دین اسلام کے سارے فنون۔ علمِ قرأت۔ علم عقائد۔ علمِ سلوک وغیرہ ان کے آثار کے سوا محکم نہیں ہوتے سلف صالحین کی اقتدا ان امور میں خلفائے راشدین کے ساتھ ہے اور اُنکی و سنا وغیرہ اور ان کا تمسک خلفائے نبوی کی دامنگیری پر ہے۔ اور قرآن کریم کا جمع کرنا اور قرأت متواتر اور قرأت شاذ کی شناخت خلفا کی سعی پر مبنی ہے۔ مقدمات کے فیصلے اور حدیں معین و مقرر کرنا اور احکام فقہ کا استنباط کرنا اُنہی کی تحقیق پر مترتب ہوئے ہیں۔ جو شخص اس اصل اور جڑ کے توڑنے میں کوشش کرتا ہے وہ درحقیقت دین اسلام کے سارے فنون کو توڑ کر اسکی بیخکنی چاہتا ہے۔

چکڑالوی کے علاوہ ہم نے سنا ہے کہ کسی شخص باشندہ گجرات پنجاب کا خیال ہے کہ نماز قرآن کریم سے دو رکعت ثابت ہوتی ہے۔ قرآن کریم سے نماز کے صرف تین اوقات ثابت اور باقی دو کی نفی کرتا ہے۔ اسکا دعویٰ ہے کہ نماز میں رکوع کوئی نہیں ہے اور سجدہ صرف ایک ہی

اسی قسم کے اور آزادانہ خیالات کے اظہار کرنا اور قرآن کریم کی تفسیر کے لئے مندرجہ ذیل دفتر معیار ٹھہراتا ہے۔

۱۔ ظنی بات نہ ہو۔

۲۔ ہدایت اور راہنمائی میں بے مثل ہو۔

۳۔ اختلاف نہ ہو۔

۴۔ کوئی لفظ قابل تفسیر ہو تو اُسکی تفسیر بھی قرآن شریف سے ہی کی جاوے۔

۵۔ کوئی لفظ قابل تاویل تفسیر ہو تو وہ بھی قرآن شریف سے ہی لیا جاوے۔

۶۔ کوئی حکم انسانی وسعت سے باہر نہ ہو۔

۷۔ تجربہ اور مشاہدہ کے برخلاف نہ ہو۔

۸۔ شان نبوت کے برخلاف نہ ہو۔

۹۔ نور فطرت کے برخلاف نہ ہو۔

۱۰۔ شانِ خدا کے برخلاف نہ ہو۔

جواب۔ واضح ہو جیسا کہ اکثر لوگ اپنے وعدوں اور اصولوں کے برخلاف چلتے ہیں۔ ایسا ہی یہ شخص اپنے اصول مقرر کردہ کے برخلاف دعویٰ کرتا ہے اکثر لوگ اپنی غلط فہمی سے ناواقف ہی رہتے ہیں جب تک کہ کوئی دوسرا شخص انکو آگاہ نہ کرے۔ جبکہ تم اپنے اصول مقرر کردہ میں تجربہ و مشاہدہ میں بات آئی ہوئی کو مانتے ہو تو اب متوجہ ہو کر سنو۔ کہ یہ مسئلہ مسلّم شدہ ہے کہ نباتات اور فلزات اور جمادات کے خواص مدام اُن میں موجود رہتے ہیں مگر کیا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے خواص کی پائداری کے لئے تم ایک صد سال کے بھی قائل نہیں ہو۔ کیا یہ بات تمہارے اصول اور شانِ نبوّت کے برخلاف نہیں۔ کیونکہ خواص نبوّت میں سے ایک یہ بات بھی ہے جو کہ نص صریح قرآن سے ثابت ہے کہ علم احکام شریعت کی فہم و تعلیم کے لئے نبیؐ کے خواص سے رنگین کئے ہوئے انسان دنیا میں ہر وقت اور ہر آن موجود رہتے ہیں۔ **نظم**

وَقَدْ جَآءَ قَوْلُ اللّٰهِ بِالرُّسُلِ تَوْأَمًا	یعنے خدا کا کلام اور رسولؐ باہم توام ہیں۔
وَمِنْ دُوْنِهِمْ اَلْهُدٰی مُتَعَسِّرٌ	اور اُن کے بغیر خدا کے کلام کا سمجھنا مشکل ہے
فَاِنَّ ظُبَی الْاَسْیَافِ تَحْتَاجُ دَائِمًا	کیونکہ تلواروں کی دہار ہمیشہ ایسے بازو کی محتاج ہے

اِلٰی سَاعِدٍ یُجْرِی الدِّمَاءَ وَیُنْدِرُ
جو خون کو جاری کرتا اور سر کو بدن سے الگ کرتا ہے

بِحَضْبٍ رَقِیْقِ الشَّفْرَتَیْنِ هَزِیْمَةً
تلوار گو باریک دھاریں رکھتی ہو مگر تب بھی شکست ہوگی

اِذَا نَاشَهٗ طِفْلٌ ضَعِیْفٌ مُحَقَّرٌ
جبکہ اسکو کمزور اور حقیر بچہ ہاتھ میں پکڑے گا

وَاَمَّا اِذَا اَخَذَ الْکَمِیُّ مُفَقَّرًا
لیکن جب بہادر آدمی ایک سخت تلوار کو پکڑے

کَفَی الْعَوْدُ مِنْهُ الْبَدْءَ ضَرْبًا وَیَنْجَرُ
تو اسکا پہلا وار دوسرے وار کی حاجت نہیں رکھتا

اِذَا قَلَّ تَقْوَی الْمَرْءِ قَلَّ اقْتِبَاسُهٗ
جب انسان کا تقوٰی کم ہو جاتا ہے تو خدا کے کلام سے

مِنَ الْوَحْیِ کَالسَّلْخِ الَّذِیْ لَا یُنَوِّرُ
اسکا اقتباس بھی کم ہو جاتا ہے جیسا کہ مہینہ کی آخری رات میں کچھ روشنی نہیں رہتی۔

وَفِی الدِّیْنِ اَسْرَارٌ وَسُبُلٌ خَفِیَّةٌ
دین میں بھید ہیں اور پوشیدہ راہیں ہیں۔

وَیُظْهِرُهَا رَبِّیْ لِعَبْدٍ یُخَیَّرُ
اور میرا رب وہ بھید اُس بندہ پر ظاہر کرتا ہے جسے چن لیتا ہے

وَکَمْ مِّنْ حَقَائِقَ لَا یُرٰی کَیْفَ شَخْصُهَا
بہت سی حقیقتیں ہیں جنکی صورت نظر نہیں آتی۔

کَنَجْمٍ بَعِیْدٍ نُوْرُهَا یُسْتَرُ
اُس ستارہ کیطرح جو دور تر ہے اور بسبب بُعد کے حقیقتوں کا نور چھپایا ہے

فَیَاْتِیْ مِنَ اللّٰهِ الْعَلِیْمِ مُعَلِّمٌ
پس خدا کی طرف سے ایک معلّم آتا ہے۔

وَیَهْدِیْ اِلٰی اَسْرَارِهَا وَیُفَسِّرُ
اور اُسکے بھید ظاہر کرتا اور بیان فرماتا ہے۔

تمہارے غلط دعوے نے تمہارے اصولوں کو توڑ دیا کیونکہ ان میں تم نے یہ بھی اقرار کیا ہے کہ تفسیر قرآن میں کوئی بات شانِ خدا کے برخلاف نہ ہو اور پھر تم اُسکے برخلاف کہتے ہو کہ تیرہ سو سال تک لوگوں کو خدا تعالےٰ نے قرآن فہمی سے قاصر اور عاجز و تارک القرآن دیکھتا رہا۔ اور اتنی مدت دراز غلط فہمی کا خطرناک قحط پڑا رہا اور کسی انسان کو خدا نے اسبات کی توفیق رفیق نہ فرمائی۔ یعنے جبکہ قرآن میں صرف دو رکعت بغیر رکوع۔ ایک سجدہ والی نماز کا ذکر تھا اور تیرہ سو سال تک خدا نے اسبات کی کسی کو سمجھ نہ دی مگر اب یہ راز تم پر کھلا تو کیا یہ بات شانِ خدا کے برخلاف نہیں۔ کیا یہ بات تجربہ اور مشاہدہ کے برخلاف نہیں۔ کیا یہ بات خدا تعالےٰ پر بدظنی میں داخل نہیں۔ تم ہمیشہ دیکھتے رہتے ہو کہ جب جسمانی عالم میں خشکسالی اور قحط اور امساک ہوتا ہے تو خدا تعالےٰ عالمِ اجسام کو تر و تازہ کرنے کے لئے آسمان سے بارش برساتا ہے اور یہ وقفہ امساک ایک سال سے زیادہ کبھی نہیں ہوتا۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ روحانی عالم میں تیرہ سو سال تک قحط سالی پڑی رہی اور خدا نے لوگوں کو باوجود پیاسا اور بھٹکا ہوا

دیکھنے کے اُنپر روحانی بارش نہ برسائی اور اُن کے سمجھانے کے لئے خدا نے کوئی انتظام نہ کیا۔ کیا یہ بات تجربہ اور مشاہدہ کے برخلاف نہیں ہے ؟۔

جبکہ خدا تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں قیامت تک کافۃ الناس کا رسول فرماتا ہے تو پھر بالضرور ماننا پڑا کہ آپ کی نبوت کی خاصیتیں قیامت تک لوگوں میں ہر آن و ہر وقت دنیا میں موجود رہینگی۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے کہ کوئی شخص کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے خواص اب دنیا میں موجود نہیں رہے۔

کیا تم نہیں جانتے کہ جب کسی چیز کے خواص مرجاتے ہیں تو گویا اُس پر پوری طرح اُسوقت موت وارد ہوتی ہے۔ کیا تم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس موت کے قائل ہو۔ ہوش کرو۔ تم نے احادیث نبویہ سے دشمنی کر کے اُن سے انکار کیا۔ اس لئے تمہاری بصیرت پر پردہ پڑ گیا۔

سنو۔ نبوت کی خاصیتیں دنیا میں ابتک موجود ہیں۔ اُن میں کوئی بگاڑ و فساد پیدا نہیں ہوا۔ احکام شریعت کو جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اُسیطرح دنیا میں اُن کے عامل موجود ہیں اور وہ احکام ظاہر و باہر ہیں۔ عامل خواہ کم ہو جاویں مگر احکام شریعت ہرگز نہ گم ہونگے اور نہ کم و بیش ہونگے۔ کیونکہ ہمارے نبی و رسول حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اصل و خانہ زاد ہے اور باقی تمام انبیاء کی نبوتیں اُسکی فرع ہیں۔ اس لئے وہ سب اس میں آکر شامل ہو گئیں۔

اب اس تمہید کے بعد واضح ہو کہ دوگانہ وسہ گانہ و چار گانہ فرائض نماز کی رکعتیں مع ایک رکوع و دو دو سجود کے بالکل صحیح و درست ہیں جسطرح عام لوگ پڑھتے ہیں اور اُنکے اوقات معینہ جو خدا تعالے نے مقرر کئے وہی پانچ ہیں۔

احکام شریعت کا نزول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دو طور پر ہوا۔ ایک وحی جلی کے رنگ میں قرآن کریم۔ اور دوسرا وحی خفی کے رنگ میں۔ اگر سارے احکام کی تفصیل وحی جلی کے رنگ میں ہوتی تو قرآن کریم کا حجم بہت بڑا ہو جاتا۔ اور لوگ اسکو بڑی کتاب دیکھکر اس کے پڑھنے پڑھانے اور یاد و ضبط کرنے سے جی چراتے اسلئے خدا نے وحی جلی کو تو نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کی زندگی میں لکھوا دیا۔ اور وحی خفی کو آپ کے بعد لکھنے پر موقوف رکھا اور اُن لوگوں کے ذہنوں سے یہ خدمت اسلام لینے کے لئے اسقدر تیز و صاف اور منور کر دیا کہ اس زمانہ کی

اقلام سے بڑھے ہوئے تھے اور بڑے بڑے طوماروں و دفاتر کو وہ یاد کر لیتے تھے۔

جب تمام کتب احادیث مبوب و مترتب ہو چکیں تو ذہنوں میں فتور آگیا۔

اگر دونوں قسم کی وحی جلی و خفی ایک ہی زمانہ میں لکھی جاتیں تو پھر فسادِ اختلاف وحیین کے سوا وہ بات بھی لازم آتی جسکا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔

قرانِ کریم کی نص صریح سے واضح ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب احکام منزلہ من اللہ کی تفصیل فرمایا کرتے تھے تو وحی جلی کے سوا ایسے الفاظ و کلمات بھی فرمایا کرتے تھے جو قرانِ کریم میں تو درج نہ تھے مگر قران سے برخلاف نہ ہوتے تھے اور وہ وحی خفی کے رنگ میں تھے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ترجمہ یعنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کو کتاب اور اسکی سمجھ و دانائی سکھاتے تھے۔

قاعدہ ہے کہ جب اُستاد اپنے شاگرد کو کسی امر کی تعلیم کرتا ہے تو اسکی تشریح و تفصیل کرنے میں ایسے الفاظ و کلمات حکمت تو استعمال کرتا ہے جو کتاب میں درج نہیں ہوتے۔ مگر وہ درحقیقت کتاب سے باہر نہیں ہوتے بلکہ اُس کتاب اور اصل کا مطلب و مراد ہوتی ہے اور ایسے کلمات نہیں کہتا جو اصل کتاب کے برخلاف ہوں۔ ایسا ہی جو کچھ سنت و احادیث نبویہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات ہیں وہ اصل کتاب قران کریم کے برخلاف نہیں ہیں بلکہ وہ اُس حکمت میں داخل ہیں جسکا ذکر خدا تعالےٰ اَلْحِكْمَةَ کے لفظ میں ادا فرماتا ہے۔

اس بات کا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ جس نماز کے تم عامل و قائل ہو وہ نماز صدر اول یا دوم نے کبھی ادا بھی کی ہے کیونکہ تم جبکہ احادیث جیسی معتبر صحاح کی صحت کے قائل نہیں ہو تو پھر تواریخی کتب تمہارے نزدیک کس شمار میں ہیں۔ ؎

اے اسیرِ عقل خود پرستیٔ خود کم بناز	کیں سپہرِ بوالعجائب چونتو بسیار آورد
غیر راہرگز نمے باشد گذر در کوئے حق	ہر کہ آید ز آسماں او راز آں یار آورد
خود بخود فہمیدنِ قراں گمانِ باطل است	ہر کہ از خود آوردا و نجس و مردار آورد

(احمد)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی جلی قران کریم کے جو لوگ کاتب تھے اُنہی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی احادیث ذیل نماز کے اوقات خمسہ کے متعلق درج کی جاتی ہیں۔ اگر تمکو انکی صحت پر اعتبار نہ ہو تو پھر تمکو قرآن کریم پر کیونکر اعتبار ہوگا کیونکہ قران کریم بھی اُنہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جو اس وحی خفی کے کاتب ہیں۔

مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهٖ اِنَّ اَهَمَّ اَمْرِكُمْ عِنْدِيْ الصَّلٰوةُ فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهٗ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ ثُمَّ كَتَبَ اِنَّ صَلٰوةَ الظُّهْرِ اِذَا كَانَ الْفَيْئُ ذِرَاعًا اِلٰى اَنْ يَّكُوْنَ ظِلُّ اَحَدِكُمْ مِثْلَهٗ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ قَدْرَ مَا يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فَرْسَخَيْنِ اَوْ ثَلٰثَةً قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَالْمَغْرِبَ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءَ اِذَا غَابَ الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهٗ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهٗ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهٗ وَالصُّبْحَ وَالنُّجُوْمُ بَادِيَةٌ مُشْتَبِكَةٌ۔

مَالِكٌ عَنْ عَمِّهٖ اَبِيْ سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ اِلٰى اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنْ صَلِّ الظُّهْرَ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ قَبْلَ اَنْ تَدْخُلَهَا صُفْرَةٌ وَالْمَغْرِبَ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَاَخِّرِ الْعِشَاءَ مَا لَمْ تَنَمْ وَصَلِّ الصُّبْحَ وَالنُّجُوْمُ بَادِيَةٌ مُشْتَبِكَةٌ وَاقْرَاْ فِيْهَا بِسُوْرَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ مِنَ الْمُفَصَّلِ۔

ترجمہ۔ مالک نافع سے راوی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ میرے نزدیک تمہارا بہت ضروری کام نماز ہے۔ پس جس نے نماز کی حفاظت کی اور اس پر قائم رہا اُس نے اپنے دین کی حفاظت کی۔ اور جس نے نماز ضائع کی وہ دوسرے امور کو زیادہ تر ضائع کرنے والا ہے۔ پھر لکھا کہ ظہر کی نماز اُس وقت ہے جبکہ سایہ گز بھر سے لے کر تمہارے ایک کے برابر ہو۔ اور دیگر کا وہ وقت ہے جبکہ ابھی آفتاب بلند اور روشن ہو۔ اسقدر کہ جتنا ایک سوار دو یا تین فرسنگ۔ غروب آفتاب سے پہلے چلا جاوے۔ اور شام کی نماز کا وہ وقت ہے جبکہ آفتاب غروب ہوجاوے۔ اور نماز عشار کا وہ وقت ہے کہ شفق یعنے سرخی گم ہوجاوے اور عشا تیسرے حصہ رات تک ہے۔ پس جو کوئی سو جاوے تو اسکی آنکھیں نہ سوجائیں۔ پس جو کوئی سوجاوے تو اسکی آنکھیں نہ سوجاویں۔ پس جو کوئی سوجاوئے تو اسکی آنکھیں نہ سوجائیں اور نماز صبح کا وہ وقت ہے کہ ابھی ستارے سفیدی میں ملے جلے ہوں۔

مالک اپنے چچا ابی سہیل بن مالک سے اور وہ اپنے باپ سے راوی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے ابی موسیٰ اشعری کو لکھا کہ نماز ظہر کو اُس وقت پڑھ لو جبکہ آفتاب ڈھل جائے اور نماز دیگر کو اُسوقت پڑھ لو جبکہ ابھی آفتاب روشن ہو پہلے اسکے کہ اُسمیں زردی داخل ہو اور نماز شام کو اُس وقت پڑھ لو جبکہ آفتاب غروب ہوجاوے اور نماز عشاء کو تاخیر کرو جبتک

کہ سو نہ جاؤ۔ اور صبح کی نماز پڑھ لو اور ابھی ستارے سفیدی میں ملے جلے ہوں۔ اور اس نماز میں دو لمبی مفصل سورتیں پڑھو۔

خدا تعالےٰ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر کلام کو وحی فرماتا ہے چنانچہ اس آیت میں آیا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ترجمہ یعنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کوئی کلام نفسانی خواہشات سے نہیں کرتے بلکہ نبی کی ہر کلام خدا کی وحی ہوتی ہے جو اس پر اترتی ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل وحی الٰہی کے ماتحت سرزد ہوتا تھا۔ لہٰذا سنت نبویہ اور احادیث متواترہ کا انکار کرنا اچھے لوگوں کا کام نہیں ہے۔

واضح ہو کہ سنت اور حدیث علیحدہ علیحدہ دو چیزیں ہیں سنت سے مراد صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعلی روش و طریق ہے جو اپنے اندر تواتر رکھتی ہے اور ابتدا سے قرآن شریف کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی اور ہمیشہ ساتھ ہی رہیگی۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف خدا تعالےٰ کا قول ہے اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے اور قدیم سے عادۃ اللہ یہی ہے کہ جب انبیا علیہم السلام خدا کا قول لوگوں کی ہدایت کے لئے لاتے ہیں تو اپنے فعل سے یعنی عملی طور پر اس قول کی تفسیر کر دیتے ہیں تا کہ اس قول کا سمجھنا لوگوں پر دشوار نہ رہے اور اس قول پر آپ بھی عمل کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی عمل کراتے ہیں۔ تا کہ وہ فعل مشتبہ نہ رہے۔

حدیث سے مراد وہ آثار ہیں کہ جو قصوں کے رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً ڈیڑھ سو برس بعد مختلف راویوں کے ذریعہ سے جمع کئے گئے ہیں۔ پس سنت اور حدیث میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ سنت ایک عملی طریق ہے جو اپنے ساتھ تواتر رکھتا ہے۔ جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے جاری کیا اور وہ یقینی مراتب میں قرآن شریف سے دوسرے درجہ پر ہے اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف کی اشاعت کے لئے مامور تھے ایسا ہی سنت کی اقامت کے لئے بھی مامور تھے۔ پس جیسا کہ قرآن شریف یقینی ہے ایسا ہی سنت معمولہ متواترہ بھی یقینی ہے۔ یہ دونوں خدمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے بجالائے اور دونوں کو اپنا فرض سمجھا۔ مثلاً جب نماز کے لئے حکم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالےٰ کے اس قول کو اپنے فعل سے کھول کر دکھلا دیا اور عملی رنگ میں ظاہر کر دیا۔ کہ فجر کی نماز اتنی رکعات ہیں اور مغرب کی اتنی اور باقی نمازوں کے لئے اتنی رکعات ہیں۔

ایسا ہی حج کر کے دکھلا دیا۔ اور پھر اپنے ہاتھ سے ہزارہا صحابہ کو اس فعل کا پابند کر کے سلسلۂ تعامل بڑے زور سے قائم کر دیا پس عملی نمونہ جو اب تک امت میں تعامل کے رنگ میں مشہود و محسوس ہے اسی کا نام سنت ہے لیکن حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے روبرو نہیں لکھوایا اور نہ اُسکے جمع کرنے کے لئے کوئی اہتمام کیا۔ کچھ حدیثیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جمع کی تھیں لیکن پھر تقویٰ کے خیال سے اُنھوں نے وہ سب حدیثیں جلا دیں۔ کہ یہ میرا سماع بلا واسطہ نہیں ہے خدا جانے اصل حقیقت کیا ہے۔

پھر جب وہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم کا گذر گیا تو بعض تبع تابعین کی طبیعت کو خدا نے اسطرف پھیر دیا کہ حدیثوں کو بھی جمع کر لینا چاہئے۔ تب حدیثیں جمع ہوئیں۔ اسمیں شک نہیں ہو سکتا کہ اکثر حدیثوں کو جمع کرنے والے بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ اُنھوں نے جہانتک انکی طاقت میں تھا حدیثوں کی تنقید کی اور ایسی حدیثوں سے بچنا چاہا جو انکی رائے میں موضوعات سے تھیں۔ اور ہر ایک مشتبہ الحال راوی کی حدیث نہیں لی۔ بہت محنت کی۔ یہ سخت ناانصافی ہوگی کہ یہ کہا جائے کہ وہ سب حدیثیں لغو اور نکمی اور بے فائدہ اور جھوٹی ہیں۔ بلکہ اُن حدیثوں کے لکھنے میں اسقدر احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور اسقدر تحقیق اور تنقید کی گئی ہے جو اسکی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی۔ یہودیوں میں بھی حدیثیں ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کے مقابل پر بھی وہی فرقہ یہودیوں کا تھا جو عامل بالحدیث کہلاتا تھا لیکن ثابت نہیں کیا گیا کہ یہودیوں کے محدثین نے ایسی احتیاط سے وہ حدیثیں جمع کی تھیں جیسا کہ اسلام کے محدثین نے۔

تاہم یہ غلط بات ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ جب تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں اُسوقت تک لوگ نمازوں کی رکعات سے بے خبر تھے یا حج کرنے کے طریق سے ناآشنا تھے کیونکہ سلسلۂ تعامل نے جو سنت کے ذریعہ سے اُن میں پیدا ہو گیا تھا تمام حدود و فرائض اسلام انکو سکھلا دیئے تھے اسلئے یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ان حدیثوں کا دنیا میں اگر وجود بھی نہ ہوتا جو مدت دراز کے بعد جمع کی گئی تہیں تو اسلام کی اصلی تعلیم کا کچھ بھی حرج نہ تھا۔ کیونکہ قرآن اور سلسلۂ تعامل نے ان ضرورتوں کو پورا کر دیا تھا تاہم حدیثوں نے اس نور کو زیادہ کیا۔ گویا اسلام نور علیٰ نور ہو گیا۔ اور حدیثیں قرآن اور سنت کے لئے گواہ کی طرح کھڑی ہو گئیں۔ اور اسلام کے بہت سے فرقے جو بعد میں پیدا ہو گئے ان میں سے سچے فرقہ کو احادیث صحیحہ سے بہت فائدہ پہونچا۔

پس اسلم یہی بات ہے کہ نہ تو حدیثوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جاوے کہ قرآن پر وہ مقدم ہیں اور نیز اگر انکے قصے صریح قرآن کے بیانات سے مخالف پڑیں تو ایسا نہ کریں کہ حدیثوں کے قصوں کو قرآن پر ترجیح دیجاوے اور قرآن کو چھوڑ دیا جاوے۔ بلکہ چاہیئے کہ قرآن اور سنت کو حدیثوں پر قاضی سمجھا جائے والا جو حدیث قرآن اور سنت کے مخالف نہ ہو اسکو بسرو چشم قبول کیا جاوے۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ مبارک وہ جو اسکے پابند ہوتے ہیں۔ اور نہایت بدقسمت اور نادان وہ شخص ہے جو بلحاظ اس قاعدہ کے حدیثوں کا انکار کرتا ہے۔ احمد۔

قرآن میں حقیقی نسخ و حقیقی زیادۃ جائز نہ ہونے کی وجہ

محجوب لوگ قرآن کریم کے دقیق اشارات اور اسرار کی تہ تک نہیں پہونچ سکتے اور اس سے مسائل شرعیہ کا استنباط اور استخراج کرنے پر قادر نہیں ہوتے اسلئے وہ احادیث صحیحہ نبویہ کو اس نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ گویا وہ قرآن کریم پر کچھ زوائد بیان کرتی ہیں یا بعض احکام میں اسکی ناسخ ہیں حالانکہ یہ بات ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ وہ قرآن شریف کے بعض مجمل اشارات کی شارح ہیں۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ترجمہ یعنے کوئی آیت ہم منسوخ یا منسی نہیں کرتے جسکے عوض دوسری آیت ویسی ہی یا اس سے بہتر نہیں لاتے۔ پس اس آیت میں قرآن کریم نے صاف فرما دیا ہے کہ نسخ آیت کا آیت سے ہوتا ہے اسوجہ سے وعدہ دیا ہے کہ نسخ کے بعد ضرور آیت منسوخہ کی جگہ آیت نازل ہوتی ہے۔ ہاں علماء نے مسامحت کی راہ سے بعض احادیث کو بعض آیات کی ناسخ ٹھرایا ہے۔ جیساکہ حنفی فقہ کی رو سے مشہور حدیث سے آیت منسوخ ہوسکتی ہے مگر امام شافعی اسبات کا قائل ہے کہ متواتر حدیث سے بھی قرآن کا نسخ جائز نہیں اور بعض محدثین خبر واحد سے بھی نسخ کے قائل ہیں لیکن قائلین نسخ کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر حدیث سے آیت منسوخ ہوجاتی ہے بلکہ وہ لکھتے ہیں کہ واقعی امر تو یہی ہے کہ قرآن پر نہ زیادت جائز ہے اور نہ نسخ کسی حدیث سے جائز ہے لیکن ہماری نظر قاصر میں جو استخراج مسائل قرآن سے عاجز ہے یہ سب باتیں صورت پذیر معلوم ہوتی ہیں اور حق یہی ہے کہ حقیقی نسخ اور حقیقی زیادۃ قرآن پر جائز نہیں کیونکہ اس سے اسکی تکذیب لازم آتی ہے۔ اور نور الانوار جو اصول فقہ حنفیہ کی کتاب ہے اسکے صفحہ ۹۱ میں لکھا ہے رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ قَالَ لَهُ بِمَا تَقْضِيْ

یَا مُعَاذُ فَقَالَ بِکِتَابِ اللّٰہِ قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ قَالَ بِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ قَالَ اَجْتَھِدُ بِرَأْیِیْ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَہٗ بِمَا یَرْضٰی بِہٖ رَسُوْلَہٗ۔ لَا یُقَالُ اَنَّہٗ یُنَاقِضُ قَوْلَ اللّٰہِ تَعَالٰی مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْئٍ فَکُلُّ شَیْئٍ فِی الْقُرْاٰنِ فَکَیْفَ یُقَالُ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ لِاَنَّا نَقُوْلُ اِنَّ عَدَمَ الْوُجْدَانِ لَا یَقْتَضِیْ عَدَمَ کَوْنِہٖ فِی الْقُرْاٰنِ وَلِھٰذَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ وَلَمْ یَقُلْ فَاِنْ لَمْ یَکُنْ فِی الْکِتَابِ **ترجمہ** "نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت ہے کہ آپ نے معاذ کو یمن کی طرف روانہ کر کے فرمایا اے معاذ کس بات پر فیصلہ کرو گے۔ کہا خدا کی کتاب پر کہا اگر نہ پاؤ۔ کہا رسولِ خدا کی سنت پر۔ کہا اگر اس میں نہ پاؤ۔ کہا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ فرمایا شکر ہے اس پروردگار کا جس نے اپنے رسول کو موافق کیا اسبات کے جس پر اسکا رسول راضی ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ بات خدا تعالےٰ کے قول ذیل کے برخلاف ہے مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْئٍ **ترجمہ** ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں کی پس ہر چیز قرآن میں موجود ہے۔ پس کیونکر کہا جائے اگر کتاب میں نہ ملے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں نہ پانا کسی چیز کا اُسکے قرآن میں نہ ہونے پر دال نہیں ہے۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر تو نہ پائے اور یہ نہیں فرمایا کہ اگر خدا کی کتاب میں نہ ہو"۔

اس عبارت مذکورہ بالا میں اسبات کا اقرار ہے کہ ہر ایک امر دین قرآن میں درج ہے۔ کوئی چیز اس سے باہر نہیں۔ اور اگر تفاسیر کے اقوال جو اسبات کے مؤید ہیں بیان کئے جائیں تو اسکی لئے ایک دفتر چاہئے۔ لہذا اصل حق الامر یہی ہے کہ جو چیز قرآن سے باہر یا اسکے مخالف ہے وہ مردود ہے اور احادیث صحیحہ قرآن سے باہر نہیں کیونکہ وحی غیر متلو کی مدد سے وہ تمام مسائل قرآن سے مستخرج اور مستنبط کئے گئے ہیں ہاں یہ سچ ہے کہ وہ استخراج اور استنباط بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اس شخص کے جو ظلی طور پر عنایات مبدعنایات الہیہ سے وہ علم دیا گیا ہو جو اُسکے رسول متبوع کو بخشا تھا وہ حقائق و معارف دقیقہ قرآن کریم پر مطلع کیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ جلشانہ کا وعدہ ہے لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ **ترجمہ** یعنے قرآن کے علوم سے اُن لوگوں کو مس ہوتی ہے جو پاکیزہ دل و پاکیزہ اندر ہوتے ہیں۔ اور جیسا کہ وعدہ ہے یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا **ترجمہ** "یعنے خدا تعالےٰ حکمت عطا کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور جسکو حکمت عطا کی گئی اسکو بہت بھلائی عطا ہوئی"۔

اسجگہ حکمت سے مراد علم قرآنی ہے۔ سو ایسے لوگ وحی خاص کے ذریعہ سے علم اور بصیرت کی راہ سے مطلع کئے جاتے ہیں اور صحیح اور موضوع میں اس خاص طور کے قاعدہ سے تمیز کر لیتے ہیں گو عوام اور علمائے ظواہر کو اسطرف راہ نہیں لیکن انکا اعتقاد بھی تو یہی ہونا چاہیئے۔ کہ قرآن کریم بیشک احادیث مرویہ کے لئے بھی معیار اور محک ہے۔ قرآن کریم کا نام عام طور پر قول فیصل اور فرقان اور میزان اور امام اور حکم اور نور ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اسکو جمیع اختلافات کے دُور کرنے کا آلہ ٹھرایا ہے اور فرمایا کہ اس میں ہر ایک چیز کی تفصیل اور ہر ایک امر کا بیان ہے۔ ؎

راز قرآں را کجا فہمد کسے ... بہرِ نورے نور مے باید بسے

ایں نہ من قرآں ہمیں فرمودہ است ... اندرو شرطِ تطہر بودہ است

گر بقرآں ہر کسے را راہ بود ... پس چرا شرطِ تطہر را فزود

نور را داند کسے کو نور شد ... واز حجابِ سرکشی ہا دور شد

وحیٔ حق پُر از اشارات خدا است ... گر نفہمد جاہلے کج دل روا است

چشمۂ فیضِ رست وحیِ ایزدی ... لیکن آں فہمد کہ باشد مہتدی

وحیِ قرآں رازہا دارد بسے ... نسبتے باید کہ تا فہمد کسے

واجب آمد نسبتے اندر دریں سخت ... کار بے نسبت سخے آید درست

آں سعیدے کش ابوبکر است نام ... نسبتے میداشت با خیر الانام

زیں نشد محتاج تفتیش دراز ... جانِ او بشناخت روئے پاکباز

ہست فرقے در نظرہائے سعید ... آنچہ ہارون دید آں قارون بدید

بود ہارون پاک و ایں کرمِ پلید ... کے بماند بایزیدے بایزید

گر نباشد نسبتے در جائیگاہ ... ظلمتے در ہر قدم گیرد براہ

آں یکے را مہ عیاں پیشِ نظر ... دیگرے را ابر کردہ کور و کر

(احمد)

مولوی عبد اللہ چکڑالوی کی قرآن کریم میں غلط فہمی :-

مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی اشاعۃ القرآن مطبوعہ ۱۳۲۰ھ میں بجواب اشاعۃ السنہ صفحہ ۴ پر تحریر فرماتے ہیں۔ بیشک میرا اعتقاد ہے کہ مردہ کو عبادت یا مالی صدقات وغیرہ کسی چیز کا ثواب

نہیں پہونچ سکتا۔ مولوی صاحب نے اپنے زعم میں تفسیر القرآن بالقرآن بھی لکھی ہے۔ اگر انکو تفسیر القرآن بالقرآن کا علم ہوتا تو اتنی بڑی غلطی کے مرتکب نہ ہوتے۔ انہوں نے اس اعتقاد کا تمسک قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات سے کرکے ساتھ ہی اپنے مذاق کا ترجمہ بھی لکھا ہے۔

(۱) اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔

(۲) مَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ۔

(۳) تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ۔

(۴) لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔

اسکے بعد چکڑالوی صاحب بالحاح لکھتے ہیں کہ کاش کہ محمد حسین بٹالوی نے ایک ہی آیت پیش کی ہوتی کہ کیسے صدقات وعبادات وغیرہ سے دوسرے آدمی کو ثواب پہونچ جاتا ہے۔ اگر محمد حسین صاحب نے کوئی آیت اور دلیل پیش نہیں کی تو لیجئے ہم پیش کرتے ہیں غور سے سنو۔

لہذا معروض ہے کہ انسان کی کلام میں اختلاف وتناقض پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ مگر قرآن کریم چونکہ خداوند تعالے کا کلام ہے اسلئے اس میں اختلاف وتناقض کا پیدا ہونا محال ہے۔ آیات مذکورہ بالا جو مولوی صاحب نے برعدم انتفاع اموات واحیاء از صدقات وعبادات وغیرہ پیش کی ہیں ان سے اگر یہ مراد لی جائے کہ ایک انسان کو خواہ مردہ ہو یا زندہ اپنے عمل وکسب وسعی کے سوا دوسرے انسانوں کے عمل خیر صدقات وخیرات۔ عبادات ادعیہ وغیرہ سے نفع یا بالفاظ دیگر راحت وآرام اجر وثواب نہیں پہونچ سکتا تو قرآن کریم کی کئی آیات اور مشاہدات اور بعض ضروری مسلمات اسلام مولوی صاحب کے بیان مذکور کے بالکل برعکس اور مخالف ہیں اسیطرح المنار کے اڈیٹر محمد رشید رضا ساکن بیروت ملک شام سے سال گذشتہ میں کسی نے یہی مسئلہ پوچھا تو اس نے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کے تمسک سے المنار میں یہ جواب شائع کیا کہ صرف والدین کو اولاد کی خیرات وصدقات وادعیہ سے فائدہ پہونچ سکتا ہے کیونکہ اولاد والدین کی سعی میں سے ہوتی ہے اور باقی کسیکے صدقات وخیرات وادعیہ سے کسیکو کچھ فائدہ نہیں پہونچ سکتا۔ اب جب ہم قرآن کریم کی بیشمار آیات بینات اور مشاہدات وتجربات کو روزمرہ دیکھتے ہیں تو ان دونوں صاحبان مذکور کا بیان بالکل غلط معلوم ہوتا ہے۔ انھوں نے آیات متذکرہ بالا کے معانی سمجھنے میں دھوکہ کھایا ہے۔ اور عوام کو بھی اس اعتقاد پر چڑھاکر دھوکہ دیا ہے۔ بلکہ اس اعتقاد سے اسلام کے بہت ہی اہم اور ضروری اور مسلمہ مسائل واعتقادات صحیحہ کی بیخکنی ہوتی

ہے۔ قال اللہ تعالےٰ واستغفر لهم اللہ ان اللہ غفور رحیم۔ وصل علیهم ان صلوٰتک سکن لهم۔ یعنے اے پیغمبر مومنوں کے لئے خداوند تعالےٰ سے مغفرت طلب کر بیشک خداوند تعالےٰ بخشنہار مہربان ہے۔ اور انکے لئے دعا کر کیونکہ تیری دعا انکے لئے موجب اطمینان ہے

کیا یہ آیات دوسرے انسان کے عمل سے انتفاع کی دلیل پر دال نہیں ہیں۔ اگر مردہ کو اپنے عمل خیر کے سوا کسی دوسرے انسان کے عمل سے کچھ فائدہ نہیں پہونچ سکتا تو پھر مردہ پر جنازہ کیوں پڑھا جاتا ہے۔ اور اسکے لئے دعا کیوں کیجاتی ہے جس عمل سے امید نفع نہ ہو اسکا بجالانا عبث ہے۔ مولوی صاحب نے اپنے رسالہ صلوٰۃ القرآن میں جنازہ کے لئے قرآن کریم سے وہ دعائیں اخذ کی ہیں جو عام مردہ اور زندہ مومنوں کے لئے کی جاتی ہیں۔ لیکن انکے اس اعتقاد کے موجب اور اس ترجمہ کی بنا پر جو انھوں نے لیس للانسان الا ما سعیٰ کا لکھا ہے۔ مردہ زندہ کسیکو کسی انسان کی دعا و جنازہ و صلوٰۃ وغیرہ سے کچھ فائدہ و ثواب نہیں پہونچ سکتا۔ باوجود اس اعتقاد کے پھر مردہ کا جنازہ پڑہنا تجویز کرتے ہیں۔ انکے مریدوں و معتقدوں کو چاہیئے کہ ان سے پوچھیں کہ جب لیس للانسان الا ما سعیٰ کے یہی معنے صحیح سمجھتے ہو کہ انسان کو کوئی بھلائی اور ثواب و راحت و آرام سکھ و چین اور فائدہ اپنے عمل کے سوائے نہیں پہونچ سکتا تو پھر آپکا مردہ کے لئے جنازہ پڑہنے کی تجویز کرنا کس بنا پر ہے۔ کیا اسکے لئے جنازہ پڑہنا آپ کے اعتقاد کے موجب عبث نہیں ہے ایسا ہی محمد رشید رضا نے اگر اس آیت کے یہ معنے صحیح سمجھے ہیں تو اسکو المنار میں شائع کرنا چاہیئے کہ صرف اولاد اپنے والدین کا جنازہ پڑہے اور دعا کرے دوسروں کی دعا سے کسیکو کچھ فائدہ نہیں پہونچ سکتا۔ اگر کسی کے عمل خیر کا ثواب کسی کو نہیں پہونچ سکتا۔ اور ایک شخص دوسرے کی دعا عبادت سے نفع نہیں اٹھا سکتا تو بعض مومنوں اور فرشتوں کی دعائیں جو وہ زندہ اور مردہ مومنوں کے حق میں کرتے رہتے ہیں خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں انکا ذکر کر کے انکے اس فعل پر اپنی رضا کیوں ظاہر فرمائی ہے۔ بلکہ تاکیدی حکم ہے کہ ایسا ہی ایک دوسرے کے حق میں کریں۔ سارے قرآن کریم کی دعاؤں میں جو جمع متکلم کے صیغے اور جمع کی ضمیر آتی ہیں۔ وہ بہ ہیئت اجتماعی سارے مومنوں کی جانب سے ایک دوسرے کے حق میں ہیں۔ اور بعض کا بعض سے فائدہ و نفع حاصل کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔

ساری اجتماعی عبادات مثلاً پانچوں نمازوں اور جمعہ و عیدین و حج کو بہت سے مومنوں کا ایک ہی جگہ مقررہ وقت پر اکٹھے ہو کر ادا کرنا بعض انسانوں کا بعض انسانوں کے اعمال خیر و اخلاق فاضلہ

وحسنہ سے نفع وفائدہ حاصل کرنے پر دلیل ہے۔

اگر چکڑالوی صاحب کی پیش کردہ آیات میں خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہوتی کہ انسان اپنی سعی وکسب کے سوائے اپنے لئے کوئی نیکی اور بھلائی دوسرے انسان کے اعمال سے نہیں حاصل کرسکتا تو خداوند تعالیٰ کی اس کلام کے برخلاف کوئی مشاہدہ ظہور میں نہ آتا۔ اور اسکے کلام اور کام میں موافقت پائی جاتی اور کوئی انسان کسی دوسرے انسان کے لئے بلاعوض کسی قسم کی نیکی اور راحت وآرام کا موجد نہ ہوسکتا کیونکہ کوئی شخص ممتنعات کے ایجاد کرنے پر قادر نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ ہم اُسکے برعکس روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ ہمکو اپنے عمل خیر اور کسب خیر کے سوا اوروں سے بھی بھلائیاں اور نیکیاں اور منافع بلاعوض حاصل ہو رہے ہیں۔

اگر ہم لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کے یہ معنے سمجھیں کہ انسان کو اپنے کسب خیر وکمائی کے سوائے اور کچھ بھلا اور نفع ونیکی حاصل نہیں ہوسکتی تو بتاؤ کہ لاکھوں انسان جو روزمرہ دنیا میں عدم سے وجود میں آتے اور پیدا ہوتے رہتے ہیں وہ اپنی زندگی کی بیش قیمت وانمول پونجی حاصل کرنے کے لئے کونسی نیکی بجالاتے ہیں جو انکو ہستی وزندگی جتنی بڑی مایہ ودولت بلامحنت ومشقت اور اپنے کسب کے سوائے مفت ملجاتے ہیں۔

خاک۔ ہوا۔ آگ۔ پانی۔ درخت۔ سورج۔ چاند۔ اور پرند وچرند وغیرہ بے شمار ارضی وسماوی اشیا سے سے جو فوائد وراحت وآرام سکھ وچین انسان کو پہونچ رہے ہیں اُن کی تحصیل کے لئے انسان نے کونسی نیکی کی ہے۔

اولاد کی محبت اور پیار کی کشش اور جذب اور انکی تربیت وپرورش کی غور وپرداخت جو والدین کے دل میں ڈالی جاتی ہے ان سب امور کے لئے اولاد کیا کمائی کرتی ہے جو انکے والدین کو اپنی اولاد کی محبت وپیار اور انکی تربیت کا بوجھ اُنکے پیچھے سرگرداں کردیتا ہے۔

چکڑالوی کی پیش کردہ آیت سے یہ مراد بھی ہرگز نہیں لیجا سکتی کہ انسان کو اپنے کسب خیر وکمائی کے سوا اور کچھ زیادہ ثواب نہیں مل سکتا۔ چنانچہ مندرجہ ذیل آیات اس امر کی مخالفت کررہی ہیں۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یعنے جو کوئی ایک نیکی کرے اُسکو دس نیکیوں کا بدلہ دیا جائیگا۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ یعنے صبر کرنے والوں کو بے انت اور بے حساب ثواب ملے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا۔

یعنے خدا تعالےٰ نیکی کا بدلہ دینے میں ایک ذرہ بھر بھی کمی نہیں کریگا۔ اگر کوئی شخص ایک نیکی کریگا تو خداوند تعالےٰ اپنے پاس سے بڑھا کر بڑا اجر دے گا۔

کسان کو دیکھو کہ ایک دانہ بونے کے بدلے میں کتنے دانے حاصل کر لیتا ہے۔ آب وہوا خاک وغیرہ کی تحصیل کے لئے کسان کیا کمائی کرتا ہے جو اسکے کھیت میں فصل پک کر اسکے انبار اور خرمن غلہ سے بھرے جاتے ہیں۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ یعنے مثال اُن لوگوں کی جو اپنے مال خداوند تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں مثل ایک دانہ کے ہے جسکے بونے سے سات خوشے پیدا ہوتے ہیں اور ہر خوشے میں سو دانہ ہوتا ہے۔ اسیطرح خداوند تعالےٰ جسکے لئے چاہے نیکی کا بدلہ بڑھا کر دیتا ہے۔ خداوند تعالےٰ وسیع علم والا ہے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ۔ یعنے خداوند تعالےٰ اہل مکہ کو عذاب نہیں دیگا جبتک تو اُن میں موجود ہے۔

اب یہ نص صریح ہے دوسرے کے عمل سے نفع حاصل کرنے پر کیونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مکہ کے لوگوں سے خداوند تعالےٰ کا عذاب ہٹا رہا۔ جبتک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ میں رہے کفار پر عذاب نہیں اُترا۔ جب آپ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو کفار مکہ پر عذاب نازل ہونا شروع ہوگیا۔

اگر بالکل یہ اعتقاد رکھا جائے کہ انسان اپنے عملوں کے سوا نجات حاصل نہیں کرسکتا تو یہ انکا علی العمل کا شرک اور فضل ایزدی سے نا امیدی کی دلیل ہے۔ وَاِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ یعنے خداوند تعالےٰ کی رحمت سے وہی لوگ نا امید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔ آریوں کا یہی گندہ عقیدہ ہے۔

ہمیں نیک اعمال کے بجالانے میں سعی کرنی چاہئے لیکن اعمال صالحہ کی توفیق و تکمیل عمل وصحت وعافیت بدن وجان سب خداوند تعالےٰ کی رحمت ومہربانی پر منحصر ہے اسی لئے کہا گیا ہے۔

اِنَّ رَحْمَتَهٗ سَبَقَتْ عَلٰی غَضَبِهٖ یعنے خداوند تعالےٰ کی رحمت ومہربانی کا پلا اسکے غضب اور قہر کے پلا سے بھاری ہے۔ اس تحریر سے ہماری یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ انسان صالحات وحسنات کو چھوڑ کر بے قید اور آزاد ہو کر سیئات کا مرتکب ہوتا ہے اور پھر کہے کہ میں اسکی رحمت کا امیدوار

ہوں۔ بلکہ ایسا کام خداوند تعالےٰ کے قانون اور شریعت کی خلاف ورزی ہے اور شریعت اور قانون کی خلاف ورزی کی پاداش سزا ہے۔

اب ہم اُن آیات کی صحیح تفسیر بعون اللہ قرآن کریم سے بیان کرتے ہیں جو چکڑالوی صاحب نے بر عدم انتفاع اموات واحیاء از صدقات وعبادات وادعیہ وغیرہ پیش کی ہیں۔

واضح ہو کہ یہود میں سے بعض مشائخ وسجادہ نشین دعوےٰ کرتے تھے کہ جو کوئی ہمارا تابعدار ہوگا ہم قیامت کے دن اپنے تابعداروں کا بوجھ گناہ کا خود اُٹھالیں گے۔ چنانچہ اُن کے اس دعوےٰ کو حکایۃً خداوند تعالےٰ نے ذکر کرکے قرآن کریم کے بہت سے مقامات میں رد فرمایا ہے۔ قال اللہ تعالےٰ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطَايَاكُمْ وَمَا هُم بِحَامِلِينَ مِنْ خَطَايَاهُم مِّن شَيْءٍ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ۔ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ (سورۂ عنکبوت پارہ ۲۰) **ترجمہ** - اور کہتے ہیں منکر لوگ ایمان والوں کو کہ تم چلو ہماری راہ پر تو ہم اُٹھالیں گے تمہارے گناہ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ کچھ نہ اُٹھائینگے گناہ وہ جھوٹے ہیں اور البتہ اُٹھائینگے وہ مدعی صرف اپنے کمائے ہوئے گناہوں کا بوجھ اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے بوجھ بھی اپنے گناہوں کے ساتھ اُٹھائینگے۔ (کیونکہ اُنکو بھی برائی پر لگانیکے باعث ہم) اور اب اُنکے اس عقیدہ کا حوالہ اُنکی کتابوں سے قیامت کے دن کی بابت پوچھا جاتا ہے جس سے وہ افترا کرتے ہیں"۔

چنانچہ مندرجہ ذیل آیات میں اُنکے اس عقیدے کا سوال اُنکی سلسلہ کتب سے پوچھا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالےٰ أَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَىٰ أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ۔ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ (سورۂ نجم پارہ ۲۷) **ترجمہ** کیا اس مدعی لاف زن کے پاس اس عالم الغیب (قیامت) کے جزاء و سزا کی پاداش کا علم ہے جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے گناہوں کا بوجھ اُٹھالیگا کیا اس مدعی لاف زن کو اُن پاک صحیفوں کی نوشتہ میں کا علم نہیں ہوا جو موسیٰ اور ابراہیم وفادار کے صحیفوں میں لکھا ہے کہ کوئی جی کسی دوسرے جی کے گناہوں کا بوجھ نہ اُٹھائیگا اَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ - یعنے اور ہر انسان کو اپنے گناہوں کے بوجھ اُٹھانیکا ذمہ

جو اس نے خود کمائے ہیں اور اسکے کمائے ہوئے گناہوں کے موافق اسکو پوری پوری سزا ملیگی۔

مذکورہ بالا آیات میں صرف بدی کے بدلہ کا ذکر ہے کیونکہ نیکی کا پاداش دس گنا زیادہ ملتا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یعنے جو کوئی ایک نیکی کرے اس کو اسکا دس گنا زیادہ ثواب ملیگا۔ اور بدی کا بدلہ برابر ملیگا چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا یعنے جو کوئی بدی کرے اسکو اسکے برابر بدلہ ملیگا۔ پس لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۔ اور مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا باہم مطابق ہیں۔

مندرجہ ذیل آیات بھی وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى کی تفسیر بیان کر رہی ہیں:۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورہ زمر) وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (پارہ ۸ سورہ انعام رکوع آخر) جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ) مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا (سورہ مومن)۔

ان آیات کے سوا اور آیات بھی ہیں جو صاف دلالت کر رہی ہیں کہ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى کے معنے وہ ہیں جو ہم نے بیان کئے ہیں۔ ان آیات میں ہر دو فرقہ مغضوبہ وضالہ یہود و نصاریٰ کے غلط اعتقاد کفارہ کی تردید بیان فرمائی گئی ہے۔ پولس جس نے پہلے پہل کفارہ کا گندہ عقیدہ تراش کر لاکھ ہا انسانوں کو گمراہ کیا یہود ہی میں سے تھا۔ باقی آیات جو چکڑالوی صاحب نے صدقات اور خیرات وغیرہ کے عدم انتفاع پر پیش کی ہیں وہ صرف یہود کے غلط اعتقاد کفارہ کی تردید میں آئی ہیں جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ صدقات وغیرہ کی تردید کا تمسک اُن سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لایرد البلاء الا الصدقۃ والدعاء۔

حکمت تعیین مدت سفر تین ایام

اگر سفر کے لئے کوئی مدت مقرر نہ ہوتی تو جو شخص اپنے گھر یعنے ایک مقام سے دوسرے مقام کو دوامی قیام کی غرض سے نقل کرتا وہ مدام قصر نماز و افطار روزہ کرتا۔ حالانکہ حکمت مصلحت تخفیف و تشریع کے برخلاف ہے۔ لہذا سفر کے لئے ایک معین مدت مقرر ہوئی تاکہ حدود آسان

ایک مقام سے جا کر دوسرے مقام میں تین دن سے زیادہ قیام پذیری کا ارادہ کرے تو وہ مقیم سمجھا جاوے اور مقیم کی طرح پوری نماز و روزہ کا پابند ہو۔ اور جو شخص کسی مقام میں تین دن یا اس سے کم ٹھہرنے کا ارادہ کرے وہ قصر نماز و افطار روزہ کرے۔ اور اسی طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ ہے۔

تین دن کی خصوصیت اسلیئے ہے کہ یہ ایسا عدد ہے کہ اگر انسان کو کسی جگہ اقامت کرنی ہو تو اس میں اپنے آئندہ مایحتاج کی تیاری کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمانی کے ایام بھی تین دن مقرر کیئے ہیں کہ ان میں انسان مسافر ہے اور اسکے بعد مقیم۔ اور اگر بعض امور مہمہ کی وجہ سے رُک جائے اور تعیین ایام نہ کرے تو مسافر ہے

مسافر کے لئے تین دن کی مسافت حد سفر مقرر ہونیکی وجہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے تین دن رات مسح موزہ کی حد بیان فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے وطن سے تین دن کے فاصلہ پر پہونچکر مسافر ہوتا ہے۔ احناف کے نزدیک سفر کی یہی حد ہے لیکن محدثین کے نزدیک اس سے کم ہے۔ یعنے سات میل حد ہے اور تین میل و تین فرسخ بھی بتاتے ہیں۔ تین کے عدد میں مسافر کے لئے بہت سی آسانیوں و سہولتوں کی طرف اشارہ ہے۔ منجملہ ازاں ایک تو یہ ہے کہ جب پیادہ پا ہو تو اسکی یومیہ رفتار بہت لمبی نہ ہو جس سے اسکی جان کو تکلیف ہو تو عبادت کی لذت سے محروم ہو جائے منجملہ ازاں ایک یہ ہے کہ جہاں جائے واں نکما و معطل نہ رہے۔

حقیقت تعلیم ارکان نماز قرآنی

جزو کا حکم اسکے کل پر اور کل کا حکم اسکے جزو پر وارد ہونا متعارف و مشہور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے بعض مقامات میں نماز کے بعض اجزا سے کل مراد لی گئی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ **ترجمہ**۔ نماز قائم کر یعنے نماز کا قیام۔ رکوع۔ سجود۔ قعدہ۔ سب ارکان ادا کرو۔ اسجگہ قیام سے سارے ارکان نماز مراد ہیں۔ ایک اور جگہ فرماتا ہے فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ **ترجمہ** جب وہ سجدہ کر چکیں تو وہ تم سے پیچھے ہو جائیں۔ اسجگہ صرف سجدہ آیا ہے۔ حالانکہ سجدہ سے مراد کل ارکان نماز ہیں۔ ایک جگہ فرمایا قُمِ الَّيْلَ **ترجمہ**۔ رات کو کھڑا ہو یعنی رات کو نماز

اس جگہ خدا نے سارے ارکان نماز کو قیام کے لفظ میں ادا فرمایا۔ ورنہ خدا تعالے کی یہ مراد نہیں ہے کہ رات کو یونہی کھڑا رہو۔ ایک اور جگہ فرمایا وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ **ترجمہ** رکوع کرو ساتھ رکوع کرنے والوں کے۔ اسجگہ رکوع سے سارے ارکان نماز ادا کرنا مراد ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ **ترجمہ** جب اُنکو کہا جاتا ہے رکوع کرو وہ رکوع نہیں کرتے اسجگہ رکوع سے مراد کل نماز ہے۔ یعنے وہ نماز نہیں پڑھتے۔ ایک اور جگہ فرمایا وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ **ترجمہ**۔ یعنے سجدہ کر اور میرے قریب ہوجا۔ یعنے نماز پڑھ اور میرے قریب ہو۔ اسجگہ خدا نے ایک سجدہ میں سارے ارکان نماز کا ذکر فرمادیا۔

ارکان نماز کی ساری مرتبہ ہیئت مجموعی کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عملدرآمد و سنت متواترہ نے ظاہر فرمادیا ہے۔ پس وہ لوگ جو سنت و احادیث نبویہ کو چھوڑ کر قرآنی نماز پڑھنے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ معلم القرآن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریق کے بغیر قرآنی نماز صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ کیونکہ خدا کا کلام و رسول توام ہوتے ہیں۔ ؎

قَدْ جَاءَ قَوْلُ اللهِ بِالرُّسُلِ تَوْأَمًا وَمَنْ دُونَهُمْ فَهْمُ الْهُدٰى مُتَعَسِّرُ

ترجمہ۔ یعنے خدا کا کلام رسولوں کے ساتھ توام آتا ہے پس رسولوں کے بتانے کے بغیر طریق ہدایت کا پانا و کلام الٰہی کا عملدرآمد کرنا مشکل ہے۔ ہم قبل ازیں بھی بیان کرچکے ہیں کہ نماز کے اندر جتنی اشکال و ہیئات مقرر ہیں وہ سب دعا کی صورتیں ہیں پس جیسا کہ سلاطین عظام کے آگے اُنکے خدام پہلے کھڑے ہوکر اُنکی صفت و ثنا کرتے پھر جھک کر اُنکے جلال اور اپنے انکسار اور اُنکی ہیبت کے ورود کو اپنے اوپر ظاہر کرتے اور پھر زمین پر پیشانی کے بل گرکر اپنی انتہائی عاجزی اور اُنکی بڑائی کو بیان کرتے ہیں اور ان سب حرکات میں طلب حاجات ہی مراد ہوتی ہیں۔ اسی روش پر نماز کے آداب و حرکات خدا کے آگے بجالانے کے لیے موضوع ہیں جنکے ذریعہ طلب حاجات کی جاتی ہیں۔

قرآن کریم میں نماز کے بعض اجزا کا جہاں ذکر آتا ہے اس میں مراد کل مجموع ارکان نماز مراد ہوتے ہیں کیونکہ جزو کل میں شامل ہوتا ہے۔

نماز جنازہ میں رکوع و سجود و تحیہ نہ ہونیکی وجہ

ہم قبل ازیں بیان کرچکے ہیں کہ نماز جنازہ ایک محض سفارش ہے جو میت کے لیے کیجاتی ہے اور رکوع و سجود کے آثار و موثرہ و ہیئتیں اُسکے برعکس ہیں کیونکہ رکوع و سجود میں تو اپنے نہایت عجز و انکسا

اور خدا تعالےٰ کی بے حد بزرگی وعظمت وجلال کا اظہار کیا جاتا ہے اور نماز جنازہ میں خدا تعالےٰ کی تحمید وتسبیح اور دوسرے کے لئے بخشش کا سوال ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم حقیقت رکوع و سجود میں ظاہر کر چکے ہیں کہ رکوع وسجود کی ہیئتیں کس امر پر دال ہیں ملاحظہ کرو صفحہ ۱۲۷ و ۱۲۰۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ نماز جنازہ میں رکوع وسجود میت کے سامنے ہونے کی وجہ سے مقرر نہیں ہوئے یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ اگر اس نماز کو رکوع وسجود کے ساتھ مناسبت ہوتی تو میت کو ایک طرف کر کے یعنے سامنے سے ہٹا کر بھی ادا ہو سکتے تھے مگر در اصل رکوع وسجود اس وجہ سے اس نماز میں مقرر نہیں ہوئے جسکی وجہ ہم دوبارہ بیان کر چکے ہیں۔ اور ایسا ہی تحیۃ کو بھی اس نماز کے ساتھ مناسبت نہیں ہے۔ چنانچہ تحیۃ کی فلاسفی وحقیقت ذیل سے معلوم کر لوگے کہ کیوں اس نماز میں تحیۃ مقرر نہیں ہوا۔

حقیقت تحیۂ نماز

واضح ہو کہ تحیۃ عربی میں کسیکی تعریف۔ مدح۔ ستائش۔ بڑائی اور اسکی مہربانیوں اور انعامات کے بیان کرنے میں اور اسکی شکر گذاری کے واسطے اُسکے حسن واحسان کو یاد کر کے اُسکے گرویدہ ہونے کے بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ اور بعض نے قولی عبادت بھی اسکا ترجمہ کیا ہے۔

عبادت فرمانبرداری اور تعظیم کا نام ہے اسواسطے زبان سے جو کچھ فرمانبرداری اور عبادت کا اظہار کیا جاتا ہے اُسکا نام تحیۃ ہے۔ چونکہ کل انعامات اور فیوض کا سچا اور حقیقی سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہی ہے اور بجز اُسکے خاص فضل کے ہم دنیا ومافیہا کے کل سامان آرام وآسائش سے متمتع نہیں ہو سکتے اسلئے صرف اسی کی حمد وستائش کے گیت گانے اور اسکی فرمانبرداری کو سب پر مقدم کرنا چاہئے۔ دیکھو اگر کوئی محسن ہمیں ایک اعلیٰ درجہ کی عمدہ اور نفیس گرم پوشاک دے مگر اللہ کا فضل شامل حال نہ ہو اور ہمیں سخت محرقہ تپ ہو تو وہ لباس ہمارے کس کام آسکتا ہے۔ اور اگر ہمارے سامنے اعلےٰ سے اعلیٰ مرغن کھانے قسم قسم کے رکھے جاویں مگر ہمکو کسی مرض لاحق حال ہو تو ہم اُن کھانوں کی لذت کیسے اُٹھا سکتے ہیں۔

غرض غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آسائش وآرام کے کل سامانوں کے مادے پیدا کرنا بھی جس طرح اللہ ہی کا کام ہے۔ اسطرح سے اُن سے متمتع اور مستفید ہونا بھی محض اللہ کے فضل پر موقوف ہے۔ اعمال نیک کی توفیق رفیق کرنا اور راہ ہدایت پر قایم وثابت قدم رکھنا

وصحت عطا کرنا۔ قوت ذائقہ بخشنا۔ قوت ہاضمہ کا بحال رکھنا سب خدا کے فضل پر موقوف ہے اسلئے حکم ہے کہ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ تحدیث نعمت کرنا اور خدا تعالےٰ کے انعامات کا شکر ادا کرنا ازدیادِ انعامات کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ترجمہ۔ یعنے پس اس طرح سے تحدیث نعما اور عطایاء الٰہی اور شکر کا اظہار زبان سے کرنے کا نام تحیہ ہے۔

اور صلوٰۃ اُس تعظیم اور عبادت کا نام ہے جو زبان دل اور اعضاء کے اتفاق سے ادا کیجائے کیونکہ ایک منافق کی نماز جو کہ ریاء اور دکھلاوے کی غرض سے ادا کی گئی ہو نماز نہیں ہے۔ نماز بھی ایک تعظیم ہے جس کا تعلق بدن سے ہے۔ بدن کا بڑا حصہ دل اور دماغ ہیں۔ چونکہ زبان نماز کے الفاظ ادا کرتے ہیں اور دل ودماغ اُسکے مطالب ومعانی میں غور کرکے توجہ الی اللہ کرتے ہیں اور ظاہری اعضاء ہاتھ پاؤں وغیرہ ظاہری حرکات تعظیم کے ادا کرنے میں شریک ہوتے ہیں اور ان سب کے مجموعہ کا نام بدن یا جسم ہے۔ اسلئے بدنی عبادت کا نام صلوٰۃ ٹھہرا۔

دل ودماغ خدا کی بزرگی اور حق سبحانہ کی عظمت کا جوش پیدا کرتے ہیں۔ بذریعہ اُسکے انعامات اور حسن واحسان میں غور کرنے کے اور پھر اس جوش کا اثر جان پر یوں ظاہر ہوتا ہے کہ زبان کلمات تعریف وستائش کہنے شروع کردیتی ہے اور پھر اسکا اثر اعضاء اور ظاہری جوارح پر پڑتا ہے۔ اور ادب وتعظیم کے لئے کمربستہ ہونا۔ رکوع کرنا۔ سجود کرنا وغیرہ ظاہری حرکات تعظیم بجالاتے ہیں۔ پھر یہ اثر اسی جگہ محدود نہیں رہتا بلکہ انسان کے مال پر بھی پڑتا ہے اور اس طرح سے انسان اپنے عزیز اور طیب مالوں کو خدا کی رضا جوئی اور خوشنودی کے واسطے بے دریغ خرچ کرتا ہے اور اپنے مال کو بھی اپنے دل ودماغ۔ زبان اور ظاہری اعضاء کے ساتھ شامل ومتفق کرکے عبادت الٰہی میں لگادیتا ہے تو اسکا نام ہے وَالطَّيِّبَاتُ ۔ جس کو بالفاظ دیگر یوں بیان کیا گیا ہے۔ مالی عبادات۔ اور یہ بھی صرف اللہ جلشانہ کا حق ہے۔

غرض التحیات۔ الصلوٰۃ۔ الطیبات۔ تینوں طرح کی عبادات فقط اللہ جلشانہ ہی کا حق ہے کسی قسم کی عبادت میں اسکا کوئی شریک نہیں۔ اللہ تعالےٰ اسبات سے غنی ہے کہ کوئی اسکا شریک اور ساجھی ہو۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ ۔ قاعدہ کی بات ہے کہ ہر محسن اور مربی کی محبت کا جوش انسان کے دل میں فطرتاً پیدا ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر کیسے کیسے احسانات ہیں۔ وہی ہیں جنکے ذریعہ ہم نے خدا کو جانا۔ مانا۔ پہچانا۔ وہی ہیں جنکے ذریعہ سے ہمیں خدا کے اوامر و نواہی اور اُسکی خوشنودی حاصل کرنے کی راہیں بذریعہ قرآن شریف معلوم ہوئیں۔ وہی ہیں جنکے ذریعہ سے خدا کی عبادت کا اعلیٰ سے اعلیٰ طریقہ آذان اور نماز ہمیں میسر ہیں۔ اور وہی ہیں جنکے ذریعہ سے ہم اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج تک ترقی کر سکتے ہیں حتیٰ کہ خدا سے مکالمہ و مخاطبہ ہو سکتا ہے۔ وہی ہیں جنکے ذریعہ سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی پوری حقیقت ہم پر منکشف ہوئی۔ اور وہی ہیں جو خدا نمائی کا اعلیٰ ذریعہ ہیں۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر اتنے احسانات اور انعامات ہیں کہ ممکن تھا کہ جس طرح سے اور قومیں اپنے محسنوں اور نبیوں کو بوجہ اُن کے انعامات کثیرہ کے غلطی سے بجائے اسکے کہ انکو خدا نمائی اور خدا شناسی کا ایک آلہ سمجھتے اُنہی کو خدا بنا لیا۔ اور توحید سکھانے والے لوگوں کو واحد و یگانہ مان لیا اور اُنکی تعلیمات کو جو نہایت ہی خاکساری اور عبودیت سے بھری ہوئی تھیں بھول کر ترک کر دیا۔ اور اُنہی کو معبود یقین کر لیا ہم مسلمان بھی ممکن تھا کہ ایسا کر بیٹھتے مگر اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اور اس اُمت مرحومہ پر رحم کرنے اور اُسے خطرناک ابتلا سے بچانے کی غرض سے مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کا فقرہ ہمیشہ کے لئے توحید الٰہی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا جزو بنا کر مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے شرک سے بچا لیا۔ بلکہ اسی باریک حکمت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بھی مدینہ منورہ میں بنوائی۔ مکہ معظمہ میں نہیں رکھی۔ کیونکہ اگر مکہ معظمہ میں آپ کی قبر ہوتی تو ممکن تھا کہ کسی کے دل میں خیال پرستش آ جاتا۔ یا کم از کم دشمن اور مخالف ہی اس بات پر اعتراض کرتے۔ مگر اب مدینہ میں قبر ہونے سے جو لوگ مکہ معظمہ میں جانب شمال سے جانب جنوب مونہہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں تو اُنکی پیٹھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف ہوتی ہے۔ اس طرح سے اللہ تعالےٰ نے قیامت تک کے لئے یہ ایک راہ آپ کی قبر کے نہ پوجا جانے اور مسلمانوں کے شرک میں مبتلا نہ ہونے کیواسطے بنا دی۔ غرض اسطرح جن باتوں میں اس بات کا وہم و گمان بھی ہو سکتا تھا کہ کوئی انسان آپکو خدا بنائیگا۔ آپ کے شریک فی الذات یا صفات ہونیکا گمان بھی جن باتوں سے ممکن تھا انکا خود خدا نے اسلام کی سچی اور پاک تعلیم میں بندوبست کر دیا کہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی مسلمان اس امر کا مرتکب ہو۔ مگر چونکہ محسن سے محبت کرنا اور گرویدۂ احسان ہونا انسانی فطرت کا تقاضا تھا اسواسطے ایک راہ کھول دی کہ ہم آپ کے لئے دعا کیا کریں۔ اور اسطرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج میں ترقی ہوا کرے۔ چنانچہ ہر مسلمان نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اَلسَّلَامُ

عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ کا پاک تحیۃ پیش کرتا ہے اور درد دل سے گداز
ہو کر گویا آپ کے احسانات اور مہربانیوں کے خیال سے آپ کی ایسی محبت پیدا کرلیتا ہے جیسے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے سامنے موجود ہیں۔ آپ کے حسن و احسانات کے نقشہ اور مہربانیوں
سے آپکا وجود حاضر کی طرح سامنے لاکر مخاطب کے رنگ میں دعا کرتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا
النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ ترجمہ۔ یعنے اے نبی تجھ پر خدا کی رحمت اور برکات نازل ہوں۔

برکۃ۔ عربی زبان میں تالاب کو کہتے ہیں۔ اس نشیب کا نام ہے جہاں اِدہر اُدہر کا پانی جمع
ہو جاتا ہے۔ مبارک بھی اسی سے نکلا ہے اور برکت بھی اسی سے ہے مطلب یہ کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہمیشہ کچھ ایسے پاک لوگ پیدا ہوتے رہینگے جو آنحضرتؐ کے اصلی اور
حقیقی مذہب اور تعلیم توحید کو قائم کرتے اور شرک و بدعات کا جو کبھی امتداد زمانہ کی وجہ سے اسلام
میں راہ پا جاویں انکا قلع قمع کرتے رہینگے۔ اور یہ ضروری بات ہے کہ آپ کی سچی تعلیم و تربیت کا نمونہ
ہمیشہ بعض ایسے لوگوں کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے جو امتّ مرحومہ میں ہر زمانہ میں موجود ہوا کریں۔
چنانچہ قرآن شریف میں بھی بڑی صراحت سے اسبات کو الفاظ ذیل میں بیان کیا گیا ہے وَعَدَ
اللهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا
یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْــًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ط
ترجمہ۔ یعنے خدا تعالٰے وعدہ کرتا ہے اُن لوگوں میں سے جو تم سے ایمان لائے اور عمل صالح کئے
کہ اُنکو زمین میں خلیفہ بنائے جیسا کہ خلیفہ بنایا اُن سے پہلوں کو اور اُنکو اُنکا دین قائم کردے
جو خدا نے انکے لئے پسند کیا اور خوف کے بعد اُنکو امن بدل دے۔ وہ میری عبادت کریں۔
میرے ساتھ کچھ شرک نہ کریں اور جو کوئی اسکے بعد انکار کریں تو ایسے لوگ فاسق ہیں۔

اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَا یَزَالُ اللهُ یَغْرِسُ فِیْ هٰذَا
الدِّیْنِ غَرْسًا یَسْتَعْمِلُهُمْ فِیْ طَاعَتِهٖ ترجمہ۔ یعنے خدا تعالٰے ہمیشہ اس دین میں ایسے لوگوں
کا ایک درخت ایسا لگاتا رہیگا جنکو اپنی طاعت میں لگاویگا۔

اور دوسری حدیث میں آیا ہے لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا وَطَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرُوْنَ عَلَی
النَّاسِ لَا یُبَالُوْنَ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ نَصَرَهُمْ ترجمہ یعنے قیامت قائم ہونے تک ایک گروہ
میری امت میں سے سچائی دین کے ساتھ لوگوں پر ظاہر باہر غالب رہیگا۔ وہ کسیکی پرواہ نہ کرینگے

خواہ انکا کوئی مددگار بنے یا اُنکو چھوڑ کر اُن سے الگ ہو جاوے (کذافی ابن ماجہ)۔ یہ گروہ مجددین اسلام اور اُنکے خلفاء کا ہے جو قیامت تک اس امت میں رہینگے۔ الغرض اس طرح سے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ کہنا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپکے دین کے سچے خادموں جو صحابہ اولیا اللہ۔ اصفیا۔ اتقیا۔ اور ابدال کے رنگ میں آئے اور قیامت تک آتے رہینگے اُنکے واسطے بھی بوجہ اُنکی حسن خدمات کے جنکی وجہ سے اُنہوں نے بعد رسول کریم ہمپر بہت بڑے بھاری احسانات اور انعامات کئے اُنکے واسطے بھی دعا کرے۔ خدا تعالٰے فرماتا ہے کہ جو کوئی اس گروہ پاک کی مخالفت کریگا اور اُسکو نظر عزت سے نہ دیکھیگا اور اُنکے احکام اور فیصلوں کی پرواہ نہ کریگا تو وہ فاسق ہوگا۔ بلکہ وہاں تک جہانتک تعظیم الٰہی اور تعظیم کتاب اللہ اور تعظیم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اجازت دیتی ہو اس گروہ کا ادب اور عزت کرنی اور اس خیل پاک کے حق میں دعائیں کرنیکا حکم قرآن سے ثابت ہے۔ چنانچہ آیت ذیل میں اس مضمون کو یوں ادا کیا گیا وَالَّذِیْنَ جَآؤُا مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (پ۲۸ رکوع ۴) **ترجمہ** یعنے وہ لوگ صالحین کا گروہ جو اُنکے بعد پیدا ہوئے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار بخش ہمکو اور ہمارے اُن بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گذر گئے اور ہمارے دلوں میں اُن لوگوں کے لئے کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے۔ اے ہمارے پروردگار تو مہربان اور رحیم ہے۔

غرض پہلے بزرگوں اور خادمانِ اسلام و شریعت محمدیہ کے واسطے دعائیں کرنا اور انکی طرف سے کوئی بغض و کینہ غل و غش دل میں نہ رکھنا یہ بھی ایمان اور ایمان کی سلامتی کا ایک نشان ہے۔ پس انسان کو مرنج اور مرنجاں ہونا چاہئے اور خدا کی باریک در باریک حکمتوں اور قدرتوں پر ایمان لانا چاہئے اور کسی سے بھی بغض و کینہ دل میں نہ رکھنا چاہئے۔ خدا کی شان ستاری سے ہمیشہ فائدہ اُٹھاتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ جنکو تمہاری نظریں بُرا اور بدخیال کرتی ہیں اُنکو توبہ کی توفیق ملجاوے اَللّٰہُ اَفْرَحُ مِنْ تَوْبَةِ الْعَبْدِ **ترجمہ** یعنے خدا اپنے بندے کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے۔ اس سے بھی بڑھکر جیسا کسی ویران اور بھیانک وسیع جنگل میں سامان خورش و نوش ختم ہو جاوے اور اسلئے اُسے ہلاکت کا اندیشہ ہو مگر پھر اُسے سامان میسر آجاوے جسطرح وہ خوش ہوگا اس سے بھی کہیں بڑھکر خدا اپنے بندوں کی توبہ سے خوش ہوتا ہے پس کسیکو حقارت کی نظر سے مت دیکھو۔ خدا نقطہ نواز بھی ہے اور نقطہ گیر بھی۔ ممکن ہے کہ جسے تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو

اسے توبہ کی توفیق ملجاوے۔ اور دوسرا اپنے کبر کی وجہ سے راندۂ درگاہ اور ہلاک ہوجاتے بعض بدیاں حبط اعمال کا موجب ہوجاتی ہیں اور بعض اعمال جہنم میں لیجاتے ہیں۔ تمام صالحین کے واسطے دعائیں کرتے رہنا چاہیئے انکے احسانات اسلام اور مسلمانوں پر بہت کثرت سے ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ انہوں نے یہ دین اور یہ کتاب یہ سنت یہ نماز روزہ ہم تک پہونچانے کے واسطے کس طرح اپنی جانیں خرچ کردیں۔ خون پانی کی طرح بہادیئے۔ اپنے نفسوں پر آرام اور نیند حرام کرلی۔ کتنے بڑے بڑے سفر پاپیادہ ان مشکلات کے زمانہ میں کیئے۔ ایک ایک حدیث کی تحقیقات اور اسکے راوی کے منہ سے سننے کے واسطے سینکڑوں کوسوں کے ناقابل گذر اور دشوار گذار سفر انہوں نے کیئے۔ پس انکے احسانات۔ انکی مساعی جمیلہ۔ کوششوں محنتوں اور جان فشانیوں کو نظر کے سامنے رکھکر انکے واسطے دردمند دل سے تڑپ تڑپ کر دعائیں کرو اگر انکی ایسی محنتیں اور کوششیں نہ ہوتیں اور وہ بھی ہماری طرح سست اور کاہل ہوتے تو غور کرو۔ کہ کیا اسلام موجودہ حالت میں ہوسکتا تھا اور ہم مسلمان کہلانے کے مستحق ہوسکتے تھے۔ ہرگز نہیں پس انکے واسطے دعائیں کرنا اور نماز میں انکے حقوق ادا کرنے کا جزو ہونا بھی لازمی اور ضروری تھا بلکہ از بس ضروری تھا کیونکہ مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ۔ یعنے جو شخص لوگوں کا شکر گذار نہ ہو وہ خدا کا شکر گذار نہیں ہوتا۔

خلاصہ یہ کہ حق سبحانہ وتعالےٰ کی عبادت کرنے والا اور اسکے مقابلہ میں کسی دوسرے کی پرواہ نہ کرنے والا ہونا اور پھر نبوت اور کتب پر ایمان لانے والا بننا چاہیئے۔

جلسۂ تحیہ کے بعد درود نبوی پڑھنے کی حکمت

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ترجمہ۔ یعنے اے اللہ رحمت بھیج محمدؐ اور آل محمدؐ پر جیسا کہ تونے رحمت بھیجی ابراہیم اور آل ابراہیم پر بیشک تو ستودہ صفات اور بزرگ ہے۔ اے اللہ برکت بھیج محمدؐ اور آل محمدؐ پر جیسا کہ تونے برکت بھیجی ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔ بے شک تو ستودہ صفات اور بزرگ ہے۔

یہ الفاظ جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں انکا نام ہے درود۔ واقع میں اگر ہم اللہ کے پورے

پورے بندے اور عابد اور تعظیم کرنے والے ہیں اور مخلوق پر شفقت اور رحم کرنے والے علوم اور عقائد سے خوشحال ہوں۔ تو یہ سب فیضان اور احسان حقیقت میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے۔ آپ کے دل میں درد اور جوش نہ ہوتا۔ تو قرآن کریم جیسی پاک کتاب کا نزول کیسے ہوتا۔ آپ کی مہربانیاں اور توجہات اور محنتیں اور تکالیف شاقہ نہ ہوتیں تو یہ پاک دین ہم تک کیسے پہونچ سکتا۔ آپ نے یہ دین ہم تک پہونچانے کی غرض سے خون کی ندیاں بہادیں اور ہمدردی خلق کے لئے اپنی جان کو جوکھوں میں ڈالا تو پھر غور کا مقام ہے کہ جب ادنیٰ ادنیٰ محسنوں سے ہمیں محبت پیدا ہو جانا ہماری فطرت سلیم کا تقاضا ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جوش کیوں مسلمان کے دل میں موجزن نہ ہوگا۔

درود بھی درد سے ہی نکلا ہوا ہے۔ یعنے خاص درد۔ سوز۔ گداز اور رقت سے خدا کے حضور التجا کرنی کہ اے مولیٰ تو ہی ہماری طرف سے خاص خاص انعامات اور مدارج آنحضرت کو عطا کر۔ ہم خود کیا کر سکتے ہیں اور کس طرح سے آپ کے احسانات کا بدلہ دے سکتے ہیں بجز اسکے کہ تیرے ہی حضور میں التجا کریں کہ تو ہی آپ کو ان سچی محنتوں اور جان فشانیوں کا سچا بدلہ جو تو نے آپ کے واسطے مقرر فرما رکھا ہے وہ آپ کو عطا فرما۔ انسان جب اس خاص رقت اور حضور قلب اور تڑپ سے گداز ہو کر آپ کے واسطے دعائیں کرتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج میں ترقی ہوتی ہے اور خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اور پھر اس دعاگو درود خوان کے واسطے بھی اوپر سے رحمت کا نزول ہوتا ہے اور ایک درود کے بدلے میں دس گنا اجر پاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اس درود خواں اور آپکی ترقی مدارج کے طالبوں سے خوش ہوتی ہے اور اس خوشی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اسکو دس گنا اجر عطا کیا جاتا ہے۔ انبیاء کسیکا احسان اپنے ذمہ نہیں رکھتے۔

اب ہم حقیقت تحیہ بیان کرنے کے بعد یہ ظاہر کرتے ہیں کہ تحیۃ کے مذکورہ بالا وہی فقرات ہیں جو ہر مسلمان ہر دو رکعت کے بعد پڑھتا ہے۔ جو شخص دن رات میں چالیس رکعت نماز ادا کرتا ہے وہ ان فقرات کو بیس مرتبہ پڑھتا ہے۔ تین رکعت والی نماز میں بھی یہ کلمات دو مرتبہ پڑھے جاتے ہیں۔ فرائض سنن اور نوافل سب میں انکا پڑھا جانا ضروری ہے قرآن شریف اور احادیث میں بھی نماز کو سنوار کر اور سمجھکر پڑھنے کی سخت تاکید کی گئی ہے حتی کہ سمجھ سوچکر نہ پڑھنے والوں کی نماز نماز ہی نہیں ہوتی۔ اور نہ اسکو قبولیت کا درجہ عطا

کیا جاتا ہے۔ طوطے کی طرح الفاظ رٹتے رہنا اور حقیقت نماز سے بے خبر ہونا مفید نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ خدا اور اسکے رسول کا منشا ہے۔ متوالوں کو جو حالت نشہ میں ہوں مسجد میں آنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ غرض قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل و قول میں غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے واسطے نماز کے مطالب خوب اچھی طرح سمجھ ذہن نشین ہونے لازمی رکھے گئے ہیں۔
پس ہر انسان کو لازم ہے کہ نماز کے مطالب اور معانی کے سمجھنے کی کوشش کرے۔

درود شریف پر ایک آیہ کے اعتراض کا جواب

سوال۔ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ترجمہ یعنے آج میں نے کامل کر دیا تمہارے لئے دین تمہارا۔ تو اسکے بعد تم لوگ درود شریف پڑھکر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا مانگتے ہو۔ اور جو مانگتے ہو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کم درجہ پر کیوں مانگتے ہو جیسا کہ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ سے ظاہر ہوتا ہے۔

جواب۔ یاد رکھو۔ ایک خدا کا فضل ہوتا ہے اور ایک تکمیل دین ہوتی ہے۔ خدا تعالےٰ کے فضل محدود نہیں ہوتے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ خود محدود نہیں۔ پس ایسا ہی اسکے فضل بھی محدود نہیں۔ اسکے گھر کا دیوالہ کبھی نہیں نکلتا۔ وہ جو کچھ کسیکو عنایت کرتا ہے اس سے بھی بڑھ چڑھ کر دے سکتا ہے اسواسطے مسلمانوں نے بہشت اور بہشت کی نعماء کو ابدی اور لا انقطاع و ابدی مانا ہے جیسے کہ خدا فرماتا ہے عَطَاءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ ترجمہ یعنی بخشش بے انقطاع ولا انتہا ملیگی۔ اور پھر فرمایا لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ترجمہ یعنے خدا کی بخشش غیر منقطع اور غیر ممنوع ہوگی۔ غرض جبکہ خدا کے فضل بے انت ٹھہرے اور ہم جناب الٰہی سے اپنے محسن کے لئے درود دل سے خاص رحمتوں کا نزول طلب کرینگے تو خدا تعالےٰ ہماری عرضداشت پر جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص رحمتوں کا بھیجنا منظور فرمائیگا۔ اور چونکہ اس دعا کے لئے اس نے خود ہمیں حکم دیا ہے اسواسطے یقیناً صلوۃ اور سلام کی دعا قبول ہوگی۔ اور اس ذریعہ سے جب ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاص انعامات حاصل ہونگے تو وہ خوش ہوکر ملاء اعلیٰ میں ہمارے لئے توجہ کریں گے۔ پس درود شریف کے پڑھنے سے مومن کو چار فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔

۱۔ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائیگا۔ کیونکہ وہ ایک ایسی بلند شان والی قادر اور توانا ہستی ہے کہ سب کے سب انبیاء رسول اور دیگر اولوالعزم شخص اُسکے محتاج ہیں۔

۲۔ خدا تعالیٰ کا کمال غنا ظاہر ہوگا۔ بلکہ سارا جہان اس سے سوال کرتا رہے گا مگر اُسکے خزانے ختم نہیں ہو سکتے۔ اور جتنا دیتا ہے اُس سے بھی بدرجہا بڑھکر دینے کے لئے اُسکے پاس موجود ہے۔

۳۔ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ اعتقاد پختہ ہو جائیگا کہ وہ خدا کا محتاج ہر اور ہر آن میں محتاج ہے خدائی مرتبہ پر نہیں پہونچا اور نہ پہونچیگا بلکہ عبد کا عبد ہی ہے۔ اور عبد ہی رہے گا۔ اور خدا تعالےٰ کا فیضان اُنپر ہمیشہ ہوتا رہتا ہے اور ہوتا رہیگا۔

۴۔ درود شریف کے پڑھنے والا اس ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس ترقی میں شریک رہیگا۔

باقی رہا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ تو اسکا یہ جواب ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل ہی میں داخل ہیں اور صلوٰۃ بھیجنے والا چاہتا ہے کہ جسقدر برکات اور انعامات الٰہیہ حضرت اور اُسکی اولاد پر ہوئے ہیں اُن سب کا مجموعہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہو۔ اس سے تو یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کمتر درجہ پر ہیں بلکہ اس سے تو انکے اعلیٰ مدارج کا پتہ لگتا ہے چونکہ درود شریف پڑھنا ایک نیک کام ہے اور یہ ایک مسلم ہے کہ جو کوئی نیکی سکھاتا ہے تو اسکو بھی اسیقدر ثواب پہونچتا ہے جسقدر کہ سیکھکر عمل کرنے والے کو۔ اس لئے دنیا میں جسقدر لوگ نمازیں پڑھتے ہیں اور عبادات کرتے ہیں ان سب کا ثواب ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی پہونچتا ہے۔ اور ہر وقت پہونچتا ہے۔ کیونکہ زمین گول ہے اگر ایک جگہ فجر ہے تو دوسری جگہ عشا ہے۔ ایک جگہ اگر عشا ہے تو دوسری جگہ شام ہے۔ ایسے ہی اگر ایک جگہ ظہر کا وقت ہے تو دوسری جگہ عصر کا وقت ہوگا۔ غرض ہر گھڑی اسِ ہر وقت ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ثواب پہونچتا رہتا ہے۔ دنیا میں کروڑ در کروڑ رکوع اور سجدہ کرتے اور درود پڑھتے اور دوسری دعائیں مانگتے ہیں۔ اور پھر اسکے علاوہ دوسرے احکام پر چلتے۔ روزے رکھتے۔ زکوٰتیں ادا کرتے ہیں اسلئے ماننا پڑے گا کہ ہر آن میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ان عبادات کا ثواب پہونچتا رہتا ہے کیونکہ اسی نے تو یہ باتیں سکھائی ہیں

کہ تم لوگ نمازیں پڑھو۔ زکوتیں دو۔ اور مجھپر درود بھیجو۔ اور پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی روح جو دعائیں مانگتی ہوگی وہ انکے علاوہ ہیں۔ اب تم سوچ سکتے ہو کہ جب سے مسلمان شروع ہوئے اور جب تک رہینگے ان سب کی عبادتیں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نامۂ اعمال میں بھی ہونی چاہئیں اسلئے ماننا پڑیگا کہ وہ دنیا کی کل مخلوقات کا سردار ہے۔ کیونکہ اسکے اعمال تمام دنیا سے بڑھے ہوئے ہیں وجہ یہ کہ جو کوئی مسلمان نیکی کرے گا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ اعمال میں ضرور لکھی جائیگی۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ تمام رسولوں نبیوں اور اولیاؤں کا بھی سردار ہے۔ کیونکہ دنیا میں جسقدر رسول گذرے ہیں انکی امتیں انکے لئے دعا نہیں کرتیں۔ مگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے انکی امت دن رات دعائیں مانگتی رہتی ہے اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا تمام نبیوں اور تمام مخلوق سے بڑھکر ہونیکا یہ ایک ثبوت ہے۔

تقریری نماز کی امامت وجماعت کی وجہ وحکمت

(۱) جب کسی امر کا اظہار بندوں منظور ہوتا ہے تو اسکو عملی صورت میں لاکر دکھاتے ہیں۔ چونکہ خدا تعالٰے کو اس عالم کی ہر چیز میں اعتدال منظور ہے اور اشیاء میں جب ہی اعتدال قائم رہتا ہے کہ انمیں اتحاد اور وحدت کا رابطہ قائم ہو۔ پس خدا نے وحدت واتفاق کو عالم تشریعی کے اندر جماعت و امامت نماز کی صورت میں دکھایا۔ نظام شمسی کو دیکھو کہ خدا تعالٰے نے سارے اجرام صغیرہ وکبیرہ پیدا کرکے اُن سب کا امام اکبر واعظم آفتاب کو بنایا اور سارے خورد وبزرگ اجسام واجرام کو اسکے ماتحت ٹھہرایا۔ الغرض عالم اجسام کے تمام سلاسل خورد وبزرگ آفتاب تک بتدریج پہونچتے ہیں پس جو شکل خدا نے عالم کون وفا نون قدرت میں پیدا کی ہے وہی صورت جماعت ونماز کی امامت یعنے عالم تشریعی میں ظاہر کرکے بنی آدم کو ظاہری وباطنی اتفاق کی طرف ایما فرمایا اور دکھادیا کہ اتفاق ووحدت ہی کی برکت سے ہے جسکے ساتھ دنیا کا قیام موجود ہے۔ پس جبکہ عالم اجسام میں ہر وقت ایک امام کی ضرورت رہتی ہے تو پھر کیونکر گمان ہوسکتا ہے کہ خدا نے روحانی عالم کے قیام کے لئے کوئی روحانی امام مقرر نہ کیا ہو جس تک بتدریج یہ سلسلہ منتہی ہوتا ہو۔ سو وہ انبیاء ورسل اور انکے نواب ہیں۔ نماز کی امامت میں اسی روحانی رابطہ واتحاد کیطرف ایما ہے جسکا سلسلہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہوتا ہے۔ پس جو شخص اسکے برخلاف عمل کرتا ہے وہ مرتبہ اعتدال کو

چھوڑتا اور خدا تعالیٰ کے قانون قدرت اور عالم تشریعی سے خارج ہو کر باغی کہلاتا ہے۔
(۲) ظاہری گورنمنٹوں اور سلطنتوں کے انتظام وحدت پر نمبردار وہ و محاسب سے لیکر وائسرائے و بادشاہ تک کے درمیانی سلسلۂ ماتحت ملازموں پر غور کرو کہ اگر وہ ایک دوسرے کے ماتحت ہو کر کام نہ کریں تو ساری سلطنت ایک دم میں تباہ ہو جاوے۔
(۳) نماز کی امامت و جماعت کے لئے قانون قدرت کیں نظائر موجود ہیں۔ خود انسانی جسم کی ساخت اور بناوٹ میں اسکے نمونے نظر آتے ہیں۔
(۴) قوموں کی عظمت و جبروت پر نظر کرو اور ان اسباب کی تحقیقات کرو جو انکی عظمت کا اصل باعث ہوتے ہیں۔ انجام کار تمکو اس نتیجہ پر پہونچنا پڑیگا کہ وہ کسی راستباز کی معیت اور صحبت کا نتیجہ ہیں۔ یہ امر الگ ہے کہ بعد میں اور اسباب بھی اسکے ساتھ ملگئے۔
(۵) پہاڑوں کی طرف نگاہ کرو۔ پہاڑ کا لفظ ہی انسان کے اندر ایک عظمت اور شوکت اسکے نام کی پیدا کرتا ہے۔ مگر اصل کیا ہے ذرات کا مجموعہ ہے۔ اب اگر ذرات پراگندہ اور منتشر حالت میں ہوتے تو کیا ہم انکا نام پہاڑ رکھ سکتے۔ ہرگز نہیں۔ یہی ذرات حالت منتشرہ میں بے شمار تعداد میں تھلوں و ریگستانوں میں موجود ہوتے ہیں۔ کیا کوئی کہتا ہے کہ یہ پہاڑ ہیں کبھی نہیں پس اگر یہ ذرات حالت منتشر میں ہوتے تو تھلوں سے زیادہ انکی شوکت اور وقعت نہ ہوتی اور وہ مفاد اور منافع جو اس ہیئت مجموعی میں جو پہاڑ کی ہے دنیا کو پہونچتے ہیں نہ پہونچ سکتے۔ حالت اجتماعی میں پہاڑوں سے چشمے نکلتے ہیں دریا بہتے ہیں۔ ندیاں نالوں کا سلسلہ جاری ہو سکتا ہے عجیب عجیب قسم کی لکڑیاں اور دوائیوں کے سامان پہاڑوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہانتک کہ بعض مقامات میں سے بڑی بڑی گرانقدر کانیں سونے اور چاندی وغیرہ کی نکلتی ہیں۔ غرض ہر قسم کی راحت اور آسائش اور تمول کا سامان ایک طرح پہاڑوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اور بالمقابل انفرادی حالت تھلوں کی دیکھ لو کہ ریت اڑتی ہے نہ پیداوار ہو سکتی ہے نہ کوئی درخت ہی پیدا ہو سکتا ہے نہ کچھ اور۔ یہ تو جمادات کا نظارہ ہے جو اوپر ظاہر کیا گیا اب نباتات کو لو۔ درخت اور اسکی شاخوں کو دیکھو جو اسکے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہیں کہ وہ کیسی سرسبز اور تروتازہ و خوشنما ہوتی ہیں انکی سرحالت اور سرصورت خوبصورت معلوم ہوتی ہے جو غذا انکو درخت کی جڑھ کے ذریعہ سے اور پھر اسکے بڑے تنے کے ذریعہ جنکے ساتھ انکا پیوند ہے پہونچتی ہے وہ بہرحال حصہ رسدی پہونچتی ہے لیکن باوجود اسکے ہی وہ شاداب اور سرسبز ہیں۔ اب ان میں سے ایک شاخ کو کاٹ لو جب کہ

خشک درخت بھی کوئی نہ کوئی پتہ نکال لیتے ہیں اور ایک بڑے تالاب میں اس شاخ کو رکھدو اور نتیجہ کا انتظار کرو۔ کیا ہوگا۔ وہ شاخ مرجھا جائیگی خشک ہوجائیگی آخر سڑ جائیگی۔ اور تھوڑی دیر پہلے درخت کے ساتھ رہکر انسانی زندگی کے لئے ایک نفع رساں اور راحت بخش ہوا کا ذریعہ تھی وہی شاخ اس سے الگ ہوکر مرض صحت مواد اور اسباب پیدا کرنیکا ذریعہ ہوگئی۔ باوجودیکہ اسے پہلے سے زیادہ پانی میں رکھا گیا مگر وہ اسکے لئے آبحیات کی بجائے زہر کا کام دے رہا ہے اب اسکے ہرے بھرے رہنے اور مثمر ثمرات اور نفع رساں ہونے کی کیا توقع ہوسکتی ہے۔ کوئی نہیں لیکن وہی شاخ جب درخت کے ساتھ اسکا پیوند ہوتا ہے کیسے ثمرات لاتی اور پھل پھول لاکر انسان کے لئے اور حیوانات کے لئے مفید اور نافع ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بزرگ اور عظیم تنہ کے ساتھ اسکا پیوند ہے جو اسکے لئے مفید اور مثمر ثمرات ہونے کا باعث تھا۔ اور وہ الگ ہوکر کبھی کوئی مفید شئے نہیں ہوسکتی۔

(۶) اپنی نظر کو ذرا اور وسیع کرو اور ریلگاڑی کی طرف دیکھو۔ ٹرین جسمیں سٹیم انجن نہ لگا ہوا ہو اس میں خواہ کیسی ہی مصفا اور شاندار گاڑیاں لگی ہوئی ہوں لیکن سٹیم انجن کے نہ ہونے کے سبب ان میں کوئی حس و حرکت پیدا نہیں ہوگی۔ اور وہ منزل مقصود تک نہیں پہنچینگی

(۷) حیوانات پر غور کرو۔ مرغی کے بچے اگر منتشر کردیئے جائیں تو خواہ انکو کیسی ہی غذا دو لیکن اگر وہ مرغی کے پروں کے نیچے آکر اسکی حرارت سے حصہ نہیں لیتے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ انکو چیلیں اور دوسرے جانور ہی کھا جائیں گے۔

(۸) غرض یہ تو سچ ہے کہ مادہ نشو و نما پاتا ہے لیکن تعلق کے ساتھ۔

(۹) اسی طرح جب دنیا دار قوم میں کوئی انجمن یا سوسائیٹی بناتی ہیں اور ملکر کوئی کام کرتے ہیں اُس وقت باوجودیکہ کثرت رائے پر فیصلہ ہوتا ہے لیکن اس پر بھی انکو اپنا ایک میر مجلس یا پریسیڈنٹ منتخب کرنا پڑتا ہے۔ اور اسکا فیصلہ قطعی اور آخری فیصلہ ہوتا ہے۔ جمہوری سلطنتوں کو بھی پریسیڈنٹ کی ماتحتی ضروری ہوتی ہے۔ باوجودیکہ وہ بڑے آزاد رائے اور آزاد پسند ہوتے ہیں۔ پھر بھی جب عام نظارہ قدرت اور موجودات میں وحدت ارادی کے پیدا کرنے کی ضرورت ایک عام ضرورت سمجھی جاتی ہے اور انسان کی مادی ترقیات کی جڑ میں بھی وحدت ارادی کی روح کام کررہی ہے۔ پھر کیسا نادان اور بیوقوف ہے وہ انسان جو علومی اور روحانی امور میں اسکی ضرورت نہیں سمجھتا۔

(۱۰) اس سے بھی آگے چلو تو معلوم کروگے کہ واحد لاشریک خدا کے لئے وحدت کا نظارہ ضروری ہے۔ خدا تعالےٰ جو اسمائے حسنیٰ کا مرکز ہے۔ اگر اسکی صفات پراگندہ ہوتیں تو خدائی نہ چلتی۔ اسی طرح وہ جامع جمیع صفات کاملہ ہستی چاہتی ہے کہ اجزا متفرقہ کا جو مجموعی طور پر ہیں۔ آپسمیں اتحاد ہو۔

(۱۱) یہی وجہ ہے کہ کشش اتصال کا وجود خدا نے رکھا ہے جو ذرّات متفرقہ کو باہم ملاتی ہے۔ تنہائی و انفرادی حالت میں فیوض و برکات کا نزول نہیں ہوتا بلکہ اس میں بھی توسط کی حاجت ہوتی ہے۔ یہ کشش قابل جوہروں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور انکو ان منافع اور برکات کا وارث ٹھراتی ہے جو اتحاد سے پیدا ہوتی ہیں جس طرح پر امور مادی میں میں یہ ضرورت دکھائی ہے آسمانی اور روحانی معاملات میں بھی ایک صاحب کشش امام کی ضرورت ہوتی ہے وہ اپنی کشش سے پاک فطرت اور سعیدوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور پھر اس تعلق سے جو ان میں پیدا ہوتا ہے اس قوت اور طاقت کو نشو و نما ہوتا ہے جو فیوضات الٰہی کے جذب کرنیکا ذریعہ ٹھرتی ہے۔ یہانتک کہ اللہ تعالےٰ کے فیوض و برکات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور فیوض کا ظہور اور بروز نہیں ہوتا جب تک خدا تعالےٰ کے برگزیدہ بندہ کی صحبت میں رہنے کا موقع حاصل نہو اور اسکے ساتھ ہی سچا پیوند اور رشتہ قائم نہ ہو۔

یہ مسئلہ چونکہ ایک باریک مسئلہ ہے اسلئے عام نظارہ قدرت کی مثالوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وحدت ارادی فیوض کا وارث بناتی ہے۔ لیکن یہ بیان کرنا کہ وہ برکات اور فیوض جو خدا تعالےٰ کے برگزیدہ بندوں اور صادقوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے ملتے ہیں وہ کسطرح نازل ہوتے ہیں۔ یہ ایک کیفیت ہے جس کو بیان کرنا مشکل ہے۔

الغرض خدا تعالےٰ کے برگزیدہ و صادقوں کی معیت و رفاقت اختیار کرنے کے لئے ضروری امر ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ترجمہ یعنے اے ایمان والو تقوی اللہ اختیار کرو اور جو لوگ قولی۔ فعلی۔ عملی اور حالی رنگ میں سچائی پر راہِ خدا میں کھڑے ہیں انکے ساتھ رہو۔ اسجگہ خدا فرماتا ہے کہ پہلے تم میں ایمان ہو پھر سنت کے طور پر بدی کی جگہ کو

چھوڑ دے اور صادقوں کی صحبت میں رہے صحبت کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے جو اندر ہی اندر ہوتا چلا جاتا ہے۔ دیکھو جسطرح پرمرغی اپنے انڈوں کو پروں کے نیچے لے کر بیٹھتی ہے اور اپنی گرمی پہونچاتی ہے۔ اور اس گرمی سے اس مادہ میں جو انڈوں کے اندر نشوونما پانے کی قابلیت رکھتا ہے ایک خاص قسم کی حرارت جو زندگی کی روح رکھتی ہے پیدا ہونے لگتی ہے اور معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ روح کدھر سے آئی اور کس وقت اس طرح پر جب انسان ایک برگزیدہ الٰہی وصادق کے ساتھ سچا تعلق پیدا کرتا ہے تو اندر ہی اندر اُسکی پاک تاثیریں بعقد ہمت۔ دعائیں اس تعلق پیدا کرنے والے انسان میں ایک نیا نفخ روح کرتی جاتی ہیں۔ اور اس میں نئی زندگی کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔

(۱۲) خدا تعالےٰ کے برگزیدہ انسانوں وآئمہ وقت اور روحانی نواب نبوی کی مثال ایسی ہے جیسے پانی کی ایک بڑی نالی ہوتی ہے۔ اور خدا کا برگزیدہ بندہ اس نالی کی مانند ہوتا ہے۔ اور سچے ارادتمندوں کا اُس نالی کے ساتھ اس طرح پر تعلق ہوتا ہے جیسے چھوٹی چھوٹی نالیاں ایک بڑے لوہے کے نل کے ساتھ ملی ہوئی ہیں اور جب پانی کے چشمہ سے اُس بڑے نل میں پانی آتا ہے تو ان چھوٹی نالیوں میں بھی ان کے ظرف کے موافق اور استعدادوں کے مطابق وہ پانی گرتا جاتا ہے

(۱۳) الغرض واضح ہو کہ اسمارحسنیٰ کا مرکز اللہ تعالےٰ کی ذات ہے اور وہ تقاضا کرتی ہے کہ اجزاء متفرقہ کو جمع کرے اسلئے اجتماع لازمی ہے۔

(۱۴) ساری گاڑیاں اگرچہ اپنے پہیّوں سے چلتی ہیں مگر سٹیم انجن کے بدوں وہ پہیّے بے کار محض اور نکمّے ہیں۔ اسی طرح پر ہمارے اندر بھی جو قرب کی فطری قوتیں اور طاقتیں ہیں وہ سب کی سب بیکار اور نکمّی ہیں۔ اگر کسی سٹیم انجن کے ساتھ ہمارا تعلق نہ ہو کوئی شاخ مثمر ثمرات نہیں ہو سکتی۔ جب تک اصل درخت کے ساتھ اسکا تعلق نہ ہو۔

(۱۵) کوئی بچہ نشوونما نہیں پا سکتا جب تک ماں کی گود میں نہ ہو۔

(۱۶) سورج۔ چاند اور چراغ وغیرہ میں بھی روشنی ہے اور آنکھوں میں بھی لیکن نابینا کو صرف سورج چاند وغیرہ کی روشنی سے کوئی فائدہ نہیں نہ بینا شخص کو اندھیرے میں صرف اپنی آنکھ مفید ہو سکتی ہے۔ غرض دونوں روشنیاں جمع ہوں تب ہی کار برآری ہو سکتی ہے۔

جواب اس اعتراض کا کہ نماز کیوں ایک وقت مقرر نہ ہوئی

سوال۔ نماز کیوں ایک ہی وقت مقرر نہ ہوئی۔

جواب۔ جیساکہ جسم کی تقویت کے لئے بار بار غذا کی ضرورت پڑتی ہے ایساہی روح کی صحت و صفائی و تقویت کے لئے نماز یعنے روحانی غذا کی ضرورت انسان کو بالا و ہے۔ تعجب ہے کہ سائل کہتا ہے نماز ایک ہی وقت کیوں مقرر نہ ہوئی۔ ہم کہتے ہیں کہ جب تم جسم کی تقویت کے لئے کئی بار دن میں غذا کھاتے ہو تو روح جو لطیف ترین و نازک ترین چیز ہے اسکی صحت و صفائی وقوت قائم رکھنے کے لئے روحانی غذا یعنے نماز کی زیادہ تر ضرورت ہے۔ پس جبکہ اجسام فانیہ کو تروتازہ رکھنے و تقویت کے لئے دن میں کئی بار غذا کھاتے ہیں تو روحانی غذا کے لئے رات دن میں پانچ وقت مقرر ہوئے تو کیا حرج ہے۔

اسرار شریعت جلد اول کتاب الصلوۃ

تمام ہوئی اور اس کے بعد صفحہ ۲۶۱ سے کتاب الزکوٰۃ

شروع ہوتی ہے

وباللہ التوفیق

محمد فضل خان

چنگوی

کتاب الزکوٰۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مُعَلِّی الْاِسْلَامِ وَمُعِزِّ اللِّئَامِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدِ نِ الْھَادِیْ وَالْمُزَکِّی الْاَنَامِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَخُلَفَائِہِ الْمَھْدِیِّیْنَ الْکِرَامِ **اَمَّا بَعْدُ** واضح ہو کہ اسلام کی خوبیاں اس سے ہویدا ہیں کہ اسکے احکام بڑی بڑی حکمتوں و مصلحتوں پر شامل اور حقائق حقہ و معارفِ دقیقہ و اسرار انیقہ سے پُر ہیں۔ جنکی طرف انسانوں کو انکی بہتری و بہبودی کے لئے دعوت کی گئی ہے۔ اسکے احکام کے ہر لفظ میں انسان کی اصلاح و فلاح کے اشارات و وعوتیں مرکوز ہیں یعنے ہر حکم الٰہی جیسا ظاہر میں اپنی تعمیل و امتثال کے لئے انسان کو دعوت کرتا ہے ایسا ہی اپنے باطنی فوائد و منافع کیطرف راہنما ہے۔

عقول سلیمہ ہر وقت احکام الٰہی کے آگے سرتسلیم خم کرنے کو تیار ہیں مگر طبائع زائغہ یعنے وہ نفوس انسانی جنمیں شیطانی سرشت کا مادہ زیادہ ہے وہ بباعث مرض و اختلال طبع اگر اسلامی احکام کی شیرینی و حلاوت کو کڑوا کہدیں اور انپر اعتراض کریں تو جائے تعجب نہیں اور نہ اس سے اسلام کا کچھ بگڑ سکتا ہے بلکہ مقابلہ ضدین سے انوار صداقت زیادہ تر درخشاں اور ظاہر و باہر ہوتے ہیں اور اس عالم میں خدا تعالےٰ نے قانون قدرت اسیطرح جاری کیا ہے کہ مقابلہ ضدین سے ہر چیز کے جوہر و حقیقتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

مقابلہ ضدین منظوم

فَلَوْلَا اللَّیْلُ مَا کَانَ النَّھَارُ ۔ وَلَوْلَا النُّوْرُ مَا وُجِدَ النَّضَارُ
وَلَوْلَا الشَّرْعُ مَا ظَھَرَ الْقُیُوْدُ ۔ وَلَوْلَا الْفِطْرُ مَا ارْتُقِبَ الْھِلَالُ
وَلَوْلَا الْکَوْنُ مَا انْفَطَرَتْ سَمَاءٌ ۔ وَلَوْلَا الْعَیْنُ مَا دُکَّتْ جِبَالُ
وَلَا کَانَ النَّعِیْمُ بِکُلِّ شَیْءٍ

فَلَوْلَا الصَّیْدُ مَا نَفَرَ الْغَزَالُ ۔ وَلَوْلَا الصَّدُّ مَا عَذُبَ الْوِصَالُ
وَلَوْلَا الْجُوْعُ مَا ذَبُلَتْ شِفَاہٌ ۔ وَلَوْلَا الصَّوْمُ مَا کَانَ الْوِصَالُ
وَلَوْلَا مَا اَبَانَ الرُّشْدُ غَیًّا ۔ لَمَا عُرِفَتْ ھِدَایَۃٌ اَوْ ضَلَالُ
وَلَا حُکْمُ الْجَلَالِ وَلَا الْجَمَالُ

ترجمہ۔ اگر رات نہ ہوتی تو دن بھی نہ ہوتا۔ اور اگر نور نہ ہوتا تو تر و تازگی بھی نہ ہوتی اگر شکار کا کسب و رواج نہ ہوتا تو ہرن نفرت نہ کرتے اور اگر عشق و شیفتگی نہ ہوتی تو وصال و ملاپ لذت نہ دیتا۔ اگر شریعت نہ ہوتی تو پابندیاں ظاہر نہ ہوتیں۔ اگر افطار نہ ہوتا تو ہلال کا انتظار نہ کیا جاتا اگر بھوک نہ ہوتی تو ہونٹ پژمردہ و خشک نہ ہوتے۔ اگر روزہ نہ ہوتا تو وصال بھی نہ ہوتا۔ اگر جہان نہ ہوتا تو آسمان نہ پھٹتے۔ اگر چشمے ظاہر نہ ہوتے تو (زلازل) سے پہاڑ ریزہ ریزہ نہ ہوتے۔ اگر گمراہی سے ہدایت ظاہر نہ ہوتی تو ہدایت اور گمراہی کی شناخت نہ ہوتی۔ اور ہر چیز میں

قدرِ نعمت نہ ہوتا اور نہ جلال و جمال میں کوئی حکم ہوتا۔

نظم

گر نبودے در مقابل روئے مکروہ و سیاہ
کس چہ دانستے جمالِ شاہدِ گلفام را

گر نیفتادے بخصمے کار در جنگ و نبرد
کے شدے جوہر عیاں شمشیرِ خوں آشام را

روشنی را قدر از تاریکی است و تیرگی
وز جہالتہا است عز و وقر عقلِ تام را

عقلِ انسانی کا کمال و زوال

اسلام خدا تعالےٰ کے علم و حکمت کا مخزن و میگزین ہے پس جب تک انسان خدا تعالےٰ کے علم و حکمت کے ماتحت ہو کر چلے اُسکے عقل کا کمال ہے اور اُس سے علیحدہ ہو تو اسکا زوال ہے۔ پس وہ انسان جو اپنے آپ کو عاقل و دانا سمجھے بیٹھے ہیں اور اسلام کے برخلاف ہیں اور اُسکے مقابلہ میں اپنے عقول کے گھوڑے دوڑا رہے ہیں وہ مطلع رہیں کہ وہ پہلے بھی مدام شکست کھاتے رہے اور آئندہ بھی شکست و ہار اُنکے نصیب میں ہے۔ اسلام جو الٰہی حکمتوں اور اُسکے علوم و اسرار کا منبع ہے انسانی عقل اُسکے مقابلہ پر کیا چیز ہے۔ بھلا خالقِ عقول کے آگے انسانی خرد کی کیا حقیقت ہے۔ خالق کے مقابلہ میں مخلوق کی کیا حیثیت ہے۔ اسلام خدا کی قدرت اور اُسکے علم و صنع کا آئینہ ہے۔ اسلام پر اعتراض کرنا خدا تعالےٰ کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔

نظم

با خدا ہم دعوئ فرزانگی
سخت جہل است و رگِ دیوانگی

عقلِ تو گوئے مجصص از بروں
و اندرونش چیست یک لا شئ زبوں

سرکشی از حق کہ من دانا دلم
حاجتِ وحی اش ندارم عاقلم

لغزش تو حاجتے پیدا کند
در روے عقلِ ترا رسوا کند

عقل کاں با کبر سیدار ند خلق
ہست حمق و عقل پندارند خلق

کبر شہرِ عقل را ویراں کند
عاقلاں را گمرہ و ناداں کند

چوں ز آموزش خرد را یافتی
پس ز تعلیمش چرا سر تافتی

اندرونِ خویشتن روشن ہماں
آنچہ مے تابد بتابد ز آسماں

عقل در اسرارِ حق بس نارسا است
آنچہ گہ گہ میرسد ہم از خدا است

عقل کی مثال آئینہ کی ہے مگر کوئی آئینہ بغیر نورِ آفتاب چہرہ نما نہیں ہوسکتا۔ عقل کی مثال آنکھ سے ہے جسکے ذریعہ سیاہ و سفید وغیرہ ہر رنگ کی تمیز ہوسکتی ہے مگر کوئی آنکھ بجز شعاعِ آفتاب کچھ دیکھ نہیں سکتی۔ پس جسطرح جسمانی آنکھ و آئینہ میں بغیر نورِ آفتاب کچھ دیکھا نہیں جاسکتا۔ ایسا ہی روحانی چشم عقل کا حال ہے کہ وہ روحانی آفتاب کے بغیر کور ہے۔ جو منکرِ نبوت ہے اوسکی روحانی چشم عقل نابینا ہے اُسکا حال اُس شخص کا سا ہے جو اندھیری رات میں سرگرداں و حیران رہ جاتا ہے۔ ہم ہر ایک بات کی تحقیق عقل ہی کے ذریعہ سے کرسکتے ہیں۔ بلاشبہ عقل عمدہ چیز ہے لیکن اسکا جوہر تب ہی ظاہر ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے جوڑ کے ساتھ شامل ہو ورنہ وہ دھوکا دینے میں دشمنوں سے بدتر ہے۔ دورنگی دکھانے میں منافقوں سے بڑھکر ہے۔ خوب سوچو۔ بن جوڑ کسی بات کی بھی گت نہیں۔ خدا نے جوڑ بھی ایک عجیب چیز بنا دیا ہے۔ جہاں دیکھو جوڑ ہی سے کام نکلتا ہے۔ ہم تم سب آنکھوں ہی سے دیکھتے ہیں مگر آفتاب کی بھی ضرورت ہے کانوں ہی سے سنتے ہیں مگر ہوا کی بھی حاجت ہے۔ آفتاب چھپا تو بس اندھے بیٹھے رہو۔ کانوں کو ہوا سے ڈھانک لو تو بس سننے سے چھٹی ہوئی۔ ؎

حاجتِ نورے بود ہر چشم را	ایں چنیں اُفتاد قانونِ خدا
چشمِ بینا بے خورِ تاباں کہ دید	کے چنیں چشمے خداوند آفرید

صحت عقل کے لئے تعین کلام الٰہی کی حکمت

فطرت انسانی کا یہ تقاضا ہے کہ اسکی ہر قوت کا ترازو معتدل ہو اور مصلحت الٰہی بھی اسی میں ہے لہذا خدا نے ہر چیز کی صحت و سقم و افراط و تفریط کی جانچ کے لئے انسان کو ایک میزانِ عدالت عطا فرمایا ہے تاکہ انسان ضعیف البنیان کی عقل خالقِ عقول کی مراد و حکمتِ مطلوبہ سے باہر نہ ہو جاوے۔ اسی حکمتِ الٰہی کو مدِ نظر رکھکر مشاہیر رجال اسلام و ائمہ عظام خدا کے کلام وحی جلی و خفی کو اپنے قیاس و عقل کا معیار و میزانِ عدالت ٹھہراتے رہے۔ وہ جانتے تھے کہ محض عقل انسانی بجز امداد و نورِ نبوت بھٹک جاتی ہے۔ اضداد و اشیار کی باریک و رباریک حکمتوں و دقیق در دقیق الٰہی مصلحتوں کے دریافت کرنے میں بجز امدادِ فیضِ قدسی دھوکہ کھاجاتی ہے۔ کتاب خیرات الحسان میں لکھا ہے۔

مناظرہ امام ابو حنیفہ رح و امام جعفر رح	عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ الْمُبَارَکِ قَالَ حَجَّ الْاِمَامُ

ابو حنیفۃ فلقیہ فی المدینۃ محمد علی ابن الحسین بن علی الباقر فقال انت الذی خالفت احادیث جدی علیہ السلام بالقیاس فقال معاذ اللہ عن ذلک اجلس فان لک حرمۃ کحرمۃ جدک علیہ السلام علی اصحابہ فجلس وجلس ابو حنیفۃ بین یدیہ وقال اسألک عن ثلاث مسائل فاجبنی فقال الرجل اضعف ام المرأۃ فقال المرأۃ فقال کم سہم المرأۃ قال سہم المرأۃ نصف سہم الرجل قال لو قلت بالقیاس لعکست الحکم۔ والثانی الصلوٰۃ افضل ام الصوم فقال الصلوٰۃ فقال لو قلت بالقیاس لقلت الحائض تقضی الصلوٰۃ لا الصوم۔ الثالث البول انجس ام النطفۃ۔ قال البول قال لو قلت بالقیاس لقلت لا غسل من المنی انما الغسل من البول۔ معاذ اللہ ان اقول علی خلاف الحدیث بل اخدم قولہ فقام وقبل وجہہ **ترجمہ** یعنے عبداللہ بن مبارک راوی ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حج کیا اور مدینہ منورہ میں محمد علی بن حسین بن علی باقر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ اُنھوں نے کہا کیا تو وہی شخص ہے جس نے قیاس کی بنا پر میرے نانا کی احادیث کی مخالفت کی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا معاذ اللہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ آپ بیٹھ جائیے میرے دل میں آپ کی وہی عزت ہے جو آپ کے نانا علیہ السلام کی عزت صحابہ کرام کے نزدیک تھی پھر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اُنکے آگے بیٹھ گئے اور کہا میں آپ سے تین مسئلے پوچھتا ہوں آپ جواب دیں۔ اول مسئلہ یہ ہے کہ مرد ضعیف ہے یا عورت کہا عورت ضعیف ہے۔ کہا اگر میں قیاس پر عمل کرتا تو اسکے بر خلاف حکم کرتا (کیونکہ بظاہر تجربہ و مقتضائے عقل ایک یہ پہلو و شق بھی پائی جاتی ہے کہ چونکہ عورت کمزور ہے اسلئے کمزور کی تقویت کے لیئے اسکو زیادہ مال دینا مناسب ہے اور مرد جو خود پہلے قوی ہے اسکو مال دینے کی تھوڑی حاجت ہے کیونکہ وہ آگے ہی قوی ہے۔)

پھر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا مسئلہ پیش کیا اور پوچھا کہ نماز افضل ہے یا روزہ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ نماز افضل ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر میں قیاس پر عمل کرتا اور نص کی مخالفت کرتا تو کہتا کہ حائض نماز کو قضا کرے نہ روزہ کو (کیونکہ عقل و قیاس کا ایک یہ شق بھی ہے کہ جبکہ نماز روزہ سے افضل ہے تو حائض کے لیئے نماز فوت شدہ کو قضا کرنا لازم ہوتا نہ کہ روزہ کو جو نماز سے ادنیٰ ہے مگر حکم الٰہی

اسکے برعکس ہے اور وہی درست ہے)۔

پھر تیسرا سوال حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا اور کہا کہ بول بہت پلید ہے یا منی۔ آپ نے کہا کہ بول بہت پلید ہے حضرت امام نے کہا اگر میرا عمل قیاس پر ہوتا تو میں کہتا کہ غسل بول سے کرنا لازم ہے نہ منی سے (کیونکہ بظاہر قیاس اس امر کا ہی مقتضی ہے کہ جبکہ بول کی نجاست منی کی نجاست سے زیادہ ہے تو خروج بول سے غسل واجب ہوتا نہ خروج منی سے)۔ معاذ اللہ میری کیا مجال ہے جو میں حدیث نبوی کی مخالفت کروں۔ میں تو احادیث نبویہ کا خادم ہوں۔ پھر علی بن حسین نے اُٹھکر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مونھ چوما۔

اس میں حضرت امام صاحب ظاہر فرماتے ہیں کہ چونکہ اشیاء کے کئی پہلو ہوتے ہیں اسلئے میں نے اپنے عقل کو احکام الٰہی پر مقدم نہیں کیا کیونکہ انسان کو بغیر کلام الٰہی کیا معلوم ہے کہ وہ کس پہلو کو اختیار اور کس سے اجتناب فرماتا ہے۔ وہ مسائل موخر الذکر کی حکمتیں جلد اول کتاب الطہارت و کتاب الصلوٰۃ میں ہم مفصل لکھ چکے ہیں وہاں ملاحظہ کرو کہ خروج منی سے خدا تعالےٰ نے کیوں غسل واجب ٹھرایا ہے۔ اور خروج بول سے کیوں غسل واجب نہیں ہوا۔ اور حائض پر کیوں قضائے روزہ لازم ہے اور کیوں قضائے نماز حائض پر لازم نہیں کی گئی جو روزہ سے افضل ہے۔ اور اول الذکر مسئلہ کی حکمت کہ عورت کو مرد کی نسبت کیوں تھوڑا مال میراث میں سے دیا جاتا ہے اور مرد کو کیوں زیادہ دیا جاتا ہے۔ جلد دوم کتاب الفرائض میں مطالعہ فرماؤ۔

حضرت امام ابوحنیفہ رح کے کلام مذکور سے صاف ہویدا ہے کہ آپ کلام الٰہی کے مقابل میں ہرگز اپنی رائے پیش نہیں کرتے تھے۔ مگر بڑے بے انصاف ہیں وہ لوگ جو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ناحق بغیر سوچے سمجھے دینی مسائل میں اہل الرائے قرار دیتے ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بعض تابعین کو بھی دیکھا تھا۔ وہ فانی فی سبیل اللہ اور علم دین کا ایک بحر اعظم تھا اور دوسرے سب اسکی شاخیں ہیں اسکا نام اہل الرائے رکھنا ایک بھاری خیانت ہے۔ امام بزرگ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو علاوہ کمالات علم آثار نبوت کے استخراج مسائل میں ید طولیٰ تھا۔

مذکورہ بالا حوالہ تو کتاب خیرات الحسان میں لکھا ہے لیکن صاحب اعلام اسکے برعکس ابن شبرمہ سے لکھتے ہیں قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَلٰی جَعْفَرٍ وَقُلْتُ مَتَّعَ اللّٰہُ بِکَ

هٰذا رجلٌ من اهلِ العراقِ وله فقهٌ وعقلٌ فقال لی جعفر لعلّه الذی یقیس الدّین برائه ثمّ اقبل علیّ فقال اهو النّعمان فقال له ابو حنیفة نعم اصلحك الله فقال له جعفر اتّق الله ولا تقس الدّین برائك فانّ اوّل من قاس ابلیس اذ امره الله بالسّجود لادم فقال انا خیرٌ منه خلقتنی من نارٍ وخلقته من طینٍ ثمّ قال لابی حنیفة اخبرنی عن کلمةٍ اوّلها شرك واخرها ایمان فقال لا ادری قال جعفر لا اله الّا الله فلو قال لا اله ثمّ امسك کان مشرکاً فهذا کلمة اوّلها شرك واخرها ایمان ثمّ قال له ویحك ایّهما اعظم عند الله قتل النّفس الّتی حرّم الله او الزّناء۔ قال بل قتل النّفس فقال له جعفر انّ الله قد قبل فی قتل النّفس شاهدین ولم یقبل فی الزّناء الّا اربعة فکیف یقوم لك قیاس ثمّ قال ایّهما اعظم عند الله الصّوم او الصّلوٰة قال بل الصّلوٰة قال فما بال المرأة اذا حاضت تقضی الصّیام ولا تقضی الصّلوٰة اتّق الله یا عبد الله ولا تقس فانا نقف غداً نحن وانت بین یدی الله فنقول قال الله عزّ وجلّ قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم تقول انت واصحابك قسنا ورأینا فیفعل الله بنا وبکم ما یشاء۔

ترجمہ۔ یعنے ابن شبرمہ راوی ہے کہ میں اور حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جعفر بن محمد بن حنیفہ کے پاس گئے اور میں نے جعفر کو سلام کیا۔ آپ میرے دوست تھے۔ میں نے جعفر کو کہا کہ یہ صاحب اہل عراق میں سے ایک فقیہ اور عاقل آدمی ہیں۔ آپ نے کہا شاید یہ وہی صاحب ہیں جو دین کا قیاس اپنی رائے پر کرتے ہیں۔ کیا یہ صاحب نعمان بن ثابت ہیں حضرت ابو حنیفہ رہ نے فرمایا ہاں میں نعمان ہوں حضرت جعفر رہ نے انکو فرمایا خدا سے ڈرو اور دین کا قیاس اپنی رائے سے نہ کرو کیونکہ پہلے جس نے قیاس کیا وہ شیطان تھا۔ جب خدا تعالٰے نے آدم علیہ السلام کے لئے اسکو سجدہ کا امر فرمایا تو شیطان نے کہا میں آدم سے اچھا ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے بنایا (اور آگ کا عنصر خاک سے افضل ہے اسلئے میں آدمؑ سے افضل ہوں۔ اور افضل کو سجدہ ہونا مناسب ہے نہ ادنی کو۔ یہ شیطان کا قیاس تھا) مگر شیطان کو یہ نہ سوجھا کہ خدا کے ہاں یہ قانون مستمرہ ہے کہ افضل اشیاء سے اولیٰ اور ادنیٰ سے افضل واعلیٰ وہ بناتا ہے۔ دنیا میں صدہا ایسی چیزیں ہیں کہ ان سے اعلیٰ وادنیٰ ہر ایک قسم کی اشیاء بنتی رہتی ہیں۔ پانی پر نظر کرو کہ آسمان سے یکسان اترتا ہے

مگر تمام انواع و اقسام کے ادنیٰ و اعلیٰ نباتات و درختہائے و میوہ جات اُس سے اُگتے ہیں۔ خاک پر غور کرو کہ اس عالم کی ساری اشیاء اعلیٰ و ادنیٰ کی ساخت اسی سے ہوتی ہے۔ اس سے شیطان کے قیاس کی غلطی ظاہر ہے۔ پر خدا تعالےٰ خالق الکل کے آگے اپنا قیاس پیش کرکے اُسکے حکم کو ٹالنا لعینوں کا کام ہے۔ شیطان کے قیاس کی غلطی اس سے صریح ہے کہ جبکہ وہ اقرار کرتا ہے کہ میرا اور آدم کا خالق تو ہی ہے اور پھر جبکہ حقیقی خالق و حقائق الاشیائ کے جاننے والے نے آدم کے لئے اُسکو سجدہ و اطاعت کا امر فرمایا تو اُسکو سمجھ لینا چاہئے تھا کہ آدم کی سرشت افضل اور میری ادنیٰ ہے جب ہی تو مجھے اُسکی اطاعت کا امر ہوا۔ پس جو شخص صریح آلٰہی حکم کے موجود ہوتے ہوئے اُسکو ٹالکر اُسکے مقابلہ میں اپنا قیاس پیش کرے واقعی وہ شیطان ہے۔

پھر حضرت جعفرؒ نے حضرت امام ابوحنیفہ رح کو فرمایا وہ کونسا کلمہ ہے جسکی ابتدا شرک اور اسکا آخر ایمان ہے۔ حضرت ابوحنیفہ رح نے فرمایا میں نہیں جانتا۔ حضرت جعفرؒ نے فرمایا وہ کلمہ لآ الٰہ الاّ اللہ ہے۔ اگر انسان لآ الٰہ کہکر رک جاوے تو مشرک ہوجاتا ہے۔ پس یہ وہ کلمہ ہے جسکی ابتدا شرک اور آخر ایمان ہے۔ پھر کہا انسان کا قتل بڑا گناہ ہے یا زنا۔ حضرت امام ابوحنیفہ نے فرمایا ناحق انسان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔ حضرت جعفر نے فرمایا قتل میں خدا تعالےٰ نے دو گواہ ٹھرائے ہیں اور تصدیق زنا کے لئے چار گواہ مقرر کئے ہیں تو پھر آپکا قیاس کسطرح ٹھیک ہوسکتا ہے کہ قتل انسان بڑا گناہ ہے۔ پھر حضرت جعفرؒ نے کہا روزہ افضل ہے یا نماز۔ حضرت امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا نماز افضل ہے۔ حضرت امام جعفرؒ نے کہا پھر حیض والی عورت کو قضائے روزہ کا تو حکم ہوا اور قضائے نماز کا حکم کیوں نہ ہوا۔ یعنے جبکہ نماز افضل اور روزہ اُس سے ادنیٰ ہے تو چاہئے تھا کہ افضل کی قضا لازم ہوتی نہ ادنیٰ کی۔ پھر کہا۔ اے خدا کے بندے خدا سے ڈرو اور قیاس کو چھوڑ دو۔ کیونکہ ہم اور آپ کل خدا تعالےٰ کے سامنے پیش ہونگے۔ اور ہم کہینگے خدا اور اُسکے رسول نے یوں فرمایا اور آپ اور آپکے ساتھی کہینگے ہم نے قیاس کیا اور رائے لگائی۔

ان ہر دو متذکرہ بالا تقاریر متون سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رح و حضرت امام جعفرؒ کے درمیان کچھ نہ کچھ کسی قیاسی امر کے متعلق تکرار و مناظرہ ضرور ہوا۔ مگر ناقلین نے اُسکی اصل کو اُلٹ پلٹ دیا۔ ہمیں ناقلین سے تعجب آتا ہے کہ وہ لوگ جو حضرت

امام جعفر صادق رہ کا کلام مناظرہ نقل کرتے ہیں وہ انکی طرف سے انکے مناظرہ میں قیاس کو نقل کرتے جاتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رہ نے یوں کہا۔ اور امام ابو جعفر رہ نے فلاں قیاس کرکے یوں کہا۔ پھر کہتے ہیں امام جعفر رہ نے امام ابو حنیفہ رہ کو کہا کہ قیاس چھوڑ دو۔ بھلا یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ امام جعفر رہ خود تو برابر قیاس کرتے جائیں اور دوسرے کو اس فعل سے منع کریں۔ دراصل قیاس وہی غلط ہے جسکے اشباہ و نظائر احکام الٰہی میں موجود نہ ہوں یا کوئی خدا کے صریح حکم کے برخلاف شیطانی فلسفہ پیش کرے یا ایسی باتیں قیاسی دین میں پیش کرے جنکا استخراج و استنباط احکام دین سے نہ ہو سکے بلکہ اختراع جدید و ابداع ہو اور حکم الٰہی کے برخلاف ہو مطلق قیاس منع نہیں ہے بلکہ وہی قیاس منع ہے جسکے اشباہ و نظائر وحی جلی و خفی میں موجود نہ ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ لکھتے ہیں۔ ؎

یُقَاسُ الْمَرْءُ بِالْمَرْءِ اِذَا مَا هُوَ مَاشَاهُ | وَلِلشَّیْءِ مِنَ الشَّیْءِ مَقَايِيْسُ وَاَشْبَاهُ

ترجمہ ۔ یعنے اندازہ کیا جاتا ہے آدمی کا ساتھ آدمی کے جب اُسکے ہمراہ ہو اور ہر چیز کو دوسری چیز سے اندازے اور مشابہتیں ہیں۔

قیاسات کے ذریعہ انسان نظائر و اشباہ کو محسوس کرکے علوم میں ترقی کرتا اور حقائق کو معلوم کرتا ہے۔ اگر قیاسات کا دروازہ علوم الٰہیہ میں خدا نے انسانوں پر بند فرمایا ہوتا تو انسان کسی حقیقت و صداقت کی پرکھ نہ کر سکتا۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ قیاس منع ہے بلکہ وہ قیاس منع ہے کہ جہاں نص صریح ہو تو قیاس کی بنا پر اُسکی مخالفت کی جاوے جیسا کہ خدا نے آدمؑ کو سجدہ کا امر فرمایا تو شیطان نے خدا تعالےٰ کے صریح حکم کو قیاس کی بنا پر ٹال دیا۔

اور اگر امامین موصوفین کے درمیان مؤخر الذکر مناظرہ بھی واقع ہوا ہے تو اس سے امام ابی حنیفہ رہ کا تقویٰ میں بلند پایہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ مستعجل انسانوں کی طرح خواہ مخواہ بے فکر جواب نہیں دیتے ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔

دراصل اس قسم کے مناظرات سے مناظرین کی قوت قیاس عقلیہ و ادراک و فہم اور ان کی دور اندیشی و حدت ذہن تو معلوم ہو سکتی ہے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مناظرین میں سے جو فریق تفکر و امعان سے جواب دے وہ کمزور ہے چنانچہ اس امر کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبل و امام شافعی رحمہما اللہ تعالےٰ کا مناظرہ ذیل قابل غور ہے۔

اِنَّ اَحْمَدَ نَاظَرَ الشَّافِعِيَّ فِي تَارِكِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ لَهُ الشَّافِعِيُّ يَا اَحْمَدُ اَتَقُوْلُ اَنَّهُ يَكْفُرُ

قَالَ نَعَمْ قَالَ اِذَا کَانَ کَافِرًا فَبِمَ یُسْلِمُ قَالَ یَقُوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ قَالَ الشَّافِعِیُّ فَالرَّجُلُ مُسْتَدِیْمٌ لِّھٰذَا الْقَوْلِ لَمْ یَتْرُکْہُ قَالَ یُسْلِمُ بِاَنْ یُّصَلِّیَ قَالَ صَلٰوۃُ الْکَافِرِ لَا تَصِحُّ وَلَا یُحْکَمُ بِالْاِسْلَامِ بِھَا فَانْقَطَعَ اَحْمَدُ وَسَکَتَ **ترجمہ** یعنے حضرت امام احمد بن حنبل نے امام شافعی سے تارک نماز کے بارے میں مناظرہ کیا تو حضرت امام شافعی نے کہا اے احمد کیا آپ تارک نماز کو کافر کہتے ہو۔ کہا ہاں۔ کہا جب تارک نماز کافر ہوجاتا ہے تو پھر وہ مسلمان کسطرح ہوسکتا ہے۔ کہا لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے سے مسلمان ہوجاتا ہے۔ حضرت امام شافعی نے کہا کہ وہ تو مدام یہ کلمہ پڑھتا رہتا ہے۔ اسکا تو وہ تارک نہیں ہوتا۔ کہا نماز پڑھنے سے مسلمان ہوسکتا ہے۔ کہا کافر کی نماز تو صحیح نہیں ہوسکتی اور نہ اُسکی نماز سے اُسکے اسلام کا حکم ہوسکتا ہے۔ پس حضرت امام احمد بن حنبل نے جواب نہ دیا اور خاموش ہوگئے۔

کلامِ الٰہی کی روشنی سے انسان ذرا ادھر اُدھر ہوجائے تو دینی امور میں اُسکی عقل وقیاس حیران وسرگردان ہوجاتی ہے۔ جن لوگوں کی عقلیں دنیائے دنیہ کی اغراض واعراض سے زنگ خوردہ ہوجاتی ہیں وہ بغیر نور کلامِ الٰہی قدم بقدم ٹھوکریں کھاتی ہیں۔ یہ تو عوام کا حال ہے اور خواصانِ الٰہی کو جب تک نورِ الٰہی کی جھلک نہ دکھائی دے وہ دینی امور میں احکامِ الٰہی سے اپنی عقول کو مقدم نہیں کرتے۔ جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے پوچھا گیا اَیُّ الْبِلَادِ شَرٌّ فَقَالَ لَا اَدْرِیْ حَتّٰی اَسْاَلَ جِبْرِیْلَ فَسَاَلَہٗ فَقَالَ اَسْوَاقُھَا **ترجمہ** یعنے کون شہر برا ہے فرمایا میں نہیں جانتا جب تک جبریل سے پوچھ نہ لوں پس آپ نے جبریل سے پوچھا تو اُس نے کہا شہروں میں سے انکے بازار کی جگہ بُری ہے۔

حضرت ابن قیم لکھتے ہیں سُئِلَ الشَّعْبِیُّ عَنْ مَسْئَلَۃٍ فَقَالَ لَا اَدْرِیْ فَقِیْلَ لَہٗ اَلَا تَسْتَحْیِیْ مِنْ قَوْلِکَ لَا اَدْرِیْ وَاَنْتَ فَقِیْہُ اَھْلِ الْعِرَاقِ فَقَالَ وَلٰکِنَّ الْمَلٰئِکَۃَ لَمْ تَسْتَحْیِ حِیْنَ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا **ترجمہ** حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا میں نہیں جانتا۔ لوگوں نے کہا آپ کو اپنے اس قول سے شرم نہیں آتا جو کہتے ہو کہ میں یہ مسئلہ نہیں جانتا حالانکہ تم تمام ملک عراق کے مسلم عالم ہو۔ فرمایا امام شعبی نے تم نہیں جانتے کہ فرشتوں نے بھی اپنی لاعلمی کا اقرار کرنے سے شرم نہیں کیا جبکہ اُنھوں نے کہا کہ ہمکو کوئی علم نہیں ہے مگر وہی جو تو نے ہمکو سکھایا۔

ابن ابی لیلیٰ کہتا ہے کہ میں نے انصار میں سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک سو
بیس صحابہ کرام کو دیکھا کہ جب کوئی مسئلہ انکو پیش ہوتا تو اسکو تمام صحابہ میں نوبت بہ نوبت
پیش کیا جاتا یہاں تک کہ وہ مسئلہ پہلے کے پاس لوٹ کر آجاتا۔

ابو حصین ازدی کہتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے پاس جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو آپ تمام صحابہ کو
اسکے لئے جمع کر لیتے تھے۔ قاسم بن محمد رضؓ سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا میں
یہ مسئلہ بخوبی نہیں جانتا۔ سائل نے کہا میں آپ کے بغیر کسیکو یہاں قابل فتوٰی نہیں جانتا۔
اسکو فرمایا کہ میری لمبی ڈاڑھی اور لوگوں کے کثیر انبوہ کو میرے گرد نہ دیکھ خدا کی قسم میں اس سے
اچھی طرح واقف نہیں ہوں۔ ایک قریشی جو انکے پاس بیٹھا تھا اس نے کہا آپ اسکا جواب
دیدیں خدا کی قسم آج اس مجلس میں آپ سے زیادہ عالم و فاضل مجھے کوئی نظر نہیں آتا۔ انھوں نے
کہا خدا کی قسم میری زبان کاٹی ہوئی مجھے پسندیدہ تر ہے بہ نسبت اسکے کہ میں ایسے امر کی بابت
کلام کروں جسکا مجھے علم نہیں ہے۔

ایسا ہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کئی مسائل وغیرہ پوچھے گئے تو اکثر سے آپنے
سکوت فرمایا۔ سائل نے کہا آپ سارے مسائل کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ فرمایا جس بات
کا علم نہ ہو اسمیں بات کرنی تقوٰی کے برخلاف ہے۔

تمام بزرگان دین جنکا اوپر ذکر ہوچکا ہے جانتے تھے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ
بڑے بڑے علماء و فضلاء و اہل اللہ و عاقل و دانا ایک مشروع و معقول امر کو غیر مشروع و غیر
معقول سمجھ بیٹھتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی نص صریح اور اسکے کلام کا فضل اور اسکی باران رحمت
کی وحی انکی دستگیری نہ کرے تو وہ سخت دھوکہ میں پڑ جاتے ہیں۔ یہ ان کا اجتہادی سہو ہوتا ہے
سلف میں ایسے بہت واقعات گذرے ہیں اگر ان سب کی تفصیل لکھوں تو ضخامت کتاب
بہت بڑھ جانے کا اندیشہ ہے۔ دور نہ جاؤ حضرت موسیٰ و خضر علیہما الصلوات والسلام کے
واقعہ پر غور کرو جسکا بیان قرآن کریم کی آیات ذیل میں آیا ہے:۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ قَالَ لَهُ مُوسٰى
هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلٰى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۔ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا۔
وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا۔ قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَا أَعْصِي
لَكَ أَمْرًا۔ قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتّٰى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا

فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیْنَۃِ خَرَقَہَا قَالَ اَخَرَقْتَہَا لِتُغْرِقَ اَہْلَہَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا۔ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْہِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا۔ فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا لَقِیَا غُلَامًا فَقَتَلَہٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّۃً بِغَیْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُکْرًا۔ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔ قَالَ اِنْ سَاَلْتُکَ عَنْ شَیْءٍ بَعْدَہَا فَلَا تُصَاحِبْنِیْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا۔ فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا اَتَیَا اَہْلَ قَرْیَۃِ نِ اسْتَطْعَمَا اَہْلَہَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْہُمَا فَوَجَدَا فِیْہَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَہٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَیْہِ اَجْرًا۔ قَالَ ہٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِکَ سَاُنَبِّئُکَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْہِ صَبْرًا۔ اَمَّا السَّفِیْنَۃُ فَکَانَتْ لِمَسٰکِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَہَا وَکَانَ وَرَاءَہُمْ مَّلِکٌ یَّاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَۃٍ غَصْبًا۔ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَکَانَ اَبَوٰہُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَا اَنْ یُّرْہِقَہُمَا طُغْیَانًا وَّکُفْرًا۔ فَاَرَدْنَا اَنْ یُّبْدِلَہُمَا رَبُّہُمَا خَیْرًا مِّنْہُ زَکٰوۃً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا۔ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَکَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَۃِ وَکَانَ تَحْتَہٗ کَنْزٌ لَّہُمَا وَکَانَ اَبُوْہُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّکَ اَنْ یَّبْلُغَآ اَشُدَّہُمَا وَیَسْتَخْرِجَا کَنْزَہُمَا رَحْمَۃً مِّنْ رَّبِّکَ وَمَا فَعَلْتُہٗ عَنْ اَمْرِیْ۔ ذٰلِکَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْہِ صَبْرًا۔ ترجمہ

یعنے۔ پھر پایا موسےٰ اور اُسکے ساتھی نے ہمارے ایک بندے کو جسکو دی تھی ہم نے اپنے پاس سے رحمت اور اُسکو سکھایا تھا ہم نے اپنے پاس سے ایک علم۔ موسےٰ نے اسکو کہا اگر تیری اجازت ہو تو میں تیرے ساتھ رہوں تاکہ تو مجھے سکھاوے جو کچھ سکھائی گئی تجھکو بھلی راہ۔ اُس نے کہا کہ تو میرے ساتھ ٹھہر نہ سکیگا۔ اور تو کیونکر ٹھہر سکیگا ایک ایسے امر کو جسے دیکھکر جسکا علم تجھکو نہیں ملا۔ موسےٰ نے کہا انشاء اللہ تعالےٰ تو مجھے صابر پائے گا۔ اور میں تیرا کوئی حکم نہ ٹالونگا۔ خضرؑ نے کہا پھر اگر تو میرے ساتھ رہتا ہے۔ تو مجھسے کوئی بات مت پوچھیو جب تک میں اُسکا بھید خود ہی تیرے آگے بیان نہ کروں۔ پھر موسےٰ و خضر دونوں چل پڑے یہانتک کہ جب چڑھے ایک کشتی میں تو خضر نے اُس کشتی کو پھاڑ ڈالا۔ موسےٰ نے کہا کہ تو نے کشتی کو پھاڑ ڈالا کہ اہل کشتی کو غرق کر ڈالے تو نے یہ ایک انوکھا کام کیا ہے۔ خضرؑ نے کہا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ نہیں ٹھہر سکیگا۔

موسیٰؑ نے کہا اب میری بھول پر میرا مواخذہ نہ کر اور مجھ پر میرا کام مشکل نہ ڈال۔ یعنے مجھے بھول چوک سے یہ بات کی مجھے جدا نہ کر اور معاف کر۔ پھر موسیٰؑ اور خضر علیہما السلام چل پڑے یہانتک کہ ایک لڑکے کو ملے خضرؑ نے اُس لڑکے کو مار ڈالا۔ موسیٰؑ نے کہا کیا تو نے ایک ستھرے بیگناہ انسان کو بغیر بدلہ قتل نفس کے مار ڈالا۔ یہ تو نے ناجائز اور ایک بُرا کام کیا ہے۔ خضرؑ نے کہا میں نے تجھے پہلے نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ صبر نہ کر سکیگا۔ موسیٰؑ نے کہا اگر اب کے بعد تجھ سے کوئی بات پوچھوں تو مجھے ساتھ نہ رکھیو۔ اسکے بعد میرا عذر اور الزام تو اتار چکا۔ پھر دونوں چل پڑے۔ یہاں تک کہ ایک گاؤں میں آئے اور اہل دِہ سے دونوں نے کھانا مانگا مگر اُن لوگوں نے انکو کھانا نہ دیا۔ پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرنا چاہتی تھی اُسکو سیدھا کر دیا۔ موسیٰؑ نے خضرؑ کو کہا اگر تو اس دیوار کی مرمتی کی اُجرت لے لیتا تو مناسب تھا خضرؑ نے کہا اب میرے اور تیرے درمیان جدائی ہے۔ اب میں جتاتا ہوں تجھکو امور مذکورہ کا بھید جنپر تو صبر نہیں کر سکا۔ کشتی جو تھی وہ محتاجوں کی تھی جو دریا میں اُسکے ذریعہ محنت کرتے تھے سو میں نے چاہا کہ اسکو عیبدار کر دوں کیونکہ اُنکے پرے ایک بادشاہ تھا جو کہ ہر کشتی بے عیب کو چھین لیتا تھا۔ اور وہ جو لڑکا تھا سو اُسکے ماں باپ ایماندار تھے پس ہمکو اسبات کا اس سے اندیشہ ہوا کہ وہ اُنکو کفر اور زبردستی سے عاجز نہ کر ڈالے۔ پھر ہم نے چاہا کہ اُنکا پروردگار اُس سے بہتر لڑکا اُنکو بدلہ میں عطا کرے جو ستھرائی وغیرہ میں اُس سے بہتر ہو۔ اور وہ جو دیوار تھی سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی اُس شہر میں اور اسکے نیچے مال گڑا ہوا تھا اُنکا۔ اور ان لڑکوں کا باپ نیک آدمی تھا۔ پس تیرے پروردگار کا یہ ارادہ ہوا کہ جب وہ لڑکے جوان ہوں تو اپنا خزانہ نکال لیں۔ یہ اُسکی مہربانی کا نمونہ ہے۔ اور میں نے یہ کام اپنی رائے وحکم طرح سے نہیں کئے۔ بلکہ یہ سب خدا تعالےٰ کے امر سے کیے گئے۔ یہ ہیں بھید اُن کاموں کے جنپر تو صبر نہیں کر سکا۔

سوال۔ توریت میں لکھا تھا کہ کوئی نفس بغیر کسی نفس کے قتل نہ کیا جاوے خضر علیہ السلام نے کیوں بچے کو قتل کیا۔ اور پھر جناب موسیٰؑ کے اعتراض کو کیوں خلاف ادب سمجھا حالانکہ موسیٰؑ بلحاظ شریعت منزلہ من اللہ حق پر تھے۔

جواب۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ کے آگے اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ بھی لکھا ہے

فساد کا لفظ بھی وسیع ہے جو شے کسی زمانہ میں فساد کا موجب ہو سکتی ہے وہ آئندہ زمانہ میں قتل نفس کا موجب بھی ہو سکتی ہے حشرات الارض کو دیکھو کیسے ہر روز مارے جاتے ہیں اسلئے کہ آئندہ فساد کا موجب نہ ہوں جیسا کہ کہا ہے اُقْتُلُوا الْمُؤْذِيَاتِ قَبْلَ الْاِيْذَاءِ تو گویا ہر ایک موذی کا ایذا سے پہلے ہی قتل کرنا بہتر ہے حالانکہ اُس موذی نے ابھی کوئی قتل نہیں کیا۔ مگر قانونِ قدرت ہمیں اُس قانون کے رواج کا نشان دیتا ہے۔ قرآن کریم اور دیگر شرائع آسمانی نے بھی یہی جائز رکھا اور عقل انسانی بھی اس قتل حفظ ما تقدم کے لئے سبق دیتی ہے۔

الغرض خضر علیہ السلام کا کشتی کو عیبدار کرنا اور لڑکے کو قتل کرنا حکم الٰہی سے تھا جیسا کہ ملک الموت حکم الٰہی سے ہر لحظہ کے اندر دنیا میں ہزارہا اموات و حوادث پیدا کرتا رہتا ہے پس جبکہ ملک الموت پر کوئی الزام نہیں آسکتا تو خضر علیہ السلام بالاولیٰ بری ہیں کیونکہ انہوں نے امور مذکورہ میں خدا تعالےٰ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ چنانچہ وہ ظاہر کرتے ہیں وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ یعنے میں نے طبعی امر سے یہ کام نہیں کئے بلکہ بالہام الٰہی کئے ہیں۔

شرعی و الہامی امور الگ الگ رہتے ہیں اسلئے کشفی یا الہامی امور کو شریعت کے تابع نہیں رکھنا چاہئے۔ وحی الہامی کا معاملہ اور ہی رنگ کا ہوتا ہے اسکی ایک دو نظیریں نہیں بلکہ ہزاروں نظائر موجود ہیں بعض وقت ملہم کو الہام کی رو سے ایسے احکام بتائے جاتے ہیں کہ شریعت کی رو سے اُنکی بجا آوری درست نہیں ہوتی مگر ملہم کے لئے فرض ہوتا ہے کہ اُنکی بجا آوری میں ہمہ تن مصروف رہے ورنہ گنہگار ہوگا۔ حالانکہ شریعت اُسے گنہگار نہیں ٹھہراتی یہ تمام باتیں مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا کے تحت میں ہوتی ہیں۔ ایک جلد باز شخص بے شک اسے خلاف شریعت قرار دیگا مگر یہ اسکی جلد بازی ہوگی کہ اُن باتوں کو خلاف شریعت سمجھے در اصل اہل باطن کے لئے بھی ایک شریعت ہوتی ہے جسکی بجا آوری اُنپر فرض ہوتی ہے۔ ابتدائے دنیا سے یہ باتیں دوش بدوش چلی آتی ہیں یعنے شریعت ظاہری وہ ہے کہ جسمیں امور دنیا کا پورا پورا انصرام و اہتمام کیا گیا ہے تاکہ اسکے انتظام میں بلحاظ ظاہر کے کوئی بات خلاف طریق ظاہر نہ ہو۔ شریعت باطنی وہ ہے کہ بعض امور ظاہری جو بادی النظر میں کامل طور پر ظہور پذیر نہیں ہو سکتے الہام و کشوف سے ظاہر اور رواج دیئے جاتے ہیں۔ اور وہ در اصل ظاہری احکام شریعت کے کشف حقائق ہوتے ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ترجمہ۔ یعنے جان بوجھکر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ مگر ایک شخص کو حکم

ہوتا ہے کہ تو بچے کو دریا میں ڈال دے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو حکم ہوا تھا یا
حکم ہوتا ہے کہ دریا کو چیر کر نکل جا جیسے کہ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا اور وہ مع
لشکر بغیر کسی کشتی کے دریا سے پار چلے گئے۔ یا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ
اپنے بیٹے کو ذبح کر دے اور آپ اُسکو ذبح کرنے پر تیار ہو گئے تھے۔ یہ امور ظاہری شریعت
سے وراء الوراء ہوتے ہیں۔ جنکو اہل حق ہی سمجھتے ہیں۔ اور وہی انکو بجا لاتے ہیں۔ ورنہ اسطرح
تو خدا تعالےٰ پر اعتراض ہوتا ہے حالانکہ خدا تعالےٰ کی پاک ذات ہر ایک عیب و نقص
سے منزہ ہے۔ اسکا سر وہی جانتے ہیں جو خدا تعالےٰ سے خاص تعلق رکھتے ہیں۔ ایسے
امور میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے۔ خدا تعالےٰ نے یہ قصص قرآن کریم میں اسلئے
بیان فرمائے ہیں کہ انسان ادب سیکھیں۔

اس سوال کا جواب کہ موسیٰ نے اعتراض کرنے میں کیوں جرأت کی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ
نے ایک عظیم الشان ادب اسرار الٰہی کے دریافت کرنے میں ایک عظیم الشان نبی کے ذریعہ
سکھایا کہ جب وہ نبیؑ صاحب شریعت باوجود عالی مرتبہ ہونے کے اسرار الٰہی میں با ادب
ہونے کی دعوت کی گئی ہے تو تم امتی ہو کر بہت ڈر کر قدم رکھو۔ یہ ایسے ایسے امور ہیں کہ
ظاہری شریعت کو تو منسوخ کرتے ہوئے ہیں مگر در اصل وہ شریعت کے اسرار ہوتے ہیں جنکی کُنہ و
راز کو معلوم کرنا انسان کا کام نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ علام الغیوب اپنے فضل و کرم سے
خود مطلع نہ کرے۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی ایک طبیب کا قصہ حسب حال
واقعہ ہذا کے لکھا ہے کہ اُس نے ایک شخص کو مسہل دیکر ہلاک کر دیا۔ حالانکہ وہ طبیب واجب
القتل نہ ٹھہرا اور نہ اُسپر قصاص لازم آیا اسلئے کہ وہ مامور تھا اس نے اپنے نفس سے اسکو قتل
نہ کیا تھا۔ بلکہ امر الٰہی سے کیا۔ اسیطرح ملک الموت خدا جانے کس کس طرح ہر روز جانیں نکال
رہا ہے مگر اسپر کوئی قتل یا خون کا مقدمہ چل نہیں سکتا۔ وہ تو مامور ہوئے۔ اولیاء کا طائفہ ابدال
ملائکہ کے رنگ میں ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ اُن سے کئی خدمات لیتا ہے۔

سوال - حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام دونوں میں سے افضل کون تھا۔

جواب - عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي۔

سوال - کیا یہ قصہ بیان کرنے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین نہیں ہوتی۔

جواب - اس قصہ سے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بزرگی ثابت ہوتی ہے کہ وہ خدا تعالےٰ

علوم کی پیاس ظاہر کرنے اور انکا انکشاف چاہتے ہیں اور یہ بیان تو خود خدا تعالےٰ نے اپنے دو بزرگ و مقبول بندوں کا ذکر فرمایا کہ وہ میرے علوم کے اسرار میں اسطرح تکرار کرتے تھے کہ ایک اُن اُمور کو جو در اصل جائز و مشروع تھے فی البدیہ غیر شرع قرار دیدیتا تھا۔ اور پھر جب اسکو اُن امور کے راز سمجھائے جاتے تھے تو وہ اُن کو مان لیتا تھا۔ اور یہ قصہ خدا تعالےٰ نے محض امت محمدیہ کی عبرت کے لئے بیان فرمایا ہے کہ انسان خواہ بڑے سے بڑا مرتبہ رکھتا اور عالیقدر ہو وہ سارے علوم الٰہیہ کا حاوی نہیں ہوتا۔ اور پھر اس میں یہ راز مضمر ہے کہ انسان خواہ کتنا ہی رفیع القدر ہو جب اُسپر کسی امر کا حق کھُل جاوے تو اُسکے ماننے میں عار نہ رکھے۔ اور علوم غامضہ اور اسرار مخفیہ جنکا وہ خود حاوی نہ ہو اُن سے ناواقفی کی وجہ سے فی الفور انکا انکار نہ کر بیٹھے۔ بلکہ جب حق کھل جائے تو حضرت موسیٰ کی طرح حق کو مان لے۔

اس قصہ میں یہ عبرت بھی مرکوز ہے کہ جس امر کی واقفیت نہ ہو اُسمیں بغیر سوچے سمجھے خواہ مخواہ رائے دینے کو تیار نہ ہو جانا چاہئیے۔ اور خدا تعالےٰ کے حکم وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ کی اطاعت چاہئیے۔ یعنے جس بات کا تجھے علم نہیں اسکے پیچھے نہ پڑ۔

سوال۔ جبکہ آپ نے کتاب ہٰذا کی تمہید ہی اسبات سے شروع کی ہے کہ شریعت کا خطاب عقل پر ہے تو پھر یہ کیوں لکھدیا ہے کہ شریعت کے اسرار سمجھنے میں عقل کی دسترس نہیں ہے۔

جواب۔ بلاشبہ شریعت کا خطاب عقل پر ہے اور احکام شریعت کے اسرار اور انکی علتوں کا معلوم کرنا بھی عقل ہی کا خاصہ ہے۔ اور یہ ایسا ہے جیساکہ آئینہ میں اپنا منہ وغیرہ دیکھنا۔ مگر آئینہ بغیر نور آفتاب کچھ کام نہیں دیکھتا ایسا ہی اسرار احکام الٰہی کا معلوم کرنا بجز امداد کلام الٰہی ناممکن ہے۔

ہمارا اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ عقل کو بالکل معطل کر دیا جائے بلکہ ہماری یہ مراد ہے کہ امور غامضہ الٰہیہ کے حل و کشف میں کلام الٰہی کا ارشاد ضرور چاہئیے۔ اور اگر کسی حکم الٰہی کی علت و حکمت معلوم نہ ہو تو اس سے یہ امر لازم نہیں ہوجاتا کہ جس حکم الٰہی کی کسیکو علت معلوم نہ ہو اُسکو بے وجہ و مہمل سمجھا جاوے بلکہ اسکی اطاعت لازم ہے۔ دنیا میں ہزارہا قسم کی بوٹیاں ہیں جنکے خواص سارے کے سارے اہل دنیا پر ابتک منکشف نہیں ہوچکے مگر عدم علم خواص اُن اشیاء سے یہ کہنا نہیں لازم آتا کہ جن بوٹیوں و اشیاء کے خواص ہمکو

معلوم نہیں ہیں وہ بے فائدہ و عبث ہیں۔ اُنکے پیدا کرنے میں خدا نے عبث کام کیا ہے (تعالی اللہ عن ذالک)

حضرت امام محمد فخر الدین رازی مؤلف تفسیر کبیر کو اللہ تعالےٰ بہشت میں خوش و خورم رکھے کہ اُن پر کسی نے سوال کیا تھا اِنَّ الْحَدَثَ یَخْرُجُ مِنْ مَوْضِعٍ وَالْغُسْلُ یَجِبُ مِنْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ وَھُوَ خِلَافُ الْمَعْقُوْلِ **ترجمہ**۔ یعنے خروج ہوا کے سبب وضو کرنا بے معنے بات ہے کیونکہ ایک اندام سے تو ہوا نکلتی ہے اور اُسکے بدلہ میں دوسرے اندام کو دھونا واجب ہوتا ہے۔ اور یہ بات خلاف عقل ہے۔

چونکہ علامہ موصوف کو علم الابدان کے عدم علم کی وجہ سے اس امر کا بھید معلوم نہ تھا اسلئے لکھدیا کہ گو ہم اس امر کا بھید نہیں جانتے مگر یہ امر حکمت و علت سے خالی نہیں ہے اس سے امام موصوف کا تقوی میں عالی پایہ معلوم ہوتا ہے کہ جو بات نہیں آتی تھی اسکا صاف اظہار کر دیا۔ علامہ موصوف پر وضو کے متعلق کچھ اور سوالات بھی وارد تھے جنکو ہم بعینہا یہاں درج کر دیتے ہیں۔ اور انکے جوابات کی توفیق آج خدا تعالےٰ نے مؤلف کتاب ہذا کو عطا فرمائی ہے (فالحمد للہ تعالی علی ذالک)۔

۱۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی ذَکَرَ ھٰذِہِ الْاَعْضَاءَ لَا عَلٰی وَفْقِ التَّرْتِیْبِ الْمُعْتَبَرِ فِی الْحِسِّ وَلَا عَلٰی وَفْقِ التَّرْتِیْبِ الْمُعْتَبَرِ فِی الشَّرْعِ۔ وَذٰلِکَ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ التَّرْتِیْبَ وَاجِبٌ۔

۲۔ بَیَانُ الْمُقَدَّمَۃِ الْاُوْلٰی اَنَّ التَّرْتِیْبَ الْمُعْتَبَرَ فِی الْحِسِّ اَنْ یَّبْدَاَ مِنَ الرَّاْسِ نَازِلًا اِلَی الْقَدَمِ اَوْ مِنَ الْقَدَمِ صَاعِدًا اِلَی الرَّاْسِ۔ وَالتَّرْتِیْبُ الْمَذْکُوْرُ فِی الْاٰیَۃِ لَیْسَ کَذٰلِکَ۔

۳۔ وَاَمَّا التَّرْتِیْبُ الْمُعْتَبَرُ فِی الشَّرْعِ فَھُوَ اَنْ یُّجْمَعَ بَیْنَ الْاَعْضَاءِ الْمَغْسُوْلَۃِ وَیُفْرَدَ الْمَمْسُوْحَۃُ عَنْھَا وَالْاٰیَۃُ لَیْسَتْ کَذٰلِکَ فَاِنَّہٗ تَعَالٰی اَدْرَجَ الْمَمْسُوْحَ فِیْ اَثْنَاءِ الْمَغْسُوْلَاتِ اِذَا ثَبَتَ ھٰذَا فَنَقُوْلُ ھٰذَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ التَّرْتِیْبَ وَاجِبٌ وَالدَّلِیْلُ عَلَیْہِ اَنَّ اِھْمَالَ التَّرْتِیْبِ فِی الْکَلَامِ مُسْتَقْبَحٌ فَوَجَبَ تَنْزِیْہُ کَلَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَنْہُ تَرْکُ الْعَمَلِ بِہٖ فِیْمَا اِذَا صَارَ ذٰلِکَ مُحْتَمَلًا لِلتَّنْبِیْہِ عَلٰی اَنَّ ذٰلِکَ التَّرْتِیْبَ وَاجِبٌ فَیَبْقٰی فِیْ غَیْرِ ھٰذِہِ الصُّوْرَۃِ عَلٰی وَفْقِ الْاَصْلِ۔

۴۔ اِنَّ اِیْجَابَ الْوُضُوْءِ غَیْرُ مَعْقُوْلِ الْمَعْنٰی وَذٰلِکَ یَقْتَضِیْ وُجُوْبَ الْاِتْیَانِ

بِهٖ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِیْ وَرَدَ فِی النَّصِّ۔

۵۔ اِنَّ الْحَدَثَ يَخْرُجُ مِنْ مَوْضِعٍ وَالْغُسْلُ يَجِبُ مِنْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ وَهُوَ خِلَافُ الْمَعْقُوْلِ۔

۶۔ اِنَّ الْاَعْضَاءَ الْمُحْدِثَ طَاهِرَةٌ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ وَكَلِمَةُ اِنَّمَا لِلْحَصْرِ وَقَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ لَا يَنْجُسُ حَيًّا وَلَا مَيِّتًا وَتَطْهِيْرُ الطَّاهِرِ مُحَالٌ۔

۷۔ اِنَّ الشَّرْعَ اَقَامَ التَّيَمُّمَ مَقَامَ الْوُضُوْءِ وَلَا شَكَّ اَنَّهٗ ضِدُّ النَّظَافَةِ وَالْوَضَاءَةِ

۸۔ اِنَّ الْمَاءَ الْكَدِرَ الْعَفِنَ يُفِيْدُ الطَّهَارَةَ وَمَاءُ الْوَرْدِ لَا يُفِيْدُهَا فَثَبَتَ بِهٰذَا اَنَّ الْوُضُوْءَ غَيْرُ مَعْقُوْلِ الْمَعْنٰى وَاِذَا ثَبَتَ هٰذَا وَجَبَ الْاِعْتِمَادُ فِيْهِ عَلٰى مَوْرِدِ النَّصِّ لِاحْتِمَالِ اَنْ يَكُوْنَ التَّرْتِيْبُ الْمَذْكُوْرُ مُعْتَبَرًا اِمَّا لِمَحْضِ التَّعَبُّدِ اَوْ لِحِكَمٍ خَفِيَّةٍ لَا نَعْرِفُهَا۔ (تفسیر کبیر جلد سوم ص ۳۷۷)

ترجمہ ۱۔ خدا تعالیٰ نے ان اندامون کا ذکر نہ تو ترتیب محسوس کے موافق اور نہ ترتیب مشروع کے مطابق بیان فرمایا ہے۔ اور ترتیب منصوصی اسبات پر دال ہے کہ اسکی رعایت واجب ہے۔

۲۔ معتبر ترتیب اسطرح محسوس ہوتی ہے کہ اول وضو کو سر سے شروع کر کے نیچے کو پاؤں پر ختم کیا جائے۔ یا پاؤں سے شروع کر کے اوپر کو سر پر ختم کیا جاوے۔ اور آیت میں یہ ترتیب مذکور نہیں ہے۔

۳۔ اور شرعی ترتیب اسطرح معتبر ہے کہ دھوئے جانے والے اندام یک جا الگ اور مسح کئے جانے والے اندام الگ مذکور ہوتے۔ اور آیت میں یہ ترتیب نہیں ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ممسوح اندامون کو مغسول اندامون کے درمیان درج فرمایا ہے جب یہ بات ثابت ہوئی تو ہم کہتے ہیں یہ ترتیب اسبات پر دال ہے کہ ترتیب منصوص کی رعایت واجب ہے۔ اور اسپر دلیل یہ ہے کہ کلام الٰہی کی ترتیب کا چھوڑنا برا ہے پس خدا تعالیٰ کا کلام اس سے منزہ ہے کہ اسکی ترتیب کے موافق اس پر عمل نہ کیا جائے کیونکہ اس میں اس امر کی آگاہی کا احتمال ہے کہ ترتیب منصوص کی رعایت واجب ہے اور اس صورت کے سوا ترتیب اصل کے موافق رہتی ہے۔ پاؤں۔ ہاتھ۔ منہ۔ سر۔

۴۔ وجوب وضو بے معنے ہے۔ اور اسکی ترتیب منصوص کا اقتضا ہے کہ عمل میں اسکی منصوصی ترتیب کی رعایت واجب ہے۔

۵۔ ہوا ایک اندام سے نکلتی ہے اور وہ ہونا اُسکے بدلہ میں دوسرے اندام کو واجب ہوتا ہے اور یہ بات خلاف عقل ہے۔

۶۔ بے وضو آدمی کے اندام پاک ہوتے ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف مشرک پلید ہی پلید ہوتے ہیں۔ اس آیت میں کلمہ انّما حصر کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف مشرک ہی پلید ہوتے ہیں مومن پلید نہیں ہو سکتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مومن ناپاک نہیں ہوتا۔ نہ زندگی میں۔ نہ مرنے کے بعد۔ اور پاک کا پاک کرنا محالات میں سے ہے۔

۷۔ شریعت نے تیمم کو قائمقام وضو کا ٹھرایا ہے اور اسمیں کچھ شک نہیں ہے کہ تیمم کا فعل وضو کی نظافت اور صفائی کے برخلاف ہے۔

۸۔ گدلا اور گندہ پانی طہارت کے لئے مفید اور آب گلاب غیر مفید ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ وضو کے معنے ومراد غیر معقول ہے۔ اور جب یہ بات ثابت ہوئی تو اس پر مورد نص کے موافق اعتماد چاہئے کیونکہ اسمیں احتمال یہ ہے کہ وضو کی یہ مخصوصی ترتیب یا تو محض تعبد وعبادت یا کسی پوشیدہ حکمت کے لئے ہو جسکو ہم نہیں جانتے (کبیر جلد سوم رازی)

وضو کی اس ترتیب منصوصی کی وجہ اور خروج ہوا سے وجوب وضو کی حکمت مفصل طور پر اسرار شریعت اسی جلد کتاب طہارت میں مذکور ہو چکی ہے۔ لہذا اسکے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ دیکھو صفحہ ۴۰ سے ۴۳ تک و صفحہ ۶۶ سے ۷۱ تک۔

اِعْلَمُوا اَنَّ الشَّرِيعَةَ مَبْنَاهَا وَاَسَاسُهَا عَلَى الْحِكَمِ وَمَصَالِحِ الْعِبَادِ فِي الْمَعَاشِ وَالْمَعَادِ وَهِيَ عَدْلٌ كُلُّهَا وَرَحْمَةٌ كُلُّهَا وَمَصَالِحُ كُلُّهَا وَحِكْمَةٌ كُلُّهَا فَكُلُّ مَسْئَلَةٍ خَرَجَتْ عَنِ الْعَدْلِ اِلَى الْجَوْرِ وَعَنِ الرَّحْمَةِ اِلَى ضِدِّهَا وَعَنِ الْمَصْلَحَةِ اِلَى الْمَفْسَدَةِ وَعَنِ الْحِكْمَةِ اِلَى الْعَبَثِ فَلَيْسَتْ مِنَ الشَّرِيعَةِ وَاِنْ اُدْخِلَتْ فِيهَا بِالتَّاوِيلِ فَالشَّرِيعَةُ عَدْلُ اللهِ بَيْنَ عِبَادِهِ وَرَحْمَتُهُ بَيْنَ خَلْقِهِ وَظِلُّهُ فِي اَرْضِهِ وَحِكْمَتُهُ الدَّالَّةُ عَلَيْهِ وَعَلَى صِدْقِ رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَمُّ دَلَالَةٍ وَاَصْدَقُهَا وَهِيَ نُورُهُ الَّذِي بِهِ اَبْصَرَ الْمُبْصِرُونَ وَهُدَاهُ الَّذِي بِهِ اهْتَدَى الْمُهْتَدُونَ وَشِفَاؤُهُ التَّامُّ الَّذِي بِهِ دَوَاءُ كُلِّ عَلِيلٍ وَطَرِيقُهُ الْمُسْتَقِيمُ الَّذِي مَنِ اسْتَقَامَ عَلَيْهِ فَقَدِ اسْتَقَامَ

عَلٰی سَوَاءِ السَّبِیْلِ فَھِیَ قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَحَیَاۃُ الْقُلُوْبِ وَلَذَّۃُ الْاَرْوَاحِ فَھِیَ لَھَا الْحَیٰوۃُ وَالْغِذَاءُ وَالدَّوَاءُ وَالنُّوْرُ وَالشِّفَاءُ وَالْعِصْمَۃُ وَکُلُّ خَیْرٍ فِی الْوُجُوْدِ فَاِنَّمَا ھُوَ مُسْتَفَادٌ مِنْھَا وَحَاصِلٌ بِھَا وَکُلُّ نَقْصٍ فِی الْوُجُوْدِ فَسَبَبُہٗ مِنْ اِضَاعَتِھَا وَلَوْلَا رُسُوْمٌ قَدْ بَقِیَتْ لَخَرِبَتِ الدُّنْیَا وَطُوِیَ الْعَالَمُ وَھِیَ الْعِصْمَۃُ لِلنَّاسِ وَقِوَامُ الْعَالَمِ وَبِھَا یُمْسِکُ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَاِذَا اَرَادَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی خَرَابَ الدُّنْیَا وَطَیَّ الْعَالَمِ رَفَعَ اِلَیْہِ مَا بَقِیَ مِنْ رُسُوْمِھَا فَالشَّرِیْعَۃُ الَّتِیْ بَعَثَ اللّٰہُ بِھَا رَسُوْلَہٗ ھِیَ عَمُوْدُ الْعَالَمِ وَقُطْبُ رَحَی الْفَلَاحِ وَالسَّعَادَۃُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ **ترجمہ**۔ واضح ہو کہ اسلامی شریعت کی بنا اور بنیاد بندوں کی معاش و معاد کی حکمتوں و مصالح پر ہے۔ اسلامی شریعت ساری کی ساری عدل اور رحمت اور مصالح و حکمت ہے۔ پس ہر ایک مسئلہ جو عدل سے ظلم اور رحمت سے اسکی ضد اور مصلحت سے فساد اور حکمت سے عبث کیطرف خارج ہو جاوے وہ اسلامی شریعت سے نہیں ہے۔ اور اگر اسمیں تاویل کرو تو اسلامی شریعت خدا تعالےٰ کا عدل ہے اسکے بندوں کے درمیان۔ اور اسکی رحمت ہے اسکی مخلوق کے درمیان۔ اور اسکا سایہ ہے اسکی زمین میں اور اسکی حکمت ہے جو اسکی طرف رہنما ہے اور خدا تعالےٰ کے رسول پر پوری پوری دلالت صداقت ہے۔ اسلامی شریعت خدا کا وہ نور ہے جس سے دیکھنے والوں کو راہ خدا کی بینائی ملتی ہے۔ اسلامی شریعت خدا کا وہ راہ ہدایت ہے جسپر چلنے سے ہر طالب ہدایت کو ہدایت ملتی ہے۔ اسلامی شریعت وہ شفا دینے والی چیز ہے جو ہر بیمار کے لئے دوا ہے۔ اسلامی شریعت خدا کی وہ سیدھی راہ ہے کہ جو کوئی اُسپر قائم ہوا وہ راہ راست پر قائم ہو گیا۔ اسلامی شریعت آنکھوں کی خنکی اور دلوں کی زندگی اور ارواح کی لذت کی باعث ہے۔ اسلامی شریعت دلوں کی زندگی اور غذا اور دوا اور نور و شفا اور عصمت ہے اور ہر ایک نیکی جو دنیا میں دائر و سائر ہے وہ اسلامی شریعت سے نکلی ہے اور ہر ایک بدی جو اہل دنیا سے سرزد ہو رہی ہے وہ اسلامی شریعت کا پابند نہونیکی وجہ سے ہے اگر اسلامی شریعت کی رسوم باقی نہ رہی ہوتیں تو دنیا ویران ہو جاتی اور جہان کا دفتر لپیٹا گیا ہوتا۔ اسلامی شریعت لوگوں کی حفاظت اور جہان کے قیام کی باعث ہے اور اسی کے لحاظ پر خدا نے آسمانوں اور زمینوں کو تھاما ہے۔ جب خدا تعالےٰ دنیا کو ویران اور کارخانہ جہان کو لپیٹنا چاہیگا تو اسلامی شریعت کی بقیہ رسوم خدا تعالیٰ کی طرف مرفوع

ہو جاویگی۔ پس اسلامی شریعت جسکے ساتھ خدا نے اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے اس جہان کا ستون ہے اور آسیائے نجات وسعادت دنیا وآخرت کا اس پر مدار ہے۔

وجہ تسمیہ زکوٰۃ وصدقہ

لفظ زکوٰۃ تزکیہ سے نکلا ہے جسکے معنے پاک کرنے کے ہیں اور زکوٰۃ کے معنے پاکی۔ نمو وترقی کے ہیں۔ چونکہ زکوٰۃ انسان کے لئے بخل وگناہ وعذاب سے پاکی ورہائی وطہارت کی موجب وترقی مالی وطہارت دل کی باعث ہے لہذا اس فعل کا نام زکوٰۃ ہوا۔ اسیطرف خدا تعالے نے قرآن کریم میں اشارہ فرماتا ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ ترجمہ۔ یعنے اُسے نبی لوگوں کے مالوں سے صدقہ لے لو کیونکہ یہ امر انکی طہارت اور پاکیزگی کا باعث ہوگا۔ اور اس فعل کا نام صدقہ اسلیئے ہوا کہ یہ فعل صدقہ دینے والے کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے۔

حکمت تعیین زکوٰۃ

ا۔ لفظ زکوٰۃ خود اس امر کی طرف ایما کرتا ہے کہ اس فعل میں تزکیہ وطہارت ملحوظ ہے سو وہ زیادہ تر فاعل زکوٰۃ کے لیئے ہے۔ زکوٰۃ دینا اسلیئے مقرر ہوا کہ اس سے غربا کی پرورش وحاجتمندوں کی کاربرآری۔ رفع عادتِ بخل ودفع عذاب وترقی دیانی مالِ فاعل زکوٰۃ ہو چنانچہ اسکے بالمقابل زکوٰۃ نہ دینے والوں کے حق میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ترجمہ۔ وہ لوگ جو اُن نعمتوں میں بخل کرتے ہیں جو خدا نے اپنے فضل سے انکو دی ہیں۔ یہ ہرگز خیال نہ کریں کہ یہ اُنکے حق میں اچھا ہے بلکہ برا ہے قیامت کے روز یہ چیزیں جسکا انھوں نے بخل کیا انکے گلے کا طوق ہونگی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اشیاء کی ارواح انکی معانی کے موافق متمثل ہوتی ہیں۔ چنانچہ عالم معاد میں دولت کی محبت سانپ کی صورت میں متمثل ہوگی یا دہ اموال مفرّ صورتوں میں اُسکے سامنے متمثل ہونگے۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو فرمایا أَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ
فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلیٰ فُقَرَائِهِمْ **ترجمہ**
انکو بتادے کہ خدا نے اُنپر صدقہ دینا فرض کیا ہے۔ مالداروں سے لیا جاوے اور غریبونکو
دیا جاوے۔

جب کسی مسکین کو کوئی حاجت پیش آتی ہے اور وہ زبان قول یا حال سے اُسکے لئے
خدا کے حضور میں گریہ وزاری کرتا ہے تو اسکا یہ عاجزی کرنا خدا تعالےٰ کی بخشش کے دروازہ
کو کھول دیتا ہے اور اُس وقت مقتضائے مصلحت اکثر یہ ہوتا ہے کہ کسی زکی شخص کو الہام
ہوتا ہے کہ اُسکی حاجت رفع ہو جائے تب الہام اُسپر چھاجاتا ہے اُسکے موافق خدا کی
خوشنودی پیدا ہوتی ہے اور اوپر سے نیچے سے دائیں اور بائیں سے برکتیں اُسپر نازل
ہوتی ہیں اور وہ قابل رحمت آلہی ہو جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک روز مجھسے ایک مسکین نے اپنی
حاجت ظاہر کی وہ اُسکی وجہ سے مضطر ہو رہا تھا تب میں نے اپنے دل میں الہام کی آہٹ
پائی۔ گویا وہ مجھکو حکم دیتا ہے کہ میں اُسکو کچھ دیدوں اور اُسکی حاجت برآری میں امداد کروں
وہ الہام مجھکو بشارت دیتا تھا کہ دنیا و آخرت میں اسکا بڑا اجر ملیگا۔ میں نے اُس مسکین کی حاجت
برآری کرائی اور میں نے اپنے پروردگار کے وعدہ کو سچا دیکھ لیا۔ اُس غریب کا جود آلہی کے
دروازہ کو کھٹکھٹانا اور الہام کا پیدا ہو کر میرے دل کا اُس روز اُسکو اختیار کر لینا اور اُسکے
بعد اجر کا ظاہر ہونا یہ سب امور آنکھ کے سامنے مجھے عیاں ہوئے۔ اکثر کسی موقع پر خرچ
کرنا رحمت آلہی کے نازل ہونے کا باعث ہوا کرتا ہے۔ جب ملاء اعلیٰ کی خواہش کسی کتاب
یا کسی قوم یا کسی انسان کے مشہور اور معزز کرنے کے لئے طے ہو جاتی ہے تو جو شخص
اُسکے کام چلانے کے درپے ہوتا ہے اُسپر رحمت آلہی کے فوارے چھوٹ پڑتے ہیں
خاکسار راقم حروف نے اسبات کو کئی بار ملاحظہ کیا۔ یہ اسطرح ہوتا ہے کہ تنگ حالی میں جب
کسی نہایت مفلس گروہ کا خدا کو زندہ رکھنا مقصود ہوتا ہے تب سچے خبر دینے والے پیغمبر خدا
حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موجب جو شخص ایسی تنگ حالی پر
خیرات کریگا اُسکا عمل مقبول ہو جائیگا۔ ان امور کو جب کوئی شخص سنکر اپنی دلی بشارت
سے حکم آلہی کو مانتا اور اسکی تعمیل کرتا ہے تو وہ خدا تعالےٰ کے وعدہ کو سچا پاتا ہے۔

۲۔ اکثر آدمی سمجھ جاتے ہیں کہ مال کی محبت و بخیلی کرنے سے انکے حق میں مضر ہوگی ان کو وہ مقصود راہ سے باز رکھیگی اسلئے انکو اس خیال سے نہایت تکلیف ہوتی ہے اس تکلیف کو وہ اس طرح دفع کرتے ہیں کہ اپنی نہایت محبوب چیزوں کے صرف کرنے کی مشق کرتے ہیں اسوقت ہیں خرچ کرنا ہی انکے حق میں مفید ہوتا ہے۔ اگر وہ صرف نہ کرتے تو محبت مال اور بخیلی کی خو اسی طرح ان میں باقی رہجاتی۔ اور عالم معاد میں انکو مضر صورتوں میں ہوکر انکو تکلیف دیتی۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَالَّذِینَ یَکْنِزُونَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُونَھَا فِی سَبِیلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیمٍ۔ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِی نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوبُھُمْ وَظُھُورُھُمْ۔ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوقُوا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُونَ۔
ترجمہ۔ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور اسکو راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے انکو عذاب سخت کی خبر دیدے۔ قیامت کے روز دوزخ کی آگ اس سونے اور چاندی پر دہکائی جاوے گی پھر اسکے ساتھ انکی پیشانیوں اور کروٹوں و پشتوں کو داغ دیں گے۔ اور انکو کہیں گے کہ یہ وہ سونا اور چاندی ہے کہ جو تمہارے پاس موجود تھا اور باوجود ضرورت امداد اسلام تمنے اسکو خرچ نہ کیا اور اپنے لئے جمع رکھا۔ اب چکھو اسکے جمع رکھنے کے مزے۔

۳۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی شخص کے مرجانے کا حکم عالم مثال میں قرار پاجاتا ہے کہ اتنے میں وہ بہت سا مال راہِ خدا میں صرف کرتا ہے تو اسکی ہلاکت صرف مال سے محسوس ہوجاتی ہے۔ راقم حروف نے اس قدرت الٰہی کا کرشمہ سنہ ۱۳۱۶ھ میں قاضی فتح محمد مرحوم رئیس گوندل ضلع اٹک کی حالت میں مشاہدہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ اسکی موت قریب تر آپہونچی ہے کہ یکدم اسکے دل میں راہِ خدا میں مال خرچ کرنیکا القا ہوا۔ اس نے مال دینا شروع کردیا۔ یہ صبح کا وقت تھا ظہر کو دیکھا کہ اسکی موت پھر گئی اور وہ کئی سال تک زندوں میں تمام ہوگیا۔ قریباً چھ سال تک زندہ رہکر اب فوت ہوگیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا یَزِیدُ فِی الْعُمْرِ اِلَّا الْبِرُّ **ترجمہ**۔ یعنے قضا کو دعا ہٹا دیتی ہے اور نیکی سے عمر بڑھ جاتی ہے۔ راہِ خدا میں مال دینا اور غرباء و مساکین سے مواسات کرنا حالی دعا ہے۔ اسکو دفع بلیات و رفع درجات میں بڑا دخل ہے۔

۴۔ آدمی اکثر طبیعت کے غلبہ سے کوئی برا کام کرلیتا ہے۔ پھر اسکی برائی معلوم کرکے

نہایت شرمندہ ہوتا ہے لیکن طبیعت پھر غالب آجاتی ہے اور اس کام کو پھر کرتا ہے ایسے نفس کا علاج یہی ہے کہ اپنے فعل کے تاوان کے لئے بہت سا مال صرف کرے تاکہ یہ نقصان اسکے پیش نظر رہے اور پھر آئندہ ایسے کام سے اسکو روکے۔

۵۔ زکوٰۃ دینے کا فعل اور اسکے آثار مؤثرہ ظاہر کر رہے ہیں اور ہر مزاج سلیم میں یہ بات مرکوز ہے کہ یہ فعل کرنے سے بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی ہوتی ہے۔ یہ ایسی خصلت ہے جس پر بہت سے اخلاق موقوف ہوتے ہیں جنکا انجام لوگوں کے ساتھ خوش معاملگی ہے۔

۶۔ جس شخص میں ہمدردی بنی نوع نہیں ہوتی اسکے اندر نہایت نقصان ہوتا ہے جسکی اصلاح اسپر واجب ہے اور وہ غربا بنی نوع انسان کو مال دینے سے ہوتی ہے۔

۷۔ زکوٰۃ و صدقات گناہوں کو دور کرنے اور برکات کو زیادہ کرنے کے بزرگترین ذرائع و اسباب ہیں۔

۸۔ شہر کے اندر بالضرور ہر قسم کے لوگ ناتوان اور حاجتمند وغیرہ ہوتے ہیں اور یہ حوادث آج ایک پر اور کل دوسرے پر ہوتے رہتے ہیں۔ پس اگر رفع فقرا و رحاجت کا طریقہ ان میں نہ پایا جائے تو ضرور وہ ہلاک ہو جاویں اور بھوک کے مر جاویں۔

۹۔ شہر کے انتظام کے لئے ایسے مال کا ہونا ضروری ہے جسکے اندر اسکے محافظین اور مدبرین اور حکام کی معاش کا مدار ہو اور چونکہ وہ لوگ اس شہر کے کارکن اور اس کے حق میں نفع پہونچانے والے ہوتے ہیں اور اسکے سبب سے کچھ روزگار نہیں کر سکتے لہذا ضروری ہوا کہ انکی معاش اس شہر سے حاصل کیجائے اور خاص خاص لوگ انکے خرچ کے بسہولت متکفل نہیں ہو سکتے یا تحمل ہی نہیں کر سکتے اسلئے ضروری ہوا کہ رعایا کے مال میں سے کچھ حصہ مقرر کیا جائے۔ چونکہ اس سے زیادہ سہل تر مصلحت کے موافق کوئی طریقہ نہ تھا کہ ایک مصلحت کو دوسری مصلحت کے شامل کر دیا جائے۔ لہذا شارع نے ایک کو دوسرے میں داخل کر دیا۔

وجہ تخصیص مقادیر نصاب زکوٰۃ اشیائے متفرقہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ

وَلَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسَۃِ اَوَاقٍ مِنَ الْوَرَقِ صَدَقَۃٌ وَلَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْاِبِلِ صَدَقَۃٌ **ترجمہ** یعنے پانچ وسق سے کم چھوہاروں میں صدقہ نہیں ہے اور نہ پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں صدقہ ہے۔ اور نہ پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ ہے ایک اوقیہ چالیس درہم ہوتے ہیں تو پانچ اوقیے دوسو درہم یعنے دوسو روپیہ ہوا۔ پس ہر چالیس روپیہ میں ایک روپیہ زکوٰۃ دینے کا حکم ہے۔ چنانچہ لکھا ہے من کل اربعین درہما درہما۔ یعنے ہر چالیس روپیہ سے ایک روپیہ دینا چاہئے۔ اب ہم ہر چیز کی مقدار نصاب کی وجہ خصوصیت کو علیحدہ علیحدہ ذیل میں لکھتے ہیں۔

چھوہاروں کی نصاب زکوٰۃ پانچ وسق مقرر ہونیکی وجہ

چھوہاروں میں پانچ وسق کی مقدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلئے مقرر فرمائی کہ یہ مقدار چھوٹے سے چھوٹے کنبے کو ایک سال تک کافی ہوسکتی ہے اسواسطے کہ کم سے کم گھر میں ایک خاوند اور ایک بیوی اور ایک خدمتگار یا انکا بچہ ہوتا ہے اور جو اسکے قریب قریب ہو وہ بھی اسی قسم سے ہے۔ اور اکثر ایک آدمی کی خوراک ایک رطل یا ایک مُد کی ہوتی ہے۔

چاندی کی نصاب پانچ اوقیہ یعنے دوسو روپیہ مقرر ہونیکی وجہ

چاندی کی مقدار پانچ اوقیہ یعنے دوسو روپیہ اسواسطے مقرر فرمائی کہ یہ مقدار بھی چھوٹے سے چھوٹے کنبہ کو بشرطیکہ اکثر ملکوں میں غلہ کا نرخ قریب قریب ہو پورے ایک سال کے لئے کافی ہوسکتی ہے اور معتدل ملکوں میں تلاش کرنے سے لوگوں کی عادات کا گرانی اور ارزانی میں یہ حال معلوم ہوسکتا ہے۔ چاندی کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے۔ پس ایک سو ننانوے درہم چاندی ہو تو اسپر کچھ زکوٰۃ دینی نہیں پڑتی۔

پانچ اونٹوں کی مقدار میں نصاب زکوٰۃ مقرر ہونیکی وجہ

اونٹ کی نصاب کی تعداد پانچ مقرر کی گئی۔ اور ان پانچ کی زکوٰۃ ایک بکری واجب کی گئی اگرچہ فی الحقیقت جس جنس کا مال ہو اسی قسم کا مال زکوٰۃ میں لینا چاہئے اور نیز زکوٰۃ کی تعد

ایک مقدار کثیر مقرر کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اونٹ سب مواشی میں ایک عظیم الجثہ اور بڑا نفع پہونچانے والا جانور ہے۔ خواہ اُسکو ذبح کرکے کھاؤ خواہ اُسپر سواری کرو۔ دودھ پیو خواہ اُس سے بچے لو۔ اور اُسکے بال اور کھال سب کام میں آتے ہیں۔

زمانہ سابق میں ایک اونٹ دس اور کوئی آٹھ اور کوئی بارہ بکریوں کے برابر سمجھا جاتا تھا جیسا کہ بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے۔ اسواسطے پانچ اونٹ بکریوں کی ادنیٰ نصاب کے برابر سمجھے گئے۔ اور ایک بکری اُنکی زکوٰۃ سمجھی گئی۔

یہ بات متواتر مسلمانوں میں چلی آتی ہے کہ پانچ اونٹ کی زکوٰۃ ۲۴ تک ایک بکری ہے اور ۲۵ اونٹ کی ۳۵ تک بنت مخاض ہے (اونٹ کا وہ بچہ جو ایک برس سے نکلکر دوسرے میں پاؤں رکھے) اور ۳۶ سے ۴۵ تک بنت لبون دینا پڑتا ہے (بنت لبون اونٹ کا وہ بچہ جو تیسرے برس میں ہو) ۴۶ سے ۶۰ تک ایک حقہ دینا پڑتا ہے (حقہ اونٹ کا وہ بچہ ہے جو چوتھے برس میں ہو) اور ۶۱ سے ۷۵ تک جذعہ ہے (جذعہ اونٹ کا وہ بچہ ہے جو پانچویں برس میں ہو) اور ۷۶ سے ۹۰ تک دو بنت لبون ہیں اور ۹۱ سے ۱۲۰ تک دو حقے ہیں۔

اور ۱۲۰ سے آگے ہر ۴۰ اونٹوں پر ایک بنت لبون اور ہر ۵۰ پر ایک حقہ ہے۔

اصل اسکی یہ ہے کہ جب اونٹوں کی دانگوں پر اونٹنیوں کا تقسیم کرنا چاہا تو چھوٹی اونٹنی کو چھوٹے دانگ کے لیئے اور بڑے کو بڑے کے لیئے انصاف کے اعتبار سے مقرر کیا اور دانگ کا اطلاق اُنکے عرف میں ۲۰ سے زیادہ پر ہوتا ہے اسلئے ۲۵ سے اسکو منضبط کیا۔ پھر ہر دہائی پر عمر کی زیادتی کا لحاظ کیا گیا جسمیں عرب کی رغبت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اسلئے ہر پندرہ میں اُس زیادتی کو مقرر کیا۔

بکریوں کی نصاب زکوٰۃ ۴۰ سے شروع ہونیکی وجہ

بکریوں کی زکوٰۃ ۴۰ سے ۱۲۰ تک میں ایک بکری ہے اور اُس سے آگے ۲۰۰ تک ۲ بکریاں ہیں۔ اسکے بعد ۳۰۰ تک ۳ بکریاں ہیں۔ بعد ازاں ہر سیکڑے پر ایک بکری ہے اسمیں یہ وجہ ہے کہ بکریوں کا گلہ تھوڑا بھی ہوتا ہے اور زیادہ بھی ہوتا ہے انکے گلوں میں بہت سا فرق ہوتا ہے کیونکہ بکریوں کا پالنا آسان ہوتا ہے۔ اور ہر شخص اپنی گنجائش کے موافق پال سکتا ہے۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے گلہ کا اندازہ ۴۰ بکریوں کے ساتھ

کیا اور بڑے کا اس مقدار سے چند پر اور پھر ہر سیکڑے پر حساب کی آسانی کے لئے ایک بکری مقرر کی۔

بیلوں وگایوں کی زکوٰۃ کا نصاب ۳۰ سے شروع ہونے کی حکمت

گائے بیل کی زکوٰۃ ہر ۳۰ گایوں میں ایک سال کا بچھڑا یا بچھیہ ہے اور ہر ۴۰ میں دو برس کا بچھڑا یا بچھیہ ہے۔ یہ اسلئے ہے کہ گائے بیل کی جنس اونٹ اور بکری کے درمیان میں ہے اسلئے اس میں دونوں کی مشابہت کا لحاظ کیا گیا۔

چاندی وسونے کی مقدار نصاب کی حقیقت

چاندی میں نقد پر ڈھائی روپیہ (عہ) فیصدی دینے آتے ہیں اور محض چاندی میں چالیسواں حصہ دینا آتا ہے اور ساڑھے سات تولہ سونے میں سوا دو ماشہ سونا زکوٰۃ ہے چونکہ سونا چاندی جملہ اموال میں نفیس مال ہے جسکی مقدار کثیر صرف کرنے سے لوگونکو ضرر پہنچنے کا احتمال ہے اسلئے سب قسموں کے اموال سے اسکی زکوٰۃ کا کم ہونا مناسب ہوا۔ اور سونا بھی چاندی پر قیاس ہوا ہے۔

زکوٰۃ کی ہر چیز میں ایک خاص نصاب کے مقرر ہونے کی وجہ

زکوٰۃ کے لئے نصاب مقرر ہونے کی یہ وجہ ہوئی کہ ہر طرح کے مال کی مقدار مقرر نہ ہوتی تو جو کمی سے دینا چاہتا تو وہ کمی سے دے سکتا تھا اور جو زیادتی سے لینا چاہتا وہ زیادتی سے لے سکتا تھا۔ اور نیز یہ بات بھی ضروری تھی کہ اسکی مقدار زیادہ نہ مقرر کیجائے کہ اسکے دینے سے لوگوں کو بوجھ معلوم ہو۔ عقل سلیم و فطرت صحیحہ کا مقتضا ہے کہ کثرت مال سے کثرت زکوٰۃ دینا لازم ہے لہذا اگر مقدار نصاب مقرر نہ ہوتا تو جن اشخاص کو زیادہ زکوٰۃ دینی پڑتی وہ حرص مال کے باعث بہت تھوڑی زکوٰۃ دیتے اور اس سے غربا و مساکین کی رفع حاجت نہ ہوتی

حقیقت نصاب زکوٰۃ کھیتی

جن کھیتوں نے بارش و چشموں کے پانی سے پرورش پائی ہے انپر دسواں حصہ واجب ہے

اور جن کھیتوں کو راہٹ وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہے اُنپر بیسواں حصہ ہے۔ کیونکہ جنمیں محنت کم ہوتی ہے اور پیداوار زیادہ ہوتی ہے اُنپر لگان زیادہ ہونا چاہئے۔ اور جسمیں محنت زیادہ ہے اور پیداوار کم ہے اُسکے لگان میں تخفیف مناسب ہے۔

سال میں ایکبار ادائے زکوٰۃ کی وجہ

زکوٰۃ ادا کرنے کی ایک ایسی مدت کا مقرر کرنا ضروری ہوا جسمیں سب لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر سکیں۔ اور نیز یہ بات بھی ضروری تھی کہ وہ مدت بہت کم نہ ہو کہ جلد جلد اُنکو زکوٰۃ دینی پڑے۔ اور اسکا ادا کرنا اُنکو دشوار ہو۔ اور نہ وہ مدت اسقدر دراز ہو کہ اس میں ادا کرنے سے انکا بخل کچھ کم نہ ہو۔ اور محتاج لوگ اور محافظین انتظار شدید کے بعد فائدہ اُٹھا سکیں اور مصلحت کے مناسب اس سے زیادہ کوئی مناسب صورت نہیں ہے کہ زکوٰۃ کے لینے میں وہ قانون مقرر کیا جائے کہ بادشاہ عادل اپنی رعایا سے اُسکو برتتے رہتے ہیں اور لوگ اُسکے عادی ہو رہے ہیں کیونکہ جس چیز کے عرب و عجم عادی ہیں وہ بمنزلہ ضروری چیز کے ہوگئی ہے جسکے سبب سے وہ تنگدل نہیں ہوتے اور لوگوں نے اُسکو ایسا مان لیا ہے کہ اُنپر اسکا بار نہیں ہے۔ اُس سے لوگوں کو مکلف کرنا رحم کی شان کے مناسب اور اُنکے قبول کرنے کے قریب ہے اور سب کی عقلوں نے انکو تسلیم کر لیا ہے۔ زکوٰۃ والی چیزوں کے لئے ایک سال کی مدت مقرر کی گئی۔ کیونکہ ایک سال میں ہر ایک قسم کی فصلیں شامل ہوتی ہیں۔ جنکے طبائع مختلف ہوتے ہیں۔ اور نیز ایک سال میں مال کے بڑھنے کا بھی احتمال ہوتا ہے اسلئے ایک سال کی مدت اس قسم کے اندازوں کے لئے مناسب ہے۔

نصاب زکوٰۃ سے پانچواں دسواں بیسواں چالیسواں حصہ دینے کی وجہ

زکوٰۃ کے باب میں پانچواں اور دسواں اور بیسواں اور چالیسواں حصہ معتبر کیا گیا ہے اسکی یہ وجہ ہے کہ صدقہ زیادہ کرنے کا مدار آبادی کی وسعت اور منفعت کی کمی ہے اور تمام ممالک کے پیشے چار ہی مرتبوں سے منتظم ہوا کرتے ہیں۔ انہیں یہ بھی مناسب تھا کہ دو مرتبوں میں فرق صاف طور پر مبین ہو جاوے۔ یعنے ایک مرتبہ کا دوسرے مرتبہ سے دو چند ہونا معلوم ہو جاوے

وجہ اس امر کی کہ جس قسم کا مال ہو اُسی قسم کی زکوٰۃ لی جائے

مصلحت کے اعتبار سے زیادہ آسان اور موافق صورت یہ ہے کہ جس قسم کا مال ہو اُسی قسم میں سے زکوٰۃ لی جائے۔ اسلئے اونٹوں کے دانگ میں سے اونٹنی لی جاتی ہے اور گایوں کے گلہ اور بکریوں کے ریوڑمیں سے گائے اور بکری لی جاتی ہے۔ پھر یہ ضرور ہے کہ مثال اور تقسیم اور تلاش سے اس قسم کے اموال معلوم کئے جائیں تاکہ اُنکے ذریعہ سے جامع اور مانع انکی تعریفیں ہو سکیں۔ اکثر شہروں میں مواشی۔ اونٹ گائے اور بکریاں ہوتی ہیں۔ اور انعام کے لفظ میں وہ سب آجاتی ہیں۔

سائمہ میں وجوب زکوٰۃ و عوامل سے اسقاط زکوٰۃ کی وجہ

دارقطنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے لَيْسَ فِي الْإِبِلِ الْعَوَامِلِ وَلَا فِي الْبَقَرِ الْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ ترجمہ یعنے کام میں لگائے ہوئے اونٹوں اور کام کرنے والے بیلوں میں صدقہ نہیں ہے۔ اسمیں یہ راز ہے کہ جو مال صاحب مال کی خدمت کے لئے مخصوص ہو مثلاً پہننے کے کپڑے اور کام کرنے والے خدمتگار اور رہنے کے مکانات اور سواری کے جانور اور پڑھنے کی کتابیں اور عورات کے مدام پہننے والے زیورات اور کھیتی میں کاشتکاری کے بیلوں اور رہاٹ میں چلنے والے اونٹوں وغیرہ جانوروں میں زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ یہ اشیاء مالک کے دست وپا و آلات ضروریہ کی طرح ہیں۔ عوامل یعنے کام کرنیوالے جانوروں اور سائمہ یعنے مدام چرنے والے جانوروں میں فرق ظاہر ہے کیونکہ جانوران عاملہ نمو وبڑھنے سے الگ کر کے کام میں لگائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور مدام چرنے والے نکمے جانور بڑھنے اور پھیلتے رہتے ہیں لہذا اُن میں زکوٰۃ مقرر نہیں ہوئی اور جانوران عاملہ انسان کے اثاثہ ضروریہ کی طرح ہوتے ہیں لہذا اُن میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ زکوٰۃ کی دو وجہیں ہوتی ہیں۔ نمو کے مال زحاجت سے زائد۔ مگر جانوران عاملہ میں یہ دونوں امر نہیں ہوتے۔ لہذا اُن میں زکوٰۃ مقرر نہیں ہوئی۔

پانچ اونٹوں میں زکوٰۃ مقرر ہونا و ہزار ہا گھوڑوں خچروں ۔ گدھوں میں زکوٰۃ مقرر نہ ہونیکی وجہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں عَفَوْتُ لَکُمْ عَنْ صَدَقَۃِ الْجَبْھَۃِ وَالْکُسْعَۃِ وَالنَّخْسَۃِ ۔ الجبھۃ الخیل والکسعۃ البغال والحمیر والنخسۃ المربیات فی البیوت **ترجمہ** ۔ یعنے میں نے تمکو گھوڑوں ۔ گدھوں ۔ خچروں اور دیگر جانوران عاملہ اور گھر کے مربیات سے صدقہ معاف کر دیا ہے ۔ اور حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم و بخاری میں حدیث آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وَلَیْسَ عَلَی الْمُسْلِمِ فِیْ عَبْدِہٖ وَلَا فَرَسِہٖ صَدَقَۃٌ **ترجمہ** یعنے مسلمان پر اُسکے نوکر و گھوڑے میں صدقہ نہیں ہے ۔ گھوڑے اور اونٹ میں یہ فرق ظاہر ہے کہ گھوڑے جس غرض کے لئے رکھے جاتے ہیں اُس غرض کے لئے اونٹ نہیں رکھے جاتے ۔ بلکہ اونٹ ۔ بکریاں ۔ گائیاں دودھ پینے اور انکی نسلیں بڑہانے اور کھانے اور بوجھ ڈہونے اور تجارت کے لئے ۔ اور ایک مقام سے دوسرے مقام پر اشیاء لیجانے کے لئے رکھے جاتے ہیں ۔ لیکن گھوڑے ۔ گدہے خچر ۔ شان و شوکت ۔ کر و فر ۔ زیب و زینت ۔ طلب و ہرب دوڑ دہوپ و سواری و اقامت دین و حفظ ناموس کے لئے پیدا کئے گئے ہیں ۔ لہذا یہ جانور آلات دستکاری و تن کے کپڑوں و آلات کشاورزی و کاشتکاری و آلات جنگ تیر و تفنگ کی طرح ٹھہرے جنہیں زکوٰۃ نہیں ہے ۔ ہاں اگر یہ جانور بھی تجارت اور نمو کے لئے رکھے جائیں تو اُن میں زکوٰۃ ہے اور آلات و جانوران عاملہ و جانوران سواری میں زکوٰۃ نہ ہونا ظاہر ہے کہ یہ آلات و جانور انسان کے لئے مثل اُسکے ہاتھ پاؤں کے ہیں ۔ جنہیں زکوٰۃ مقرر نہیں ہوتی ۔

اموال کا مختلف صورتوں میں ہو کر زکوٰۃ نہ دینے والیکو قبر و حشر میں دُکھ دینے کا راز

خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا

فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۔ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ

ترجمہ ۔ یعنے جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسکو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انکو عذاب دردناک کی خبر سنا دے کہ دوزخ کی آگ میں قیامت کے دن سونا و چاندی دہکائے جائینگے اور اسکے ساتھ انکی پیشانیوں و پہلوؤں و پیٹھوں کو داغ دیئے جائینگے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَا مِنْ صَاحِبِ ذَھَبٍ وَّلَا فِضَّۃٍ لَا یُؤَدِّیْ مِنْھَا حَقَّھَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ صُفِّحَتْ صَفَائِحُ **ترجمہ** ۔ یعنے کوئی سونے و چاندی والا جو اس میں سے حق خدا نہیں نکالتا ہے اس سے نہیں چھوٹ سکتا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اسکے لئے اس سونے و چاندی کے پتر بنائے جائینگے جن سے اسکو داغ دیئے جائینگے۔ اور فرمایا مُثِّلَ لَہٗ شُجَاعًا اَقْرَعَ یعنے اسکے لئے اسکا مال گنجا سانپ بنایا جائیگا۔ جو اسکو ڈسیگا۔ اور اونٹ اور گائے و بکری کے بارے میں بھی اسی کے قریب آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔

زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے اس قسم کی سزا ہونے کے دو باعث ہیں۔ ایک تو اصلی سبب ہے دوسرا اسکے لئے بمنزلہ تاکید کے ہے۔ وہ سبب یہ ہے کہ جسطرح ایک صورت ذہنیہ دوسری کو کشش کر لیتی ہے جسطرح خیالات کے سلسلہ میں ایک خیال سے دوسرا خیال پیدا ہوتا چلا جاتا ہے یا جسطرح ذہن کے اندر ایسی ایک صورت کا پایا جانا کہ جس کا تصور دوسری صورت کی تصویر پر موقوف ہے اُس موقوف علیہ کے تصور کو مستلزم ہوتا ہے مثلاً باپ ہونا اور بیٹا ہونا جیسے منی کے ظرف کا منی سے بھر جانا اور پھر قوائے فکریہ کے اندر اسکے بخارات کا چڑھنا۔ نفس اسبات کی حرکت پیدا کر دیتا ہے کہ خواب میں عورتوں کی صورتوں کا مشاہدہ کرے یا جیسے دماغ کے اندر تاریک بخارات کے بھر جانے سے نفس کے اندر اُن چیزوں کی صورتیں پیدا کر دیتا ہے جو لوگوں کو ایذا دینے والی اور ہولناک ہوتی ہیں۔ مثلاً ہاتھی کی صورت اس طرح جب نفس پر قوت مثالیہ کا فیضان ہوتا ہے تو فی نفسہ اور اکات کا مقتضی ہوتا ہے کہ بخل کی صورت اسکے سامنے مال کی صورت میں ظاہر ہو اور پھر اس صورت سے اسکے نہ دینے اور اسکی نگرانی میں بہت رنج اور تکلیف اُٹھانے کی صورت ظاہر ہو اور اس کے قوائے فکریہ پورے طور پر اس خیال سے بھر جاویں اور جسطرح اُن چیزوں سے تکلیف پہونچنے کا طریقہ خدا تعالےٰ نے جاری کیا ہے اُس طریقہ سے اسکو تکلیف پہونچے۔ مثلاً سونے

اور چاندی سے تکلیف پہونچنے کی صورت یہ ہے کہ اس سے داغ لگایا جائے۔ اور اونٹ سے تکلیف پہونچنے کی یہ صورت ہے کہ وہ اسکو پاؤں کے تلے دابے اور کاٹے اور علی ہذا القیاس اور چونکہ ملاء اعلیٰ کو اسبات کا علم ہے کہ بندوں پر زکوٰۃ دینا اُن میں مقرر ہوگیا ہے اور نفوس بشریہ کا ان چیزوں سے ایذا پانا ملاء اعلیٰ کو معلوم ہے اس سبب سے میدان حشر میں اس صورت کا فیضان ہوتا ہے اور سانپ کی صورت اور چیزوں کی صورت ظاہر ہونے میں یہ فرق ہے کہ سانپ کی صورت اُس شخص کے لئے ظاہر ہوگی جس پر اجمالاً مال کی محبت کا غلبہ ہے اسلئے یا تو خود مال ہی اس ایک چیز کی صورت میں ظاہر ہوجائیگا یا اُسکے دل کو مال کی محبت کا طوق کی طرح گھیر لینا اور دل کا اُس سے اذیت پانا نہایت زہریلے سانپ کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ اور دوسری صورت ایک ایسے شخص کے لئے ظاہر ہوگی جسکو سونے چاندی کی صورت سے محبت ہے اور اُسکی حفاظت میں اپنی جان کھوتا رہتا ہو اور اُسکے قوائے فکریہ دینار و درہم کی صورت سے بھرے ہوئے ہیں وہ صورتیں اُسکے لئے بڑی بڑی صورتوں میں ظاہر ہوکر اُسکے عذاب کا موجب ہونگی۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰہِ یعنے سخی آدمی خدا تعالے کے نزدیک ہے۔ آگ سے بعید ہے۔ اور بخیل خدا تعالے سے بعید ہے جنت سے بعید ہے لوگوں سے بعید ہے۔ آگ سے نزدیک ہے اور جاہل سخی خدا تعالے کو عابد بخیل سے پیارا ہے اس میں راز یہ ہے یعنے خدا تعالے سے نزدیک ہونا یہ ہے کہ وہ شخص خدا تعالیٰ کی معرفت اور حجاب نفسانی کے دور ہوجانے کی قابلیت رکھتا ہے اور جنت سے نزدیک ہونا یہ ہے کہ وہ شخص صفات رذیلہ کو جو قوت ملکی کے بالکل منافی ہیں چھوڑ کر اسبات کی قابلیت رکھتا ہے کہ اسکی قوت بہیمی جو اُن صفات کا محل تھی قوت ملکی کے رنگ سے رنگین ہوجائے اور لوگوں سے نزدیک ہونا یہ ہے کہ اس سے وہ محبت کرتے ہیں اور کوئی اُسکو نہیں چھیڑتا۔ کیونکہ اکثر لڑائی جھگڑے بخل اور حرص پر مبنی ہوتے ہیں۔

کیا چاندی و سونا جمع رکھنا منع ہے

چونکہ اس مضمون میں چاندی و سونا جمع رکھنے والوں کے لئے عذاب کا ذکر آیا ہے لہذا ہم اس جگہ اس امر کی تشریح کرتے ہیں کہ کس مال کو جمع رکھنے پر انسان کو عذاب ہوگا

واضح ہو کہ قرآن کریم کی آیت مذکورہ میں جس سونے و چاندی کو جمع رکھنے سے عذاب ہوگا اُسکے متعلق لفظ لِاَنْفُسِكُمْ آیا ہے یعنے وہ مال جسکو انسان اپنے حظوظ نفس کے لیئے جمع کرے جو لوجہ اللہ نہ ہو۔ اُسکو راہِ خدا میں نہ صرف کرے بلکہ محض حظوظ دنیہ میں لگائے پس اموال و اسباب و نقدیات میں سے جس چیز کے ساتھ انسان کا دل لستہ ہوا ور وہ اسکو خدا تعالے سے غافل کرنے والی ہو اور راہِ خدا میں اسکی مددگار و معین نہ ہو وہ دنیا ہے۔ اسپر انسان کو عذاب ہوگا۔ اور جو اموال و اسباب راہ خدا میں معین و مددگار ہوں اُنکو جمع رکھنا کارِ ثواب ہے۔ کیونکہ وہ اسباب آخرت میں سے ہیں ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن ا انے قماش و نقرہ و فرزند و زن

اگر مطلق ہر قسم کے سونے و چاندی وغیرہ کا جمع کرنا مذموم ہوتا تو قرآن کریم کے پارہ ۱۶ میں حضرت خضر علیہ السلام کو دو یتیم بچوں کے لیئے ایک دیوار میں ایک خزانہ کو محفوظ کرنیکا امر خدا تعالے کیطرف سے نہ ہوتا۔ اور جس شخص نے اُس خزانہ کو جمع کر کے گاڑا تھا اُسکو خدا تعالے اِن لفظوں میں یاد فرماتا ہے وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ترجمہ۔ یعنے اُن دو بچوں کا باپ جس نے خزانہ جمع کر کے دیوار کے نیچے گاڑا تھا وہ ایک نیک اور صالح آدمی تھا

اس سے معلوم ہوا کہ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی غرض سے جمع کرنا کار ثواب ہے اور دنیاوی محبت سے اُسکو جمع کرنا کار عذاب ہے۔ دراصل سونا و چاندی دوسرے اسباب و اعراض کیطرح ہیں جو انسان کے اغراض میں ممد و معاون ہوتے ہیں مگر بعض انسان اُنکو اغراض دنیائے دنیہ یعنے ایسے حظوظِ نفس میں لگا دیتے ہیں جنکی وجہ خدا کیطرف نہ ہو لہذا وہ اُنکے لئے مضر صورتیں اختیار کر لیتے ہیں۔ دراصل سونے و چاندی میں کوئی مذمت نہیں ہے بلکہ اُنکی بد استعمالی بُری و مذموم ہے۔ یعنے سونے و چاندی سے ایسے حظوظ نفس لینا جنکی وجہ خدا کی طرف نہ ہو بلکہ محض غرض دنیا ہو وہ مذموم ہیں۔ چنانچہ ایسے حظوظ لینے والوں کے متعلق خدا تعالے فرماتا ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ۔ ترجمہ یعنے جو شخص دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرے ہم اُسکو حظ دنیا دیدیتے ہیں اور آخرت میں اُسکے لئے کچھ حصہ و حظ نہ ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کے تمام مال و اسباب و نقدیات انسان کو منزل آخرت میں پہونچانے کے لئے مددگار و لوکر و چاکر کر دیئے گئے ہیں پس جو شخص ان کو اسجگہ کے حظوظ میں

لگا کر چھوڑ دے اور اُسکا پوجاری و خادم بنجاوے اور اُن میں اپنے دل کو لگا دے
وہ سراسر زیانکار ہے ؎

چو دنیا کشت زار آن جہان است | بکار اے جانِ من ورنہ زیان است
چو بیروں میشوی ناکشتہ دانہ | تو خواہی بود رسوائے زمانہ

تمام اشیائے عالم جو خدا نے پیدا کی ہیں وہ انسان کی امداد و خدمت کے لئے پیدا کی ہیں۔ مگر جو انسان اُسکا خادم و پوجاری بنجاوے وہ حکمتِ الٰہی کے برعکس کرتا ہے اسلئے اسکو تکلیف پہونچتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عالم علوی و سفلی کی جس چیز پر نظر ڈالو وہ انسان کے لئے کارآمد و مفید ہے مگر ان میں سے انسان کسی کے کام کا نہیں ہے۔ اگر انسان نہ بھی ہوتا تو ان چیزوں کا کچھ حرج و نقصان نہ ہوتا مگر ان چیزوں میں سے کوئی نہ ہوتی تو انسان کا حرج و نقصان ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ تمام چیزیں انسان کی معاون و مددگار بنائی گئی ہیں اور انسان خداتعالےٰ کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ خداتعالےٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ترجمہ۔ یعنے میں نے جن و انسان کو اپنی محض عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ تمام اشیائے عالم انسان کی منزل اُخروی یعنے عبادت الٰہی میں امداد دینے کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ یعنے تمام اشیائے عالم کی پیدائش کی غرض عبادت آلہی ہے۔ پس جو انسان اشیائے عالم میں سے کسی چیز کو عبادت آلہی کے سوا کسی مصرف میں صرف کرے وہ اُسکے لئے منزل اُخروی میں دُکھ دینے والی شکل پکڑ لیگی۔ کیونکہ اس نے حکمت الٰہی کے برخلاف کام کیا۔

الغرض اشیائے عالم میں سے کوئی چیز بُری نہیں ہے بلکہ انکی بداستعمالی بُری ہے۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے مگر جو کھیتی کو وجہ خدا سے پھیرتا ہے وہ بداستعمالی کرتا ہے۔ نظم

اَلْحَرْثُ حَرْثَانِ مَحْمُوْدٌ وَمَذْمُوْمٌ | وَاَنْتَ حَارِثُهٗ وَالرِّزْقُ مَقْسُوْمٌ
لَا تَحْرُثَنَّ لِدُنْیَا اَنْتَ تَارِکُهَا | فَاِنْ حَرَثْتَ فَاَنْتَ مَذْمُوْمٌ
لَا تَحْزَنَنَّ لِمَا یَفْنیٰ فَلَسْتَ لَهٗ | وَاحْزَنْ لِبَاقِیَةٍ فَالْاَمْرُ مَفْهُوْمٌ
وَاحْذَرْ مِنَ الرُّکُوْنِ لَا تَرْکُنَنَّ لِفَانِیَةٍ | تَزُوْلُ عَنْكَ فَمَکْرُ اللّٰهِ مَعْلُوْمٌ

اَکْمِثْلِ مَنْ ھُوَ بِالْخَیْرَاتِ مَوْسُوْمٗ | وَاحْرِثْ لِاٰخِرَۃٍ اِنْکُنْتَ ذَا نَظَرٍ

ترجمہ۔ یعنے کھیتیاں دو ہیں اچھی اور بری۔ اور تو وہ کھیتی بوتا ہے جو بری ہے۔ اور رزق تو تیرے حصہ کا مقسوم ہوچکا ہے۔ حظوظ دنیائے دنیہ کے لئے کھیتی نہ بو کیونکہ تو ان حظوظ کو چھوڑ جانے والا ہے۔ پس اگر تو حظوظ دنیہ کے لئے کھیتی بوتا ہے تو تیرا یہ کام برا ہے۔ اس چیز کو جمع نہ رکھ جو فانی ہونیوالی ہے۔ اور حظ آخرت جو باقی ہے اسکے لئے خزانہ جمع کر کہ یہ بات تیرے لئے مفید مفہوم ہوئی ہے۔ دنیا کی طرف میل نہ کر دنیا فانی ہے اسکے ساتھ رغبت نہ کر کہ تجھسے زائل ہوجاوے گی۔ دنیا کا زائل ہونا خدا تعالےٰ کی تدبیر و سنت معروف و مشہور سے دکھائی دے رہا ہے۔ آخرت کے لئے کھیتی بو اگر تو صاحب فکر اور اس شخص کی طرح ہے جو خیرات و خوبیوں سے موسوم ہو۔ (فتوحات مکیہ ابن عربی)۔

بیان مذکور اس امر کا مؤید ہے کہ انسان میں پوری طرح اسلام کے حقیقی معنے متحقق نہیں ہوتے جب تک اپنی ساری قوتوں اور تمام اعراض و اسباب اور اپنی ساری خواہشات خدا کو سپرد نہ کر دے اور ہر امر میں وجہ الٰہی کا لحاظ نہ رکھے اور ثابت ارادۂ مصمم سے مستقیم ہوکر موت اختیاری اپنے اوپر وارد نہ کرلے۔ ؎

اَلْمُسْتَقِیْمُ الَّذِیْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ | مِنْ غَیْرِ مَوْتٍ وَلَا یَدْرِیْ بِہٖ اَحَدٗ
وَلَیْسَ یَصْرِفُہٗ عَنْ اَمْرِ خَالِقِہٖ | مِنَ الْخَلَائِقِ لَا اَھْلٌ وَّلَا وَلَدٗ
وَمَالَہٗ فِیْ وُجُوْدِ الْکَوْنِ مُسْتَنَدٗ | اِلَّا الْاِلٰہُ الَّذِیْ اِلَیْہِ یَسْتَنِدٗ

ترجمہ۔ یعنے خدا تعالےٰ کی راہ پر وہ شخص قائم رہنے والا ہے جس پر اسی دنیا میں بغیر موت طبعی کے قیامت قائم ہوگئی ہو اور کسیکو اسکی اس قیامت کا حال معلوم ہی نہ ہو۔ اور مخلوق میں سے بیوی و اولاد اسکو اپنے خالق کے حکم سے کوئی پھیرنے والا نہ ہو۔ اور دنیا میں خدا تعالےٰ کے بغیر اسکا کسی چیز پر تکیہ و بھروسہ نہ ہو۔

خاندانِ نبوی کے لئے حرمتِ صدقات کی وجہ

ا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ ھٰذِہِ الصَّدَقَاتُ اِنَّمَا ھِیَ مِنْ اَوْسَاخِ النَّاسِ وَاِنَّھَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ **ترجمہ**۔ یعنے یہ صدقات

لوگوں کا میل ہوتے ہیں اسلئے یہ نہ محمدؐ کے لئے حلال ہیں اور نہ اولادِ محمدؐ کے لئے حلال ہیں۔

اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے نَحْنُ اَهْلُ الْبَيْتِ لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ ترجمہ۔ یعنے ہم اہلبیت ہیں ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔ اہلبیت سے مراد بنوہاشم۔ آل علی۔ وعباس وجعفر وعقیل وحارث بن عبد المطلب ہیں۔

(۲) صدقات کا میل ہونیکی وجہ یہ ہے کہ صدقات کے دینے سے گناہ دور ہوتے ہیں اور بلا رفع ہوتی ہے۔ اور ان باتوں میں صدقات انسان کا فدیہ ہوتے ہیں اسلئے ملاء اعلیٰ کے ادراکات میں یہ صدقات ان صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں جسطرح صورت ذھنیہ اور لفظیہ اور خطیہ میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن چیزوں کے یہ نام ہیں وہی چیزیں ذھن اور الفاظ اور کتابت کے اندر موجود ہیں۔ اور ہمارے نزدیک اُسکا نام وجود تشبیہی ہے اسلئے بعض نفوس عالیہ میں اسبات کا ادراک پیدا ہوتا ہے کہ ان صدقات میں ایک قسم کی تاریکی پائی جاتی ہے۔ اور کبھی اس امر کا اکثر سافلہ کیطرف نزول ہوتا ہے اور بعض اہل مکاشفہ اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

۲۔ جس طرح صالحین کو سننا یا اعضائے خبیثہ کا ذکر کرنا ناگوار معلوم ہوتا ہے اور نفیس اشیاء کے ذکر سے بشاش ہوتے ہیں اور اللہ تعالے کے نام کی تعظیم کرتے ہیں۔ ایسے ہی جس مال کو انسان بلا کسی عوض کے خواہ وہ عوض کوئی خاص شے ہو یا صرف نفع ہی ہو اس سے لے لیتا ہے۔ اور اس دینے والے کو اس شخص کی عزت مقصود نہیں ہوتی ہے تو اس مال کے لینے میں اُس شخص کو ایک قسم کی ذلت و اہانت حاصل ہوتی ہے۔ اور اُس معطی کو اس شخص پر فضیلت اور احسان ہوتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنْ يَدِ السُّفْلٰى ترجمہ۔ یعنے اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے بہر حال اس طور سے کمانا تمام پیشوں میں بدترین پیشہ ہے اور جو لوگ مقدس اور بزرگانِ دین ہیں انکی شان کے بالکل مناسب نہیں ہے۔

(۳) اس حکم میں دوسرا یہ راز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفسِ نفیس صدقہ لینے اور اپنے عزیزوں اور اُن لوگوں کے لئے جنکا نفع اپنا ہی نفع ہے تجویز فرماتے تو اسبات کا احتمال تھا کہ لوگ آپ سے بدگمان ہوتے اور آپ کے حق میں وہ وہ باتیں کہتے جو بالکل غیر موزوں ہیں۔

اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس دروازہ کو بالکل بند کردیا۔ اور اسبات کو ظاہر فرمایا کہ صدقات کے منافع اُنہیں یعنے دینے والوں کیطرف عائد ہوتے ہیں اور اُنہیں کے اغنیار سے لیکر اُنہیں کے فقرا کو واپس کردیئے جاتے ہیں۔ یہ اُنکے حق میں بڑی رحمت اور مہربانی اور بھلائی کا پہونچانا اور برائی سے بچانا ہے۔

(۴) جو لوگ صرف مانگ کر گذارہ کرنیکے عادی ہوجاتے ہیں اُن میں سے تقوٰی وعفت وشجاعت اور دیگر اخلاق فاضلہ ضائع ہوجاتے ہیں۔ انکی ہمتیں بہت پست ہوجاتی ہیں محنت وکسب اور تحصیل کمالات سے وہ جی چراتے ہیں۔ عیاشی انکا پیشہ ہوجاتا ہے۔ تن پروری وآسائش وآرام طلبی انکی رگ وریشہ میں سرایت کرجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان امور کو مدنظر رکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف دامنگیر ہوا کہ مبادا ایسی آل لوگوں کی خیرات وصدقات پر تکیہ لگاکر تحصیل کمالات میں سُست نہ ہوجاوے۔ اور واقعی یہ ایسے اسباب ہیں جو نفوس نفیسہ کی حالت کے برخلاف ہیں لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنپر صدقات منع فرمادیئے تاکہ وہ ایسے امور دنیہ کے عادی ہونے سے سخت دل نہ بنیں اور ایسے رزق مذلت کے طالب بنکر ذلیل وخوار نہ ہوجاویں۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ طلب ایسے رزق دنی ورسوائی کی ممانعت میں ارشاد ذیل فرماتے ہیں ؎

لَا تَطْلُبَنَّ مَعِيْشَةً بِمَذَلَّةٍ	وَارْفَعْ بِنَفْسِكَ عَنْ دَنِيِّ الْمَطْلَبِ
وَاِذَا افْتَقَرْتَ فَدَاوِ فَقْرَكَ بِالْغِنٰى	عَنْ كُلِّ ذِيْ دَنَسٍ كَجِلْدِ الْاَجْرَبِ
فَلَيَرْجِعَنَّ اِلَيْكَ رِزْقُكَ كُلُّهٗ	لَوْ كَانَ اَبْعَدَ عَنْ مَحَلِّ الْكَوَاكِبِ

ترجمہ۔ نہ تلاش کر ذلت کے ساتھ روزی کو۔ اور بچالے اپنے نفس کو خسیس مطلب سے اور جب تو محتاج ہو تو علاج کر اپنی محتاجی کا بے پروائی کے ساتھ۔ ہر ایک پلید سے جو اوپست گرگین کی طرح ہو پس جلد پھر آویگا تیری طرف رزق تیرا سارا۔ اگرچہ وہ دور ہو ستاروں کے مقام سے

واضح رہے کہ سادات کے لیئے منع صدقات کی حکمت بیان کرنے میں یہی خاکسار متفرد نہیں ہے بلکہ سارے حکمائے اسلام اسپر متفق ہیں۔ چنانچہ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالے کیمیائے سعادت میں لکھتے ہیں۔ "باید کہ زکوٰۃ بہ علویان (سادات) ندہد کہ اوسانح مال مردم است۔ **ترجمہ**۔ یعنے چاہیئے کہ زکوٰۃ کا مال سادات کو نہ دیا جائے کہ یہ مال لوگوں کے مال کی میل ہوتی ہے۔ اور اس امر کی ممانعت میں کلام نبوی بھی وارد ہے +

عقل کا جوڑا و طریق ہدایت کا فلسفہ

ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں۔ کہ کوئی عقل بغیر اپنے جوڑ کے کام نہیں کر سکتی۔ اور اس کا جوڑ خدا کا کلام ہے پس جو عقل اس جوڑ سے علاحدہ ہے وہ ناقص ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ نور وحی الٰہی کے نازل ہونے کا یہی فلسفہ ہے کہ وہ نور پر ہی وارد ہوتا ہے۔ تاریکی پر وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ فیضان کے لئے مناسبت شرط ہے اور تاریکی کو نور سے کچھ مناسبت نہیں۔ بلکہ نور کو نور سے مناسبت ہے اور حکیم مطلق بغیر رعایت مناسبت کوئی کام نہیں کرتا ایسا ہی فیضان نور میں بھی اس کا یہی قانون ہے کہ جس کے پاس کچھ نور ہے اسی کو اور نور بھی دیا جاتا ہے۔ اور جس کے پاس کچھ نہیں اس کو کچھ نہیں دیا جاتا۔ جو شخص آنکھوں کا نور رکھتا ہے وہی آفتاب کا نور پاتا ہے۔ اور جس کے پاس آنکھوں کا نور نہیں۔ وہ آفتاب کے نور سے بھی بے بہرہ رہتا ہے اور جس کو فطرتی نور کم ملا ہے۔ اس کو دوسرا نور بھی کم ہی ملتا ہے۔ اور جس کو فطرتی نور زیادہ ملا ہے۔ اس کو دوسرا نور بھی زیادہ ہی ملتا ہے۔ قرآن کریم کا متقیوں کے لئے رہنما ہونا اسی وجہ سے ہے کہ نور کو نور سے مناسبت ہوتی ہے۔ اور ذرہ کو آفتاب سے مناسبت ہے نہ کسی اور چیز سے یہی وجہ ہے کہ خدا فرماتا ہے ہدی للمتقین اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ قرآن کریم کے منکروں کے عقل اس وجہ سے ناقص ہوتے ہیں کہ حقیقی آفتاب سے ان کا رخ پھرا ہوا ہوتا ہے ؎

تراعقل تو ہر دم پاے بند کبر مے دارد	بروعقلے طلب کن کت ز خود بینی برون آرد
بآن بہتر کہ آں علم حق از حق بیاموزیم	کہ ایں علمے کہ ما داریم صد سہو و خطا دارد
کہ گوید بہتر از قولش گر او خاموش بنشیند	کہ گیرد دست طفلے نادان گر او دست تو بگذارد
برو قدرش ببیں واز صحبت بے اصل دم درکش	کہ ایں صحبت کسے آری بلا تا بسرت آرد

سلسلۂ ہدایت میں آفتاب کی نہایت روشن مثال ہے کہ ہر چند آفتاب اپنی کرنیں چاروں طرف چھوڑ رہا ہے۔ لیکن اس کی روشنی قبول کرنے میں ہر ایک مکان برابر نہیں۔ جس مکان کے دروازے بند ہیں۔ اس میں کچھ روشنی نہیں آ سکتی۔ اور

اور جس میں بمقابل آفتاب ایک چھوٹا سا روزن ہے۔ اس میں روشنی تو پڑتی ہے۔ مگر تھوڑی جو بکلی ظلمت کو اُٹھا نہیں سکتی لیکن وہ مکان جس کے دروازے بمقابل آفتاب سب کے سب کھُلے ہیں۔ اور دیواریں بھی کسی کثیف شئے سے نہیں بلکہ نہایت مصفیٰ اور روشن شیشہ سے ہیں۔ اُس میں یہی خوبی نہیں ہوگی۔ کہ کامل طور پر روشنی قبول کرے گا۔ بلکہ اپنی روشنی چاروں طرف پھیلا دے گا اور دوسروں تک پہنچا دیگا اس جہت سے اوس نبیٔ معصوم صلے اللہ علیہ وسلم نے جنکی لبوں پر حکمت جاری تھی فرمایا خِیَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ (ترجمہ) یعنے جو لوگ نیک ذات ہیں وہی اسلام میں بھی داخل ہو کر نیک ذات ہوتے ہیں۔ غرض طبائع انسانی جواہر کانی کی طرح مختلف الاقسام ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلنَّاسُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ (ترجمہ) یعنے لوگ سونا اور چاندی کی کانوں کی طرح ہیں۔ بعض طبیعتیں سونے چاندی کی طرح روشن اور صاف اور بعض گندھک کی طرح بدبُو دار اور جلد بھڑکنے والی بعض زیبق (پارہ) کی طرح بے ثبات اور بے قرار۔ بعض لوہے کی طرح سخت اور کثیف۔ اور جیسا یہ اختلاف طبائع بدیہی الثبوت ہے۔ ایسا ہی انتظام ربانی کے بھی موافق ہے کچھ بے قاعدہ بات نہیں۔ کوئی ایسا امر نہیں کہ قانونِ نظام عالم کے برخلاف ہو۔ بلکہ آسائش و آبادیٔ عالم روشنی پر موقوف ہے۔ ظاہر ہے کہ تمام طبیعتیں ایک ہی مرتبہ استعداد پر نہیں ہیں۔ بلکہ مختلف طور کے کثیف کاموں کے لئے وہ طبیعتیں مناسبت رکھتی ہیں۔ جو کثیف ہیں۔ یونانی حکیموں نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے کہ جیسے بعض انسان حیوانات کے قریب قریب ہوتے ہیں۔ اسی طرح عقل تقاضا کرتی ہے کہ بعض انسان ایسے بھی ہوں جن کا جوہر نفس کمال صفوت اور لطافت پر واقع ہو۔ جس طرح طبائع انسانی کا سلسلہ نیچے کی طرف اس قدر متنزل نظر آتا ہے کہ حیوانات سے جاکر اتصال پکڑ لیتا ہے۔ اسی طرح اوپر کی طرف بھی ایسا ہی متصاعد ہو کر عالم اعلےٰ سے اتصال پکڑتا ہے۔ الغرض افراد بشریہ عقل میں۔ قوی اخلاقیہ میں۔ نور قلب میں۔ متفاوت المراتب ہوتے ہیں ؛

باعثِ اختلافِ مراتبِ فہم

مذکورہ بالا قاعدہ کو مدنظر رکھ کر غور کروگے۔ تو آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ جیسا کہ طبائع انسانی کے مراتبِ مذاق مختلف ہوتے ہیں۔ چنانچہ بلغمی بخار والے کے منہ کا ذائقہ پھیکا۔ اور دموی کا شیریں اور صفراوی کا کڑوا ہو جاتا ہے۔ اور ان سب کو ایک ہی مزے والی غذا کا ذائقہ الگ الگ محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح علمی امور میں مذاق طبائع و فہم متفاوت المراتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگر ایک بات ایک شخص کے نزدیک نکتۂ معرفت اور حقیقت کا راز ہے۔ تو دوسرے کے نزدیک وہ لغو و نکمی ہے۔ حتیٰ کہ قرآن کریم جیسے نورِ مبین و شفا و رحمت کے متعلق بھی خدا کی مخلوق کا یہی معاملہ ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ پ۱ - وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا پ۱۵ ع۹۔ ترجمہ یعنے بہت قرآن جیسے نور و رحمت و شفا سے بھٹک جاتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ بہت راہِ راست پر آتے ہیں۔ اور قرآن سے بھٹکتے تو وہی ہیں۔ جو خدا سے عہد شکنی کرتے ہیں۔ ہم نے قرآن کو ماننے والوں کے لئے شفا و رحمت اوتارا ہے اور قرآن سے ظالم طبع لوگ تو نقصان ہی اٹھاتے ہیں۔ یعنے مریض الطبع کو اچھی غذا موافق نہیں ہوتی۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ کے کلام قرآن کریم کے متعلق اسکی مخلوق کا ایسا سلوک ہو۔ تو میری اس کتاب اسرارِ شریعت کے ساتھ بھی بعض افرادِ انسانی کا ایسا ہی معاملہ ہو۔ تو کچھ تعجب نہیں۔ بلکہ ایسے امور سے مجھے اس کتاب کی درگاہِ الٰہی میں مقبولیت معلوم ہوگی۔ ابھی تھوڑے ایام ہوئے کہ ایک فیشنبل آدمی نے اس کتاب کا مسودہ دیکھ کر مجھے کہا۔ کہ آپ نے اس میں عربی عبارات قرآن و حدیث کو کیوں زیادہ داخل کیا ہے۔ گویا اس کا خیال تھا۔ کہ آنکھ میں مردمکِ چشم کی ضرورت نہیں۔ یا یہ کہ آنکھ موجود ہو تو ہر چیز ہیں نظر آجاویگی۔ گو نورِ آفتاب نہ بھی ہو۔ حالانکہ ایسی کوئی آنکھ نہیں پیدا ہوئی جو بجز نورِ آفتاب دکھا سکے + ایک مولوی صاحب نے کتاب کا ایک ورق پڑھ کر کہا کہ آپ نے اس کتاب میں معقولات

کو زیادہ داخل کیا ہے۔ مگر قرآن و احادیث کو بہت کم دخل دیا ہے ❊

ایک تیسرے صاحب نے کہا کہ بہتر ہوتا کہ آپ سراسر صرف معقولات پر زور دیتے منقولات کی اس میں ہرگز ضرورت نہیں۔ دانشمند ناظرین ایسے اصحاب کی رایوں کی صحت وسقم کا خود موازنہ کر لینگے۔ لہذا ایسے اصحاب جو آیندہ تنقیدی نظر سے اس کتاب کو دیکھیں اُن پر لازم ہے کہ وہ تنقید کے ساتھ ہی اپنے دلائل موجہ بھی پیش کریں ورنہ عذر نامعقول ثابت مے کند الزام را ❊

ہمارے علمائے اسلام ذوی الاحترام توجہ سے سُنیں

ممکن ہے کہ کسی مسئلہ کی فلاسفی وحقیقت سمجھنے میں ہمارا قصور وکسر ہو۔ اور کوئی صاحب ہم سے بہتر بیان کرنا جانتے ہوں وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ۔ لہذا ذی علم اصحاب اگر مجھے کسی ایسے امر کی طرف توجہ دلائینگے تو میں سُننے کے لئے تیار ہوں ❊

اَلْبُشْریٰ لِاَهْلِ الْهُدیٰ

آسمان پر دعوت حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اوتار

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

ہر طرف ہر ملک میں ہے بت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انسان پرستی کو کوئی عزّ و وقار

آسماں سے ہے چلی توحید خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو مُنہ کریں بک بک ہزار

تمت

اسکے بعد جلد دوم کتاب صوم سے شروع ہوتی ہے

[illegible] متوطن چنگا بنگیال تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی

۱۵- محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

فہرست مضامین

کتاب اسرار شریعت

قیمت عہ — قیمت عہ

جلد دوم

کتاب جنایات والحدود

کتاب الاکل والشرب

مؤلفہ
محمد فضل خان مقام وڈاکخانہ چنگا بنگیال تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی